اللہ اللہ اللہ

ذکر کے پُرنور حلقے

افادات

(مفتی) محمد انعام الحق قاسمی نقشبندی

اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

ذکر کے پرنور حلقے

افادات

(مفتی) محمد انعام الحق قاسمی نقشبندی

خادم الحدیث والافتاء دارالعلوم عالیپور، گجرات (ہند)

اللہ اللہ اللہ

کتاب سے متعلق ضروری معلومات

نام کتاب	:	ذکر کے پرنور حلقے
افادات	:	(مفتی) محمد انعام الحق قاسمی نقشبندی
ضمیمہ	:	(مفتی) محمد افضال الحق
صفحات	:	۲۹۲
ناشر	:	ادارہ فیضانِ الٰہی ، عالیپور، نوساری، گجرات (ہند)
سن اشاعت	:	رجب المرجب/ ۱۴۴۲ : مارچ/ ۲۰۲۱
طباعت	:	**فلاحی** پرنٹرس اینڈ بائنڈرس، مالیگاؤں MOBILE 8980826160

ملنے کا پتہ

ادارہ فیضانِ الٰہی

فیضان منزل، کرولیا محلہ، عالی پور، نوساری، گجرات، انڈیا

Web : www.faizaneilahi.com, Email : mihaq1967@gmail.com
t.me/faizaneilahi youtube.com/idarafaizaneilahi
@muftiinaamulhaqQasmi

فہرست مضامین

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
کلمات پرنور	١٦	معمولات سے راہِ شریعت آسان	٢٧
کلمات بابرکت	١٨	ذکر کا طریقہ بھی الہامی ہے	٢٨
پیش لفظ	١٩	**مجلس (٢)**	٢٩
مجلس (١)	٢١	ذکر کی قوت تاثیر	٢٩
روح کائنات	٢١	ہر عمل میں تاثیر	٢٩
ذکر روح کائنات بھی روح شریعت بھی	٢١	ذکر نفل کا متبادل	٣٠
ذکر اجزاءِ عالم کی روح ہے	٢٢	ذکر، دل کا چارجر	٣٠
ہر ایک مخلوق کا تعلق ذاکرانہ بھی عارفانہ بھی	٢٢	ذکر، کیمکل کی طرح	٣١
ہر مخلوق کے ذکر و عبادت کا انداز	٢٣	ذکر، ایک ٹونک ہے	٣١
نماز چار حالت اور ٦ رذکر پر مشتمل	٢٣	ذکر ہے کس قدر آسان	٣٢
نماز کی ابتدا بھی ذکر اور انتہا بھی	٢٣	دل کے لئے بیکنگ ٹائم	٣٢
ذکر کثیر کا حکم کیوں؟	٢٤	بازار کا ذاکر چمکتے چاند کی طرح	٣٣
ذکر افضل الاعمال کیوں؟	٢٤	ذکر سے تین اہم مرض کا خاتمہ	٣٣
ذکر قلبی افضل کیوں؟	٢٤	فرشتے بھی سفارش کرنے لگیں	٣٤
ذکر قلبی انجیکشن کی طرح	٢٥	ذکر والہانہ انداز کے ساتھ	٣٤
ذکر ہر نعمت سے ہزار درجہ بہتر	٢٥	دل کا لَو، اللہ سے لگائے رکھئے	٣٥
جسے حقیقتِ زندگی نصیب ہوجائے	٢٦	وقوف قلبی پر قابو کس طرح پائیں	٣٥
قلب پرنور کی بارش کس طرح	٢٦	ہر کجا باش با خدا باش!!	٣٦
معمولات کی اگر توفیق مل جائے؟	٢٧	**مجلس (٣)**	٣٧

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
اہل ذکر کی روحانی طاقت	۳۷	مراقبہ کا عجیب انداز/ ذکر کا اگر چسکا لگ جائے	۴۸
دوائے دل کی طلب	۳۷	دل سے اللہ اللہ کی آواز	۴۹
رغبت، طلب، محبت اور اطاعت	۳۷	کیا دھڑکتے دل کو، اللہ اللہ نہیں کہلا سکتے؟	۴۹
دل جمعی کی طاقت/ دل جمعی کس طرح؟	۳۸	پیارے آقا ﷺ کا ذکر	۴۹
قلعہ کی دیوار دھڑام سے گر گئی	۴۰	لب کٹ جائے مگر ذکر نہ چھوٹے	۵۰
اہل ذکر ہیں دنیا کو تھامے ہوئے	۴۱	حضرت حسین احمد مدنیؒ کا رُواں رُواں ذاکر	۵۰
وہ اعمال جو اجتماعی ہیں	۴۱	ایک جذامی ذکر میں سرشار	۵۱
اجتماعی ذکر کا اہم رول	۴۱	خدا وہ داتا ہے جو۔/ مسنون دعائیں	۵۱
ذکر کی طاقت کیسے ملے؟/ ذکر تو ایسا کے آنسو	۴۲	**مجلس (۵)**	۵۲
ذکر والہانہ کا مزہ	۴۳	ذکر رحمت کا مقناطیس	۵۳
ہر چیز میں لذت تو پھر ذکر میں کیوں نہیں؟	۴۳	ذکر کی کوئی حد نہیں	۵۳
لذت وحلاوت کا ایک طریقہ	۴۳	ذکر زم زم کی طرح	۵۳
لذت وکیفیت محمود نہ کہ مقصود/ اگر قبض ہو	۴۴	ذکر جسمانی غذا بھی	۵۴
مجلس (۴)	۴۵	ذکر رحمت کا مقناطیس	۵۴
ذکر ایک انمول عبادت	۴۵	معصیت سے نور سلب ہو جاتا ہے	۵۴
ذکر کی نرالی شان ہے	۴۵	ذکر سے نفس وشیطان سے چھٹکارا	۵۵
نماز میں ذکر ومراقبہ اور شغل بھی	۴۶	ذکر الٰہی سے مشکلات کا حل	۵۵
ذکر کے دو طریقے، جہری اور سری	۴۶	اگر دل بند ہو جائے	۵۶
ذکر قلبی کی اہمیت	۴۷	دل کی مردنی کا علاج	۵۶
ذکر خفی کی خبر فرشتوں کو بھی نہیں	۴۷	غفلت سے بچنے کی دوا	۵۷

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
ذکر بغیر فکر کے بھی نفع بخش	۵۷	ذکر میرا مجھ سے بہتر...	۶۹
موتی کا خمیرہ اگر بے مزہ ہو	۵۸	اے غافل تو نے انصاف نہ کیا	۶۹
ذکر میں استقامت کی پہچان	۵۹	خدا بھی یاد رکھتے ہیں	۶۹
جب تک سالک میں اضطراب نہ ہو	۵۹	عرش بریں پر خدا کے یاد کرنے کا مطلب	۷۰
اگر یاد نہیں تو کچھ نہیں	۵۹	کچھ اور حکمتیں	۷۱
اگر غفلت دور نہ ہو/ مردہ دل	۶۰	ذاکر کا ذکر، عرش بریں پر	۷۲
مجلس (۶)	۶۱	ذکر کثیر کی پہچان کیا ہے؟	۷۳
ذکر بے مثال عبادت	۶۱	ذکر کثیر اور حضوری کی کیفیت	۷۳
ذکر سالن کی طرح ہے	۶۱	دل کی بیٹری اگر چارج نہ ہو	۷۳
ذکر کی لذتِ بے مثال	۶۱	چارج رکھنے کا آسان طریقہ	۷۴
فلاح کے چار معانی	۶۲	قلب کے جاری ہونے کی پہچان	۷۴
ذکر ایک آسمانی علاج	۶۲	ذکر قلبی انجن کی طرح	۷۴
تذبذب کے شکار نہ بنیے	۶۳	گناہ بھی ہو اور دل جاری بھی ہو؟	۷۵
کوالٹی کے ساتھ کوانٹٹی بھی ہو	۶۳	ذکر حقیقی کا پیمانہ	۷۵
ذکر کو کھٹکھٹاتے رہیے! / دکھ میں تم یاد کرو	۶۵	نام خدا کی لذت	۷۵
یادِ الٰہی حلاوت کے ساتھ	۶۶	احمد لاہوریؒ کی نظر میں قرآن کا خلاصہ "ذکر"	۷۶
کیا دل اللہ اللہ بول سکتا ہے؟	۶۶	**مجلس (۸)**	۷۷
کثرتِ ذکر اور قلب کا جاری ہونا	۶۷	ہر کوئی ثناخواں ہے	۷۷
دل کا جاری ہونا/ دل کی صفائی	۶۸	ذرہ ذرہ تیری یاد میں۔۔	۷۷
مجلس (۷)	۶۹	ذرہ ذرہ میں سمجھ اور شعور	۷۷

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
ذکر و تسبیح کا الہام	۷۸	مراقبہ میں وساوس کا علاج	۸۸
پہاڑوں کو احساس ذکر	۷۸	وساوس سے پریشان نہ ہوں	۸۹
کنکری بھی ذکر خدا میں مشغول	۷۹	مراقبہ میں ہی پریشانی کیوں؟	۹۰
کھانے کے دانے بھی ذکر میں	۷۹	مراقبہ میں کیفیت نہیں بنتی	۹۰
قطرہ قطرہ اللہ اللہ کہنے لگا	۸۰	فکر کی گندگی کیسے دور ہو؟	۹۱
طوطا بھی ذکر کرنے لگا	۸۰	اگر مراقبہ میں بیٹھنا مشکل ہو	۹۱
ہری گھاس بھی محوِ ذکر ہے	۸۱	اور او الگ ہیں اور اسباق الگ/ دل کی دنیا	۹۲
سانپ بھی محفل ذکر میں	۸۱	**مجلس (۱۰)**	۹۳
پہاڑ بھی شریک ذکر ہے	۸۳	وقوفِ قلبی کے فائدے ...	۹۳
مینڈک کی آواز میں ذکر کا ساز	۸۳	ذکر ایک دائمی سنت	۹۳
گنگوہ کے تالاب اور سنسان جگہ پر ذکر	۸۴	وقوفِ قلبی کی وضاحت	۹۴
مجلس (۹)	۸۵	وقوفِ قلبی کی مزید تشریح	۹۴
مراقبہ کی ضرورت...	۸۵	دست بکار دل بیار	۹۵
سلسلۂ نقشبندیہ کے دو اہم رکن	۸۵	وقوفِ قلبی میں دوام کس طرح؟	۹۶
مراقبہ کی اہمیت	۸۶	وقوفِ قلبی کی فکر	۹۶
مراقبہ کے فائدے	۸۶	وقوفِ قلبی کی اہمیت	۹۷
اگر مراقبہ کی لذت مل جائے	۸۷	خلوت در انجمن	۹۷
مراقبہ میں شوق کی کمی کیوں/ مراقبہ کی مثال	۸۷	خلوت در انجمن کی مزید تشریح	۹۸
مراقبہ کا طریقہ کیا ہے؟	۸۸	ذکر خفی میں مشغول اکابر	۹۸
مراقبہ کب کریں؟	۸۸	ذکر کثیر، وقوفِ قلبی ملأ اعلیٰ سے ربط کا ذریعہ	۹۹

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
شاہ ولی اللہ کی نظر میں ذکر عام، ذکر خاص	٩٩	ذکرِ قلبی بستر مرگ پر بھی	١١١
اہل معرفت کی زبان گونگی ہوتی ہے	١٠٠	ذکر قلبی .I.C.U میں بھی	١١١
مجلس (١١)	١٠١	حضرت ابوہریرہؓ اور دوامِ ذکر	١١٢
ذکرِ لسانی کی اہمیت...	١٠١	دوامِ ذکر پر فرشتوں کی دعاءِ رحمت	١١٢
فضیلتِ ذکر	١٠١	ذکر خفی اور ذکر خامل کی شان	١١٣
ذکر ہی سب سے افضل کیوں؟	١٠١	ایک پر ستر پایئے	١١٣
تہلیل لسانی	١٠٢	ذکر قلبی والے ارب پتی کی طرح	١١٣
تہلیل لسانی کی دو صورت	١٠٢	پوری رات ذکر کا چسکا	١١٤
ہر کسی کو فائدہ کیوں نہیں ہوتا	١٠٣	ہاتھ میں تسبیح کے دانے بھی رکھئے	١١٤
فیض سے محرومی کیوں؟	١٠٤	ایک سبحان اللہ تخت سلیمانی سے بہتر	١١٥
ذکر بھی اور اصلاح کی فکر بھی	١٠٤	ذکر میں کثرت بھی اور تسلسل بھی / بے توجہی	١١٥
نفی و اثبات کا مطلب	١٠٤	**مجلس (١٣)**	١١٧
لا الٰہ الا اللہ کے معارف	١٠٥	ذکر اور مجاہدے	١١٧
لفظ اللہ کے معارف	١٠٧	ذکر کا فائدہ: معیت الٰہی	١١٧
مجلس (١٢)	١٠٩	انابت الی اللہ کے فائدے،	١١٨
دوامِ ذکر	١٠٩	ذکر کا فائدہ: نسبت مع اللہ	١١٩
ابتدا بھی ذکر اور انتہا بھی ذکر	١٠٩	ذکر میں جذب و کیف کا اثر	١١٩
محبوب خدا ہر دم ذکر میں	١١٠	ذکر میرا مجھ سے بہتر ہے	١٢٠
ذکر قلبی کی شانِ نرالی / یادالٰہی ونڈو کی طرح	١١٠	بغیر محنت و مجاہدہ اور جفاکشی کے یہ دولت نہیں ملتی	١٢٠

عنوان	صفحہ
یادِ خدا میں خضر کی ملاقات بھی گوارا نہیں	۱۲۱
ذکر خدا میں محدث سے ملنا گوارا نہیں	۱۲۱
عمرؓ و علیؓ کی ملاقات بھی گوارا نہیں	۱۲۲
ذکر و تسبیح پر اللہ کا محبت بھرا جواب	۱۲۳
غفلت و سستی کا انجام/ غلط زبان کا انجام	۱۲۳
مجلس (۱۴)	۱۲۵
ذکر کا ناغہ دل کا فاقہ	۱۲۵
جو جس قدر اہم وہ اسی قدر آسان	۱۲۵
ذکر ہے کس قدر آسان!!!	۱۲۶
اس میکدہ میں کوئی محروم نہیں	۱۲۶
کمزور بھی محروم نہ رہ جائے	۱۲۷
اگر نوافل پر عمل نہ ہو سکے	۱۲۷
نوافل کے برابر اجر و ثواب	۱۲۷
ٹمٹماتا چراغ بھی کام آجاتا ہے	۱۲۸
ذکر سے کوئی معذور نہیں	۱۲۸
ترک ذکر فساد کا ذریعہ	۱۲۹
ترک ذکر سے دل کی قساوت	۱۲۹
ذکر سے غافل، مردہ کی طرح	۱۳۰
زندہ بدن میں مردہ دل	۱۳۱
دلِ مردہ کے کیڑے مکوڑے	۱۳۲
دلِ مردہ کا علاج/ اگر انقلاب لانا ہو	۱۳۲
مجلس نمبر (۱۵)	۱۳۳
سکونِ دل	۱۳۳
نعمتوں سے بھری یہ دنیا	۱۳۳
آج کا انسان کس قدر پریشان	۱۳۳
سکون کی تلاش میں ٹھوکر کھا گیا انسان!	۱۳۴
بے چین دل کی دوا	۱۳۵
جو جس قدر غافل وہ اسی قدر پریشان	۱۳۵
ہر تاثیر کسی نہ کسی شرط کے ساتھ	۱۳۵
ذکر کی تاثیر کب ظاہر ہوگی	۱۳۶
ذکر کے اہم فائدے	۱۳۶
بغیر شیخ معمولات خودرَو گھاس کی طرح	۱۳۸
ذکر میں اگر غفلت نہ ہو	۱۳۹
غفلت سے مایوس نہ ہوں	۱۳۹
ذکر میں اگر کیفیت محسوس نہ ہو	۱۳۹
پہلے کی طرح ذکر میں لطف نہ رہا/ صدا لگاتے رہیے	۱۴۰
مجلس (۱۶)	۱۴۱
ذکر عام اور ذکر خاص کی تاثیر	۱۴۱

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
بندگی اور نیازمندی کا اصل معیار	۱۴۱	اصلاحی تعلق بھی، اور غیبت وکذب بیانی بھی	۱۵۲
ذکر لسانی، قلبی اور عملی	۱۴۲	ذکر بھی، آنکھوں سے بدنظری بھی	۱۵۲
ذکر عام اور ذکر خاص	۱۴۲	ذکر بھی، اور دل آزاری بھی	۱۵۳
ذکر قلبی کا وسیع دائرہ	۱۴۳	آبروریزی بھی، اور خوش فہمی بھی	۱۵۳
ذکرِ عام کا مطالبہ	۱۴۳	ستر نبی کے برابر ذکر، پھر بھی نجات خطرے میں	۱۵۳
ذکر سے عمل للہ اور عمل باللہ	۱۴۴	ذکر وصحبت، پھر بھی محرومی	۱۵۴
چھوٹے ذکر پر اتنا ثواب تو کثرتِ ذکر کیوں؟	۱۴۴	گناہوں سے بچے بغیر نور نہیں مل سکتا	۱۵۴
ذکر، انابت، توجہ اور حضوری کا ذریعہ	۱۴۵	کیا ذاکر سب سے بڑا عابد؟ اصلاح کی فکر	۱۵۵
ذکر کے کچھ انمول فائدے	۱۴۵	باطنی امراض کے لئے ایک عمدہ کتاب	۱۵۶
ذکر کا اثر دیگر اعمال پر بھی	۱۴۸	**مجلس (۱۸)**	۱۵۷
ذکر سے قناعت پسندی بھی	۱۴۸	ذکر انگ انگ کی کنجی	۱۵۷
مجلس (۱۷)	۱۴۹	بغیر کنجی داخلہ ممکن نہیں	۱۵۷
ذکر کا وسیع دائرہ	۱۴۹	فہم قرآن کی کنجی	۱۵۸
ذکر شریعت کا مغز ہے	۱۴۹	جسم کی کنجی	۱۵۸
ذکر عام اور خاص کا مفہوم	۱۵۰	انگ انگ کی کنجی	۱۵۹
ذکر صوری اور ذکر حقیقی	۱۵۰	انگ انگ پہ زنگ نہ چڑھ جائے	۱۵۹
ذکر کا اثر انگ انگ پر	۱۵۱	ذکر کی کنجی	۱۵۹
دل کے محراب کو درست کیجئے	۱۵۱	رحمتوں کی کنجی	۱۶۰
دل میں اصل تصویر کو دیکھئے	۱۵۲	دل مردہ پر قیامت ٹوٹ پڑی	۱۶۰

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
بوقت موت یہی کنجی کام آگئی	۱۶۱	رابعہ بصریہؒ اور ذکر/ شاہ عبدالرحیمؒ	۱۷۰
ابوزرعہ کلمہ پڑھتے ہوئے جوارِ رحمت میں	۱۶۱	حضرت گنگوہیؒ اور مولانا الیاسؒ	۱۷۰
بوقت موت طوطے کی ٹیں ٹیں	۱۶۲	سفر میں ذکر کا عجیب انداز	۱۷۱
بوقت موت اہل ذکر کا حال پُر بہار	۱۶۳	سفر میں ذکر کا انوکھا انداز	۱۷۱
کہیں زندگی کی یہ آخری شام نہ ہو!	۱۶۳	روزانہ دو لاکھ تسبیح	۱۷۲
یا وزن کلمہ کی تمنا	۱۶۴	حضرت امداد اللہؒ کا شاہ عبدالغنیؒ کو والہانہ ذکر کی تلقین	۱۷۲
یادِ الٰہی کے ساتھ تمنائے موت/ دست بکار دل بیار	۱۶۴	**مجلس (۲۰)**	۱۷۳
مجلس (۱۹)	۱۶۵	اہل علم اور ذکر...	۱۷۳
خاصانِ خدا اور ذکر	۱۶۵	نورِ نبوت کے امین	۱۷۳
کاشانۂ نبوت میں ذکر	۱۶۵	علماء حق اور علماء سوء	۱۷۳
حضرت موسیٰ، حضرت ہارون علیہما السلام کا ذکر	۱۶۵	عالم ربانی کون؟	۱۷۴
حضرت زکریا کو ذکر کی تلقین	۱۶۶	اپنے آپ کا جائزہ تو لیجیے	۱۷۴
حضرت امام مالکؒ اور ذکر	۱۶۷	غور و فکر کا مقام	۱۷۵
خلفائے اربعہ اور یاددہانی کی تدبیر	۱۶۷	کہیں جب الحزن کے مستحق تو نہیں	۱۷۵
امام ابوحنیفہؒ کا ذکر	۱۶۸	اکابر میں امیدِ رحمت بھی اور خوف بھی	۱۷۶
امام ابو یوسفؒ کو ذکر کی وصیت	۱۶۸	کہیں ہم بددینی کا ذریعہ نہ بن جائیں	۱۷۶
سامان خریدتے ہوئے بھی لذتِ ذکر	۱۶۹	لمحۂ فکریہ	۱۷۷
داؤد طائیؒ اور حضرت جرجانیؒ	۱۶۹	اکابر کے دل کس حدیث سے لرز گئے؟	۱۷۷
ابن حجرؒ اور ذکر	۱۶۹	کہیں ہم اس کے مصداق تو نہیں؟	۱۷۸

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
اہل علم فیض سے محروم کیوں؟	۱۷۸	مجلسِ ذکر پر پروانۂ مغفرت	۱۸۷
کہیں توفیق ذکر سلب تو نہیں؟	۱۷۹	حضرت معاذؓ کو مجلس ذکر کا شوق	۱۸۸
زبان پہ علم نبوت بھی اور غیبت و تحقیر بھی	۱۷۹	اگر مجلس میں جی نہ لگے	۱۸۸
حضرت شاہ وصی اللہؒ کی حسرت	۱۸۰	**مجلس (۲۲)**	۱۸۹
مجلس (۲۱)	۱۸۱	ذکر کے اجتماعی حلقے	۱۸۹
ذکر کے یہ پُرنور حلقے	۱۸۱	اکابر دیوبند اور مجالس ذکر	۱۸۹
مجلس ذکر کی اہمیت	۱۸۱	حضرت شیخ الاسلام اور ذکر	۱۸۹
مجلس ذکر کا ثبوت بھی اور فوائد بھی	۱۸۲	رائے پور میں شمع فروزاں	۱۹۰
فرشتوں کو تلاش ہے مجلس ذکر کی	۱۸۲	رائپور کی خانقاہ کا پرکیف منظر	۱۹۰
مجلس ذکر نے بدبختی سے بچالیا	۱۸۳	حضرت شیخ اور مجلسِ ذکر	۱۹۱
کیا ہی خوش نصیب ہیں مجلس ذکر کے متوالے	۱۸۳	مظاہرِ علوم میں مجلسِ ذکر	۱۹۱
مجلس تو ایسی کہ رب بھی فخر کرنے لگے	۱۸۳	مدارس سے فتنوں کا سدِ باب	۱۹۲
سید الابرار صلی اللہ علیہ وسلم بھی مجلس ذکر میں جلوہ افروز	۱۸۴	حضرت احمد علی لاہوریؒ اور مجلسِ ذکر	۱۹۲
حضرت عطاء کی نظر میں مجلس ذکر	۱۸۴	حضرت مدنیؒ کا ارشاد	۱۹۳
امام نووی اور مجلس ذکر	۱۸۵	حضرت لاہوری مجلس ذکر کی حدیث سناتے	۱۹۳
حضرت داؤدؑ اور مجلس ذکر	۱۸۵	حضرت لاہوریؒ کی ۳/ اہم دعا	۱۹۳
مجلس ذکر سرحد کی طرح	۱۸۶	ہر گھر مجلسِ ذکر بن جائے	۱۹۴
مجلس ذکر چمکتے ستارے کی طرح	۱۸۶	حضرت مولانا الیاسؒ اور اہتمام ذکر	۱۹۴
ذکر والا گھر روشن چراغ کی طرح	۱۸۷	مجلسِ ذکر سے دل کا غبار	۱۹۴

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
علم وذکر کے بغیر نکلنا کچھ بھی نہیں	۱۹۵	صحبت کی مثال	۲۰۶
خلوت میں ذکر، جلوت میں دعوت/ ہمارے پیر	۱۹۵	صحبت کے فائدے	۲۰۷
مجلس (۲۳)	۱۹۷	صحبت کے یہ فائدے کب؟	۲۰۷
صحبت اور روحانی سفر...	۱۹۷	مظہرِ جانِ جاناںؒ اور صحبت	۲۰۸
جسم وروح کے لیے، غذا، وٹامن، اور دوا	۱۹۷	صحبت حسن خاتمہ کا ذریعہ	۲۰۹
جسمانی اور روحانی سفر	۱۹۷	صحبت شیخ سے بدلتی زندگی	۲۰۹
روحانی سفر کے چار مقاصد	۱۹۸	صحبت کے بغیر۔۔	۲۱۰
روحانی سفر کے لیے عالم ربانی کون؟	۱۹۸	فیضان صحبت کے لئے ۲/ چیزیں	۲۱۱
ہم علما کے لیے لمحہ فکریہ	۱۹۹	حصول ولایت کے ۳/ نسخے	۲۱۱
کون کس کی صحبت میں گئے؟	۱۹۹	کس نیت سے جائیں؟	۲۱۱
ان کی نظر کس بات پہ تھی	۲۰۰	مٹنے کی نیت ہو نہ کہ عزت کی	۲۱۲
ان کو کس بات کا ڈر تھا؟	۲۰۱	**مجلس نمبر (۲۵)**	۲۱۳
مشائخ کی چار خوبی کس طرح آجائے	۲۰۲	باطنی امراض کا علاج	۲۱۳
مشائخ تین بنیادوں کے پیکر تھے	۲۰۳	باطنی امراض کا علاج فرض ہے	۲۱۳
معمولات کے وہ کس قدر پابند تھے	۲۰۳	احساس مرض کیوں نہیں؟	۲۱۳
مجلس (۲۴)	۲۰۵	باطنی گناہوں سے چھٹکارا کیسے ملے؟	۲۱۴
مشائخ اور صحبتِ صالحین	۲۰۵	ذکر کی روشنی سے عیوب کھلنے لگے	۲۱۴
صحبتِ صالحین	۲۰۵	صحبت سے عیوب دور ہونے لگے	۲۱۵
صحبتِ صالح فرض ہے	۲۰۶	دردِ دل کی تمنا	۲۱۶

عنوان	صفحہ
عجب وحسد کا پتہ چلنے لگا	۲۱۶
نفس وشیطان سے محفوظ کون؟	۲۱۷
ذکر سے نفس کی بے بسی	۲۱۷
نفس کی گرمی کا علاج	۲۱۸
ذکر الٰہی سے شیطان کی بیہوشی	۲۱۸
میرا پیر تو پولس ہے	۲۱۹
ترک ذکر پر کہیں عذاب نہ آجائے	۲۱۹
غیر اللہ کے خیال سے کیسے بچیں/ ناجنس سے بچیں	۲۲۰
مجلس (۲۶)	۲۲۱
وساوس کا علاج	۲۲۱
ذکر میں سب سے بڑی رکاوٹ	۲۲۱
شیطانی حملوں کا علاج	۲۲۱
نفس کا اسٹریس کیسے دور کریں؟	۲۲۲
کعبہ کی حفاظت کنکری کی ضرب سے	۲۲۳
وسوسہ سے نجات کا طریقہ	۲۲۴
نجات کا دوسرا طریقہ	۲۲۴
وسوسہ سے بچنے کی چند اور تدبیریں	۲۲۴
قرآن کا آخری پیغام	۲۲۵
پہلے وسوسہ پھر یکسوئی	۲۲۵

عنوان	صفحہ
جب تک دل پر ذکر کا سورج نہ ہو	۲۲۶
تجلی ہے مہمان، ہم ہیں میزبان	۲۲۷
ذکر کے بغیر، دل کہیں سوکھ نہ جائے	۲۲۷
عقل ودانش کی پہچان	۲۲۸
نقش ہے سب ناتمام خون جگر کے بغیر	۲۲۸
مجلس (۲۷)	۲۲۹
فکر کی گندگی کا علاج	۲۲۹
فکر کی گندگی کے شکوے ہی شکوے	۲۲۹
دماغ ایک مشین کی طرح	۲۳۰
دماغ ایک چوراہے کی طرح	۲۳۰
فکر کی گندگی ایک سنگین پوائزن	۲۳۰
حرم اور عرفات میں بھی شیطانی حملہ	۲۳۰
گندی فکر سے بچنے کی تدبیر	۲۳۱
ذاکر کی پریشانی اور علاج	۲۳۱
فکر کی گندگی مچھر کی طرح	۲۳۱
حضرت سلیمانؑ کے دربار میں مچھر کی فریاد	۲۳۲
شیطانی حملہ کس پر زیادہ	۲۳۲
جنرل ذکر توپ کی طرح	۲۳۳
ذکر کے ہتھیار سے مار بھگاؤ	۲۳۳

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۲۴۲	شیطان نورِ قلب سے ڈرتا ہے	۲۳۳	خلاصۂ قرآن ۔۔۔۔ اللہ اللہ
۲۴۲	دل کی ویرانی اور تباہی	۲۳۴	وسوسوں کے ہجوم سے مایوس نہ ہوئیے!!
۲۴۲	شیطان سے حفاظت کا قلعہ	۲۳۵	میان عاشق ومعشوق رمزیست
۲۴۳	ذکر سے محرومی شیطان کا ایک حربہ	۲۳۵	شبلی کے خون کا قطرہ
۲۴۳	حضرت جنیدؒ کے ایک مرید کا برا حال	۲۳۶	کہیں دم نہ گھٹ جائے
۲۴۴	کہیں کیفیت نہ سلب ہو جائے/مجلس ذکر کا مقصد	۲۳۷	**مجلس (۲۸)**
۲۴۵	**مجلس (۲۹)**	۲۳۷	شیطانی حملوں سے بچاؤ کی تدبیر
۲۴۵	کلمات ذکر اور مضامین عشرہ (۱)...	۲۳۷	شیطان ابدی دشمن
۲۴۵	کلماتِ ذکر کی اہمیت	۲۳۷	شیطان کا پہلا حملہ
۲۴۵	کلماتِ ذکر کا لُبِّ لباب	۲۳۸	ہمارا دل کہیں گیند نہ بن جائے
۲۴۶	سالکین کی تین قسمیں ہیں	۲۳۸	دل کہیں شیطان کا بسیرا نہ بن جائے
۲۴۷	اہل علم کے لئے لمحہ فکریہ	۲۳۸	ہمارا دل غفلت کدہ نہ بن جائے
۲۴۷	ذکر کے الفاظ مختلف کیوں؟	۲۳۹	کہیں شیطان مسلط نہ کردے
۲۴۸	کلماتِ عشرہ کی مختصر تشریح	۲۳۹	کعبہ یا مطاف ہو، پھر بھی شیطانی حملہ
۲۴۸	۱، ۲: تسبیح وتحمید	۲۴۰	ہتھیار سے لیس رہئے
۲۴۸	فضیلت اور اجر وثواب	۲۴۰	کونسا ذکر حفاظت کا ذریعہ
۲۴۹	تسبیح وتحمید پر اس قدر ثواب کی حکمت	۲۴۱	حفاظت کے دو ہتھیار
۲۴۹	ثبوتی اور سلبی صفات	۲۴۱	ذاکر پرندہ کی طرح ہے
۲۵۰	ان دونوں میں افضل کون؟	۲۴۱	ذکر اُجالے کی طرح، شیطان اندھیرے کی طرح

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
۳/تہلیل	۲۵۰	خلاصہ کلام	۲۵۸
کلمہ توحید کی فضیلت	۲۵۱	سالکین کی ایک غلط فہمی	۲۵۸
کلمہ طیبہ زمین وآسمان سے وزنی کس طرح؟	۲۵۱	ذکر سے غفلت موجبِ حسرت	۲۵۸
۴/کلماتِ تکبیر	۲۵۱	ذکر وشغل کو اپنایئے	۲۵۹
حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اس امت کو سلام	۲۵۲	امام غزالیؒ کا فرمان	۲۵۹
مجلس (۳۰)	۲۵۳	ذکر ایک عجیب دولت ہے	۲۶۰
کلمات ذکر اور مضامین عشرہ (۲)...	۲۵۳	حضرت شیخ کی نظر میں خلاصہ بخاری	۲۶۰
۵/استغفار	۲۵۳	**ضمیمہ**	۲۶۱
اسبابِ مغفرت تین ہیں	۲۵۳	مجلس ذکر کی ایک جھلک	۲۶۲
دوسرا سبب فیض ملکوتی	۲۵۴	ذکر پر مشتمل کتابیں	۲۶۳
تیسرا سبب مدد روحانی	۲۵۴	ذکر پر مشتمل آیات واحادیث	۲۶۳
سید الاستغفار	۲۵۴	سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے وظائف	۲۹۰
۶/تعوذ ودعا	۲۵۵	ختم خواجگان	۲۹۱
۷/بسملہ اور اسماء الحسنیٰ	۲۵۵	شجرۂ طیبہ (سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ)	۲۹۲
کس نیت سے پڑھیں؟	۲۵۶		
بسملہ کا اہم مقصد	۲۵۶		
۸/کلماتِ حوقلہ اور توکل	۲۵۶		
۹/تسلیم ورضا اور نیازمندی	۲۵۷		
۱۰/درود پاک، صلوۃ وسلام	۲۵۷		

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

کلمات پُرنور

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اللہ تبارک وتعالی کے مبارک نام میں جو برکت، حلاوت، لذت اور سکون قلب ہے، وہ کسی ایسے شخص سے پوشیدہ نہیں جو مجالس ذکر میں اس مبارک نام کی رٹ لگا چکا ہو، اور ایک زمانہ تک اس کو حرزِ جان بنا چکا ہو، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: **الا بذکر اللہ تطمئن القلوب** [الرعد:۲۸]۔ یادرکھو کہ صرف اللہ کا ذکر ہی وہ چیز ہے جس سے دلوں کو اطمینان نصیب ہوتا ہے۔

احادیث کریمہ میں ذکر میں مشغول جماعت کے بے شمار فضائل ہیں، مثلاً فرشتے اس جماعت کو سب طرف سے گھیر لیتے ہیں، رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے، سکینہ ان پر نازل ہوتی ہے، اور اللہ تعالی شانہ ان کا تذکرہ اپنی مجلس میں (تفاخر کے طور پر) کرتے ہیں، وغیرہ وغیرہ۔

مجالس ذکر کی فضیلت مختلف عنوانات سے بہت سی احادیث میں وارد ہوئی ہے، ایک حدیث میں وارد ہے کہ افضل ترین رباط نماز ہے اور ذکر کی مجالس۔ رباط کہتے ہیں دار الاسلام کی سرحد کی حفاظت کرنے کو، تاکہ کفار اس طرف سے حملہ نہ کریں۔ (فضائل ذکر: ۳۵۳)

ذکر کی حلاوت ومٹھاس جب دل میں گھر کر جاتی ہے تو روحانی طور پر بڑی ترقی ہوتی ہے، رفتہ رفتہ ایسا بندہ ذکر خدا میں فنا ہوجاتا ہے اور اس کی حالت یہ ہوتی ہے۔

نور میں ہو یا نار میں رہنا — ہر دم ذکرِ یار میں رہنا
چند جھونکے خزاں کے سہہ لو — پھر ہمیشہ بہار میں رہنا

زیرِ نظر کتاب ''ذکر کے پرنور حلقے'' اسی سلسلہ کی اہم کڑی ہے، جسے محترم ومکرم مولانا مفتی محمد انعام الحق قاسمی صاحب زید مجدہم (استاذ حدیث و فقہ دار العلوم ہدایت الاسلام عالیپور) نے اپنی مختلف مجالس ذکر کی یادداشت ڈائری کی روشنی میں مرتب فرمایا ہے۔ یہ کل تیس مجالس کا جامع ودلچسپ مرقع ہے، اس راہ کے رہرو اگر روزانہ ایک مجلس ذکر کا بھی مطالعہ کرلیں تو ہر ماہ کتاب کے مضامین یادداشت اور دل ودماغ میں تازہ رہیں گے، جس سے ان شاء اللہ بڑا فائدہ ہوگا۔ نوجوان طبقہ موصوف کی مجالس ذکر میں حاضری دیتا ہے، جو ایک خوش آئین بات ہے۔

دل سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالی موصوف کی مجالس ذکر سے لوگوں کو زیادہ سے زیادہ فائدہ ہو، اور اس کے فیض کو عام وتام فرمائے، اور اس خدمت کو شرف قبولیت عطا فرما کر مفتی صاحب کو اس نوع کی مزید خدمات علمیہ ودینیہ کے لئے موفَّق فرمائے، آمین۔

(حضرت مولانا مفتی) احمد خانپوری (صاحب دامت برکاتہم)
(شیخ الحدیث وسابق صدر مفتی جامعہ تعلیم الدین ڈابھیل)

۲۹ / ربیع الاول ۱۴۴۲ھ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

کلمات بابرکت

حضرت مولانا مفتی انعام الحق صاحب مدظلہ العالی سے تعارف وتعلق کئی سال سے ہے، اللہ تعالی ان سے تدریس وتزکیہ وتربیت کے ذریعہ اپنے فیضان کا کام لے رہا ہے، جس کو احقر سنتا رہا اور براہِ راست ملاقات کا اشتیاق رہا۔

اللہ تعالی نے آج اس کا موقعہ میسر کیا اور زیارت وملاقات اور براہ راست استفادہ کا شرف حاصل ہوا، یہاں آکر حضرت مولانا کی وقیع ووسیع خدمات کا علم ہوا، جو مزید تاثر کا باعث ہوا۔

دار العلوم ہدایت الاسلام، عالیپور گجرات میں تدریسی خدمات کے علاوہ مولانا سے اللہ تعالی تزکیۂ نفس وتربیت کا جو کام لے رہے ہیں، اس کی شہرت اور فیض دور دور تک ہے، مختلف علاقے مستفید ہورہے ہیں۔

مولانا کے روحانی وتربیتی فیض کے سلسلہ کی ایک کڑی یہ مجموعہ ہے، جو ''ذکر کے پرنور حلقے'' کے نام سے موسوم ہے، جو حضرت مولانا کی تیس مجالس ذکر میں بیان کردہ ان مضامین پر مشتمل ہے جو ان مجالس میں مولانا تمہیداً، ترغیباً وتذکیراً بیان فرمایا کرتے ہیں، ایک مجلس میں احقر بھی مستفید ہوا۔

یہ بڑا مفید ونفع بخش مجموعہ ہے، ہر مجلس نفیس مضامین پر فقرہ وار وعنوانات سے مزین ہے، مضامین باحوالہ وباستناد بھی ہیں، بالخصوص روایات یہ بڑی اہم بات ہے، تذکیری و صوفیانہ مضامین عموما ایسے حوالوں سے خالی ہوتے ہیں، مولانا نے اپنے علمی مزاج واشتغال کی وجہ سے اس کا اہتمام فرمایا ہے، حق تعالی مولانا کو جزائے خیر عطا فرمائے، اور ان مجالس کو اور ان کے منافع کو دیر پا بنائے۔

(حضرت مولانا مفتی) محمد عبید اللہ الاسعدی

شیخ الحدیث وصدر مفتی جامعہ عربیہ، ہتھوڑا، باندہ، یو، پی

اللّٰہ اللّٰہ اللّٰہ

پیش لفظ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم، امابعد!

دین اسلام کا یہ حسن ہے کہ کامل بھی ہے مکمل بھی، جامع بھی ہے ہمہ گیر بھی، بندگی کی ہر ادا بھی ہے، نیازمندی کی شاہراہ بھی، ہر عمل اگر جمال خداوندی کا شاہکار ہے تو عبدیت وفنائیت کا مظہر بھی، انہیں اعمال میں ایک عمل ''ذکر خدا'' ہے، جس سے انابت الٰہی، معرفت ربانی، قرب یزدانی، رحمت خداوندی، حیات قلبی، غذائے روحانی، اور نور زندگی حاصل ہوتا ہے، یہی ذکر شفائے دل بھی ہے دوائے دل بھی، یہی ذکر رأس الشکر بھی ہے روح کائنات بھی، یہی ذکر خلاصۂ شریعت بھی ہے محبت الٰہی کی بنیاد بھی، یہی ذکر موجب رحمت بھی ہے سعادت ونجاح کا مدار بھی، ذکر کی ان تمام تر امتیازی خوبیوں کے باوجود ہم میں جس قدر دلچسپی، شوق ورغبت اور دوام واستقامت ہونی چاہئے، وہ نہیں، بلکہ ذکر کے نفل ہونے کا تصور ذہن ودماغ پر ایسا چھایا کہ اس کے فوائد وبرکات بھی ذہن ودماغ سے اوجھل ہوگئے، اور ثمرات وبرکات سے ہم محروم ہوگئے، جبکہ انبیائے کرامؑ ہوں یا صحابہ، تابعین ہوں یا محدثین، ائمہ کرام ہوں یا صالحین، اہل تقوی ہوں یا مشائخ، ہر دور، ہر زمانہ میں ذکر کو اکبر عمل، انفع عمل سمجھتے بھی رہے، اور پابندی کے ساتھ ذکر کرتے بھی رہے، اور اس کے فوائد وبرکات سے دلوں کو آباد کرتے رہے، جبکہ آج دلوں کی بربادی کے اسباب بے شمار ہو چکے ہیں، دلوں کی ویرانی کے ان گنت راستے کھل چکے ہیں، ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ دل کی دوا ''ذکر الٰہی'' کی پابندی کی جاتی، اسے حرز جاں بنایا جاتا، مگر ایسا

نہیں ! تاہم کچھ خاصان خدا اب بھی ایسے ہیں جو ذکر الٰہی کی مجلسیں منعقد کرتے ہیں اور بندگانِ خدا کو ذکر کا شوق اور رغبت دلا کر ذکر سکھلاتے بھی ہیں، اور کراتے بھی ہیں۔

یہ عاجز بھی بڑوں کے حکم اور ان کے نقش قدم کی اتباع میں دین کی باتیں بندگان خدا کو کچھ کچھ پہنچاتا رہتا ہے، رمضان ہو یا غیر رمضان مجلس ذکر کے عنوان سے مختلف مقامات پر، مجالس منعقد ہوتی رہیں، ان میں شوق و رغبت پیدا کرنے کے لئے ذکر و صحبت سے متعلق کچھ باتیں بھی عرض کرنے کا موقعہ ملتا رہا، اور اجتماعی ذکر و مراقبہ کرانے کی سعادت بھی ملتی رہی۔

انہیں مجالس کو اپنی یادداشت ڈائری کو سامنے رکھ کر مزید کچھ اضافوں کے ساتھ ترتیب دینے کی ادنی کوشش کی ہے، تاکہ سالکین کے ساتھ ساتھ اس عاجز کو بھی فائدہ پہنچے، اللہ رب العزت دوامِ ذکر کی دولت سے سرفراز فرمائے، تادمِ حیات قلب و زبان کو ذکر کی حلاوت سے ترو تازہ رکھے، ذکر کی دنیوی اور اخروی برکات وثمرات سے محظوظ فرمائے، اس کاوش کو قبول فرما کر اپنی رضا، سایہ عرش اور دخول جنت کا ذریعہ بنائے، آمین یارب العالمین۔

(مفتی) محمد انعام الحق قاسمی، نقشبندی

خادم الحدیث والافتاء دارالعلوم ہدایت الاسلام، عالیپور
نوساری، گجرات (ہند)
۱۲ ربیع الاول ۱۴۴۲ھ

مجلس《۱》

روحِ کائنات

الحمد للہ و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد۔
اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم ،وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ۞ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ ۔صدق اللہ العظیم سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون و سلام علی المرسلین و الحمد للہ رب العالمین۔

اللھم صل علی سیدنا محمد و علی آل سیدنا محمد و بارک و سلم۔

ذکر روحِ کائنات بھی ،روحِ شریعت بھی

محترم احباب: جس طرح انسانی جسم کا دارومدار ،روح پر ہے، اسی طرح کائنات کا دارومدار اور اس کی بقا بھی روح پر ہے ، اگر کائنات سے روح نکل جائے تو دنیا فنا ہو جائے ، زمین و آسمان زیر و زبر ہو جائے ، کارخانۂ کائنات اتھل پتھل ہو جائے ،تو وہ روح ، جو کائنات کو تھامے ہوئے ہے ،اور جس سے ذرہ ذرہ کی بقا ہے ، وہ روح ''ذکر الٰہی'' ہے ، اللہ اللہ ہے ، ارشادِ نبوی ہے: لَاتَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يُقَالَ اللّٰهُ۔اللّٰهُ

اسی طرح شریعت کی بھی ایک روح ہے، اگر اعمال و احکام سے روح نکل جائے تو عبادت عبادت نہ رہے ، بلکہ عادت بن جائے ، اطاعت ، اطاعت نہ رہے ، بلکہ رسم و روایت بن جائے ، تو شریعت کی روح یادِ الٰہی ہے ، گویا جس طرح روح کائنات پر نظام کائنات جاری ہے ، اسی طرح روح عبادت پر عبادت کی قبولیت اور اجر و ثواب کا مدار ہے ، اس لیے روح شریعت کو

حاصل کرنے اور روح عبادت کو بلند و بالا کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ذکر کی پابندی کی جائے تا کہ شریعت کے ہر حکم پر عمل کرتے ہوئے روح عمل حاصل ہو، بے جان بے روح عمل نہ رہے۔

ذکر اجزاءِ عالم کی روح ہے

ذکر کائناتِ عالم کی روح، بلکہ اجزائے عالم کی روح ہے، یعنی کائنات کی جتنی چیزیں اور جتنے اجزاء ہیں (مثلاً: آسمان و زمین، پہاڑ و درخت) ہر ہر جزء کی روح ذکر الٰہی ہے اور چوں کہ انسان بھی اسی عالم کا ایک اہم جزو ہے، اس لیے حیاتِ انسانی اور بقاء زندگی کی روح بھی ذکر اللہ ہی ہوگی، لہٰذا اگر روح یعنی ذکر نہ ہو تو انسان مردہ کہلانے کے لائق ہے، اسی بنا پر حدیث میں ذکر نہ کرنے والے کو مردہ سے تعبیر کیا گیا، کسی نے کیا خوب کہا ہے:

مجھے یہ ڈر ہے دل زندہ تو نہ مر جائے کہ زندگانی عبارت ہے تیرے جینے سے

تو جب حیات انسانی کا اصل مدار، ذکر الٰہی ہے تو پھر اس کو چھوڑنا معمولی سمجھنا، چھوٹے چھوٹے بہانے پر ناغہ کر دینا یہ کہاں کی عقلمندی اور ہوشمندی ہوگی؟

ہر ایک مخلوق کا تعلق ذاکرانہ بھی عارفانہ بھی

رب کریم کی قدرت میں سب کچھ ہے، نباتات ہوں، یا جمادات، حیوانات ہوں یا انسان، ہر ایک کی شان کے مطابق اس نے الگ الگ صلاحیتیں رکھی ہیں، ہر مخلوق میں کسی نہ کسی درجے سمجھ بوجھ، فہم و ادراک اور شعور کا مادہ رکھا ہے۔ وہ مخلوق اپنی صلاحیت کے مطابق اپنی ضرورت و ذمہ داری کو محسوس کرتی ہے، اسی بنا پر ارشادِ ربانی ہے: كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهُ وَتَسْبِيحَهُ، وَإِنْ مِّنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ وَلَٰكِنْ لَّا تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ، لہٰذا جب ہر مخلوق ذکر و عبادت میں ہے تو ہر ایک کا ربط و تعلق خدا تعالیٰ سے ذاکرانہ بھی ہوا، ساجدانہ بھی، عارفانہ بھی ہوا اور نیازمندانہ بھی، غرض جب عام مخلوق کا یہ ربط و تعلق ربِ کریم سے اس طرح کا ہے تو پھر انسان کا ربط و تعلق ساجدانہ، ذاکرانہ، عارفانہ، نیازمندانہ اور عاشقانہ ضرور ہونا چاہیے۔ اور یہ اسی وقت ہوگا جب کہ ذکر

ہو یا سجدہ، تلاوت ہو یا کوئی بھی عمل، معرفت ومعیت اور حضوری کی کیفیت کے ساتھ ہو، اور یہ دولت عام طور پر دو چیزوں سے بہت جلد حاصل ہوتی ہے ایک ہے ذکر کثیر، اور ایک ہے صحبتِ شیخ۔

ہر مخلوق کے ذکر و عبادت کا انداز

ہر مخلوق اللہ کی عبادت میں اپنے اپنے طور پر مشغول ہے عارفین فرماتے ہیں کہ درخت قیام کی حالت میں، چوپائے رکوع کی حالت میں کیڑے مکوڑے سجدے کی حالت میں، اور پہاڑ التحیات کی حالت میں محوِ عبادت ہے، گویا ہر مخلوق کسی نہ کسی حالت میں سربسجود ہے، جبکہ اللہ رب العزت نے انسانوں کو ایک ایسی عبادت عطا فرمائی ہے جو ہر مخلوق کی عبادت کا جامع ہے ،جس میں چاروں حالتیں موجود ہیں،

نماز چار حالت اور ۶ ؍ذکر پر مشتمل

نماز کی ابتدا سے لے کر اس کے اختتام تک اگر غور کریں تو نماز چار حالتوں اور چھ ذکر پر مشتمل نظر آتی ہے، چنانچہ قیام، رکوع، سجدہ اور قاعدہ یہ چار حالتیں ہیں اور نماز میں تلاوت بھی ہے، تسبیح بھی، تحمید بھی ہے، استغفار بھی، دعا بھی ہے درود شریف بھی، اس طرح نماز میں ۶ ؍طرح کا ذکر پایا جاتا ہے، گویا نماز دس عبادتوں کا مجموعہ ہے، عارفین فرماتے ہیں کہ نماز کے اندر عبادات کے یہ دس انداز فرشتوں کی عبادت کے مشابہ ہے، وہ اس طرح کہ فرشتوں کے دس گروہ ہیں اور ہر گروہ دس ہزار پر مشتمل ہے، اور ہر فرشتہ عبادت کے ان دس طریقوں میں سے کسی نہ کسی طریقے میں مشغول ہے گویا نماز کی دو رکعت میں تمام وہ عبادتیں جمع ہو گئیں جو ایک لاکھ فرشتوں پر مشتمل ہے (اپنی اصلاح کا مکمل نصاب: ۷۷)

نماز کی ابتدا بھی ذکر اور انتہا بھی

نماز کی ابتدا اور نماز کی انتہا دونوں ذکر پر مشتمل ہے، ’’وَ ذَکَرَ اسْمَ رَبِّہٖ فَصَلّٰی‘‘ کے

پیش نظر اللہ اکبر سے ابتدا ہوتی ہے، اور فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ، کے پیش نظر اگرچہ نمازِ جمعہ سے فارغ ہو کر ذکر کرنے کا حکم ہے تاہم اس سے پتہ چلتا ہے کہ نمازِ جمعہ کے علاوہ بھی دیگر نمازوں کے بعد ذکر الٰہی ہونا چاہیے۔

ذکر کثیر کا حکم کیوں؟

جب ذکر روح کائنات، روح عالم، روح قلب اور روح عمل ہے بلکہ اسی ذکر سے قلبی نورانیت، معیت الٰہی، قرب ربانی، رقتِ قلبی معرفت خداوندی حاصل ہوتی ہے۔ مقام احسان اور حضوری کی شان آتی ہے، قساوتِ قلبی اور دل کی ظلمت دور ہوتی ہے تو پھر اس قدر عظیم فوائد کے پیش نظر، ذکر کثیر کا حکم ہونا ہی عقل ودانش کا تقاضا ہے اسی لیے قرآن کریم میں يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا کہا گیا اور ہر اہم حکم کے بعد ذکر کی تلقین کی گئی۔

ذکر افضل الاعمال کیوں؟

ذکر روح کائنات، روح قلب اور روح عمل ہے، بلکہ روح شریعت بھی، تو جو ہر چیز کی روح ہو اسی کو افضل العمل اور خیر العمل ہونا چاہیے نہ کہ کسی اور عمل کو، اس سے یہ سوال حل ہو گیا کہ احکام واعمال میں اس کو افضل عمل کیوں کر کہا گیا۔

ذکر قلبی افضل کیوں؟

ذکر قلبی، جس کو ذکر خامل، اور ذکر سری بھی کہتے ہیں، اس کا درجہ ذکر لسانی سے بلند وبالا ہے، چنانچہ حدیث پاک میں ہے اُذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا خَامِلًا، فَقِيْلَ: مَا الذِّكْرُ الْخَامِلُ، قَالَ: اَلذِّكْرُ الْخَفِيُّ (کتاب الزھد والرقاق، رقم الحدیث: ۱۵۵) بلکہ ایک روایت کے مطابق ذکر قلبی ستر درجہ افضل ہے (مسند ابویعلی، رقم الحدیث: ۴۷۳۸)

کیونکہ ذکر قلبی کا اثر ذکر لسانی سے کہیں افضل اور قوی ہے، اور اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ قلب جب ذاکر اور جاری ہو جاتا ہے، تو موت تک جاری رہتا ہے، کسی مرض یا عذر سے ذکر بند نہیں ہوتا، جب کہ زبان پر اگر فالج ہو جائے، تو زبان سے ذکر بند ہو جاتا ہے، کھاتے ہوئے زبان سے ذکر مشکل ہے، جب کہ دل ہے جو اپنا کام ہر دم کرتا رہتا ہے۔

ذکر قلبی انجکشن کی طرح

مراقبے کو اینٹی بایوٹک اور ذکر قلبی کو انجکشن کہا گیا ہے، جسمانی بیماری میں یا تو ٹیبلیٹ یا سیرپ دیتے ہیں، یا پھر انجکشن، ٹیبلیٹ پہلے معدے تک جاتی ہے پھر اس کی تاثیر مرض کی جگہ پر پہنچتی ہے، جب کہ انجکشن کا اثر فوراً مرض کی جگہ ہوتا ہے، اسی طرح مراقبہ اور ذکر قلبی کا فوراً اثر ذاکر کے دل پر پڑتا ہے یہی وجہ ہے کہ اس کے حالات جلد بدلتے نظر آتے ہیں، کسی کا قول ہے: ذِكْرُ اللِّسَانِ حَسَنَاتٌ وَذِكْرُ الْقَلْبِ قُرُبَاتٌ یعنی زبانی ذکر تو نیکیوں کا ذریعہ ہے، البتہ قلب کا ذکر قرب الٰہی کا راستہ ہے، شیخ ابو الحسن واسطیؒ فرماتے تھے: ذِكْرُ اللّٰهِ بِاللِّسَانِ يُوْرِثُ الدَّرَجَاتِ وَذِكْرُهُ بِالْقَلْبِ يُوْرِثُ الْقُرُبَاتَ یعنی زبان سے ذکر الٰہی درجات و بلندی کا ذریعہ ہے اور قلب سے ذکر الٰہی وصل الٰہی اور قرب ربانی کا راستہ۔ (طبقات الصوفیہ للسلمی: ۱/۱۰۸)

ذکر ہر نعمت سے ہزار درجہ بہتر

ذکر کے فوائد و برکات اگر دل میں رچ بس نہ سکیں، شوق ذکر ابھر نہ سکے، بلکہ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ کے پیش نظر دھوکے کی دنیا میں گم ہو کر رہ جائے اور جذبہ ذکر ماند پڑ جائے تو پھر آخرت میں حسرت کے ساتھ یہ حقیقت کھل جائے گی، حضرت علیؓ کا قول ہے کہ دنیاوی تمام تر نعمتوں پر ایک نظر ڈالیں تو اس کا نچوڑ مندرجہ ذیل ہوگا:

(۱) عمدہ کھانا اور پینا، مگر ان دونوں کا انجام پائخانہ پیشاب کے سوا کچھ نہیں۔

(۲) عمدہ کپڑا، مگر انجام پرانا ہو کر پھٹ جانا۔

(۳) عورت، مگر انجام کبھی نہ کبھی جدا ہو جانا۔

(۴) مکان، مگر انجام کبھی نہ کبھی ویرانہ ہو جانا۔

(۵) عزت وشہرت، مگر انجام کبھی رسوا ہو جانا۔

مگر ذکر الٰہی ایسی نعمت ہے، جس کی لذت بے مثال، جس کی حلاوت میں دوام، جس کے اجر وثواب میں قرار، اور جس کے انعام واکرام میں زوال وفنا نہیں، تو پھر خود فیصلہ کریں کہ جن چیزوں کا انجام زوال وفنا ہو، اس کے لیے زیادہ محنت کی جائے یا اس پر محنت ہو جس کا فائدہ دائمی ہے۔

جسے حقیقتِ زندگی نصیب ہو جائے

زندگی کا ہر لمحہ برف کی طرح ہے، جو چپکے چپکے دھیمے دھیمے برف کی طرح پگھل رہا ہے، خواجہ صاحب نے کیا عجیب انداز میں کہا:

ہو رہی ہے عمر مثل برف کم　　　رفتہ رفتہ چپکے چپکے دم بدم

زندگی پانی کے بلبلے کی طرح ہے جس میں قرار نہیں، زندگی چھاؤں کی طرح ہے جس میں ٹھہراؤ نہیں بلکہ جو آیا ہے وہ جانے کے لیے ہی آیا، اسی لیے کسی بندۂ خدا نے ہمیں کیا عبرت دلائی ہے

غنیمت جان لو مل بیٹھنے کو　　　جدائی کی گھڑی سر پر کھڑی ہے

غنیمت سمجھ زندگی کی بہار　　　آنا نہ ہوگا یہاں بار بار

جب فانی زندگی میں نہ ٹھہراؤ ہے نہ قرار، تو پھر اس زندگی کی حقیقت کیا ہے؟ اہل نسبت اور مشائخ نے فرمایا: جو لمحہ اور سانس ذکر کے ساتھ گذرتا ہے، وہی حقیقت میں زندگانی ہے، گویا حقیقتِ زندگی اگر حاصل کرنی ہو تو یاد الٰہی کے ذریعے لمحات زندگی کو روشن کرنا ہوگا، اور ہر لمحہ کو ذکر سے منور کرنا ہوگا، ورنہ آخرت میں ذکر سے خالی رہنے والا لمحہ حسرت کا ذریعہ بنے گا۔

قلب پر نور کی بارش کس طرح

بیعت ہونے کے بعد زندگی میں تبدیلی اور دلوں کی دنیا بدلنے کے لیے سالکین کے

واسطے، اسباق کی پابندی نہایت ضروری ہے، بطور خاص ذکرِ جہری یا مراقبہ ازحد ضروری ہے اس کے بغیر سلسلہ کی ترقی نصیب نہیں ہوسکتی ، اسی بنا پر ذکر کثیر، ذکرِ جہری اور مراقبہ کو روحانی بیماری کے لیے تریاق، اور کیمکل کہا گیا ہے کہ جس سے دل کی بیماریاں ختم ہوتی ہیں، قلب پرنور، فیض اور رحمت اس کے بغیر اترنہیں سکتی، اسی لیے مشائخ نے فرمایا کہ "مَنۡ لَا وِرۡدَ لَہٗ لَا وَارِدَ لَہٗ"

کہ جس شخص میں اپنے اسباق ومعمولات کی پابندی نہیں ،اس پر واردات یعنی انوارات وتجلیات، کا ورود بھی نہیں گویا ذکرومراقبےاور معمولات کی پابندی سے یہ دولت نصیب ہوتی ہے، لہذا جب تک دل کو دل کی غذا نہ ملے، دل انوارات وفیوض کیسے جذب کرسکے گا؟ اگر ہم چاہتے ہیں کہ دل پر تجلیاتِ الٰہیہ ، انوارات ربانیہ کا ورود ہوتا رہے، دل روشن رہے تو پھر اس کی غذا یعنی معمولات کو؛ پابندی، جذب وشوق اور فیضان الٰہی کی امیدوں کے ساتھ کرنا ہوگا۔

معمولات کی اگر توفیق مل جائے؟

جس طرح ہدایت کا سرا رب کریم کے قبضۂ قدرت میں ہے، اس کی مرضی کے بغیر ہدایت نہیں مل سکتی ، اسی طرح ذکرِ کثیر اور معمولات کی پابندی کی توفیق بھی رب کریم کے قبضۂ قدرت میں ہے، جس طرح صراط مستقیم پر چلنے کی دعا سکھلائی گئی ، اسی طرح ذکر کثیر اور معمولات کی پابندی کی توفیق بھی مانگتے رہنا چاہیے، تمنا بنا کر، دل کی دیرینہ آرزو بنا کر عاجزانہ انداز میں اگر مانگتے رہیں گے تو ان شاء اللہ لمبے لمبے وقفے تک ذکر کی توفیق ہوتی رہے گی۔

معمولات سے راہِ شریعت آسان

اللہ کی نعمتوں میں سب سے اہم نعمت، شریعتِ محمدیہ ہے، شریعت کے تمام احکام واعمال پر مداومت اور پابندی سے عمل کرنا مطلوب بھی ہے، محبوب وپسندیدہ بھی ، مداومت اور پابندی کی صفت، کس طرح پیدا ہو، شریعت وسنت پر عمل کرنا کس طرح سہل اور آسان ہو، اس کا ایک مجرب طریقہ: معمولات اور ذکرواذکار کو والہانہ انداز میں کرتے رہنا ہے، اور یہ تو ہر نیک

عمل کی خوبی بھی ہے، کہ اس سے دیگر اعمال میں سہولت پیدا ہوتی ہے، چنانچہ ارشادِ ربانی ہے:
فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَ اتَّقٰی وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلْیُسْرٰی۔

ذکر کا طریقہ بھی الہامی ہے

اللہ رب العزت کے احکام حاکمانہ بھی ہیں، اور حکیمانہ بھی، اس کی شان محبت ہے کہ احکام بھی دیئے، احکام پر چلنے کے راستے بھی، بلکہ عمل کر کے دکھلانے والے نبی رحمت بھی دئے، کسی بھی حکم کو لیجیے ابتدا سے لے کر انتہا تک اس کا ہر گوشہ نبوی رہنمائی سے روشن ہوگا، نماز ہو یا روزہ، حج ہو یا زکوۃ جنازہ ہو یا تدفین، ہر ایک کی عملی شکل آپ ﷺ نے کر کے دکھلائی، اسی طرح اللہ نے جابجا ذکر کا حکم بھی دیا، اور طریقۂ ذکر کی رہنمائی بھی کردی، چنانچہ ارشاد ربانی ہے: وَاذْکُرُوْہُ کَمَا ھَدَاکُمْ خدا کو اس طرح یاد کرو جس طرح اس نے بتلایا ہے ایک مقام پر اس کی تشریح کردی کہ وَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ کہ ذکر کرو خوب کرو زیادہ سے زیادہ کرو کم اور قلیل مقدار میں نہ کرو کیوں کہ قلیل مقدار میں ذکر کرنا یہ مومن کی شان نہیں، یہ تو منافقانہ انداز ہے، وَلَا یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ اِلَّا قَلِیْلًا۔

لہذا جب ذکر کثیر مطلوب ہے، تو اس میں سستی کرنا، یہ دانشمندی نہیں، اسی بنیاد پر یحی ابن کثیر کا قول ہے کہ لَا یُسْتَطَاعُ الْعِلْمُ بِرَاحَۃِ الْجِسْمِ کہ جسمانی راحت بھی رہے اور علم کی شمعیں بھی آتی رہیں یہ نہیں ہوسکتا اسی طرح غفلت بھی رہے، سستی بھی رہے اور ذکر کی تجلی بھی آتی رہے یہ نہیں ہوسکتا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں شوق و رغبت اور مداومت کے ساتھ ذکر کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور جب تک اعتکاف کے ماحول میں ہیں وقوف قلبی کے ساتھ وقت گذارنے کی فکر نصیب فرمائے، تھوڑی دیر کے لئے تمام ہی احباب آنکھوں کو بند کرلیں اور اللہ کی یاد میں یکسو ہوکر مراقبہ میں بیٹھ جائیں۔

مجلس《۲》

ذکر کی قوت تاثیر

الحمد للہ و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد۔

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم، بسم اللہ الرحمن الرحیم، اِنَّمَا الْمُؤمِنُونَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْھِمْ اٰیَاتُہٗ زَادَتْھُمْ اِیْمَانًا وَعَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ۔ (انفال: ۲) صدق اللہ العظیم۔ سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون و سلام علی المرسلین و الحمد للہ رب العالمین۔

اللھم صل علی سیدنا محمد و علی آل سیدنا محمد و بارک و سلم۔

ہر عمل میں تاثیر

دنیا کی کوئی چیز نہ تو بے کار ہے، نہ بے فائدہ، نہ بلا ضرورت ہے نہ بلا تاثیر، بلکہ ہر چیز میں کوئی نہ کوئی تاثیر اور فائدہ ضرور ہے، مومن بندہ جب کائنات میں غور کرتا ہے تو پکار اٹھتا ہے: ''ربنا ما خلقت ھذا باطلا'' اے میرے رب! آپ نے اس کو بیکار و بے فائدہ نہیں بنایا۔ (پارہ: ۴:۱۹۱) یہ الگ بات ہے کہ ہمیں ہر ایک کی تاثیر اور اس کے فائدہ کا پتہ نہ ہو، اور ہمارے ذہن و دماغ کی اس تک رسائی بھی نہ ہو پاتی ہو، ''وَمَا أُوْتِیْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ اِلاَّ قَلِیْلًا'' تمہیں تو بہت ہی تھوڑا علم دیا گیا ہے۔ (اسراء: ۸۵)

مگر یہ حقیقت ہے کہ کوئی شئی بے کار و بے فائدہ نہیں، بلکہ بعض چیزوں میں تو بے شمار فوائد ہوتے ہیں، انہیں میں سے ایک ذکر بھی ہے، ذکر کے مختلف فائدے ہیں، دنیوی بھی، اخروی بھی، اور عملی بھی، اور عملی فائدہ تو بہت عجیب ہے، کہ ذکر بہت سے نفلی اعمال اور نفلی عبادات

کا بدل بن جاتا ہے، چنانچہ نفل اور مستحب اعمال جو انسان نہ کر سکے، اگر کثرت سے ذکر کرتا رہے تو ان اعمال کی تلافی ہو جاتی ہے، اور کثرت ذکر سے اس قدر اجر و ثواب، انوار و برکات مل جاتے ہیں جو ان نوافل پر ملا کرتے ہیں۔

ذکر نفل کا متبادل

حضرت عبداللہ بن بسرؓ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں دو دیہاتی صحابی تشریف لائے، دونوں نے الگ الگ سوال کیا، ایک نے کہا سب سے اچھا، سب سے بہتر اور پسندیدہ آدمی کون ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ شخص ہے جس کی عمر بھی لمبی ہو، اس کے اعمال بھی اچھے ہوں۔ دوسرے صحابی نے سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے بہت سے احکام نازل فرمائے ہیں، وہ سب سر آنکھوں پر، مگر ہم کمزوروں سے وہ نفلی اعمال پابندی کے ساتھ نہیں ہو سکتے، ہم ان نفلی اعمال پر ملنے والے اجر و ثواب کس طرح حاصل کریں؟ اور ان پر ملنے والے مقام و درجہ کو کس طرح پائیں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کے ذکر سے تم ہر دم رطب اللسان رہو، یعنی بکثرت اللہ کا ذکر کیا کرو۔ (المعجم الکبیر۔ ۲۰۸)

حضرت شیخ زکریاؒ (۱۹۸۳ء) کی تشریح کے مطابق اللہ کا نام کثرت سے بھی لو، اور اس کیفیت کے ساتھ ذکر کرو، کہ مزہ اور حلاوت ملنے لگے، گویا نفلی عمل اگر نہ ہو سکے تو انسان بالکلیہ محروم نہ رہے، بلکہ کثرت سے ذکر کرتا رہے تا کہ نفلی اعمال کی طرح اجر و ثواب ملتا رہے اور اس کی تلافی ہوتی رہے۔

ذکر، دل کا چارجر

رب کریم نے صرف ذکر نہیں بلکہ کثرت ذکر کا حکم دیا ہے، چنانچہ ارشاد ربانی ہے:
''یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا'' گویا کثرت ذکر کے ساتھ کثرت فوائد متعلق ہیں، جس طرح فون پورے طور پر چارج ہو تو گھنٹی اچھی طرح بجتی ہے، بات کرتے کرتے

cell نہیں اترتا اسی طرح دل کے cell phone کا بھی حال ہے، اگر دل کا cell phone اللہ کے نور وسکینہ اور رحمت سے چارج ہو، تو اس بھر پور چارج کا اثر، لطائف پر ضرور پڑے گا، نیکیوں کا جذبہ، ذکر کا شوق کم نہیں ہوگا، بلکہ ذکر کی برکات اچھی طرح محسوس کرے گا، لہذا ہمیں اگر نور وسکینہ اور رحمت چاہئے تو کثرت ذکر کے ذریعہ دل کے سیل کو ہمیشہ فل چارج رکھنا ہوگا۔

ذکر، کیمکل کی طرح

جس طرح زنگ آلود اور گہرے دھبے، صابون اور صرف سے جلد صاف نہیں ہوتے، بلکہ کیمکل سے صاف شفاف ہوتے ہیں، اسی طرح قلب پر گناہوں اور غفلت کے جو داغ دھبے جم جاتے ہیں، اس کو کثرتِ ذکر کے کیمکل سے دور کرنا ہوگا، گویا ذکر ایک خاص کیمکل کی طرح ہے، مشین میں اگر نہ ڈالیں تو مشین خراب ہوجائے، یا دوسرا کیمکل ڈالیں تو بھی خراب ہو جائے، اسی طرح قلب ایک مشین ہے جس میں ذکر کا کیمکل رکھنا ہوگا، دوسرا کیمکل ڈالینگے تو خراب ہوجائے گا۔

''ترصیع الجواہر المکیہ'' میں ہے، وہ لکھتے ہیں کہ دلوں کو نورانی بنانے، اوصاف رذیلہ کو اوصاف حمیدہ سے تبدیل کرنے میں، تمام تر طاعتوں اور عبادتوں سے زیادہ زود اثر، اللہ کا ذکر ہے۔ اسی بنا پر بعض اکابر نے فرمایا کہ ذکر، قلب کو صاف کرنے میں بالکل ویسا ہی کام کرتا ہے، جیسا کہ تانبے کو صاف کرنے اور مانجھنے میں بالو، اور باقی دوسرے اعمال دلوں کو صاف کرنے میں ایسے ہیں جیسا کہ تانبے کو صاف کرنے میں صابون کا عمل، یعنی بالو سے جلد صاف شفاف ہوتا ہے، جبکہ صابون سے یا تو جلد صاف نہیں ہوتا یا ہوتا ہے مگر دیر لگتی ہے۔ (معارف الحدیث)

ذکر، ایک ٹونک ہے

ذکر کا ایک اہم فائدہ یہ بھی ہے کہ جس طرح انسان کا جسم کمزور ہوتا ہے، اور جسم کو

اینرجی کی ضرورت ہوتی ہے، اسی طرح انسان کا قلب اوراس کی روح بھی کمزور ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ اس کے دل میں عمل کا جذبہ سرد پڑ جاتا ہے، شوق مدھم ہوجاتا ہے، قوتِ ارادی مضمحل ہوجاتی ہے، ہمت وعزم پست ہوجاتا ہے، پھر چاہتے ہوئے بھی انسان کچھ نہیں کرپاتا، اپنے آپ کو بے بس محسوس کرتا ہے، توجس طرح کمزورجسم کے لئے ٹونک کی ضرورت ہے، اسی طرح قلب وروح کے لئے بھی ایک ٹونک کی ضرورت ہے، اور یہ ٹونک کثرت ذکر ہے۔

ذکر ہے کس قدر آسان

محسن کائنات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کمزوروں پر شفقت فرماکر، اللہ کی طرف سے کتنی بڑی گراں قدرنعمت دلادی کہ اگر جسم کی کمزوری، یا تھکاوٹ، یامشغولیت کی وجہ سے، محنت ومجاہدہ کا عمل اورعبادت نہ کرسکیں تب بھی محرومی سے بچادیا، کہ اتنا تو کرسکتے ہو، کہ آرام کے ساتھ بیٹھے رہو، بستر پر لیٹے رہو، سڑکوں پر چلتے رہو، پارک میں ٹہلتے رہو، بے وضو ہو یا باوضو ،خلوت میں ہو یا جلوت میں ،دوستوں میں ہو یا جنگلوں میں، کثرت سے ذکر تے رہو، اس کا ثواب ملا کریگا، برکت وروشنی آتی رہے گی،

دل کے لئے بیکنگ ٹائم

ذکر کی اہمیت، اس کے فوائد کو ہمارے مربی ومرشد محبوب العلماء والصلحاء حضرت پیر ذوالفقار نقشبندی مجددی دامت برکاتہم نے ایک عجیب مثال سے واضح فرمایا، فرماتے ہیں:

جولوگ اچھی مٹھائیاں اور بسکٹ وغیرہ بناتے ہیں، وہ ہر چیز کو بیکنگ ٹائم (پکنے کا وقت) دیتے ہیں، جب آپ امتحان میں پاس ہونے پر دوستوں کی دعوت کے لئے، کیک بنانے کے لئے کہیں گے تو وہ آپ سے سائز پوچھیں گے، اور کیک بنا کر اس کو اوون (بھٹی) کے اندر ایک خاص وقت تک رکھیں گے، اگر کیک کو اس میں اتنا ہی وقت رکھا جائے تو وہ بہترین پکتا ہے، اس سے کم وقت میں بھی نہیں پکتا اور زیادہ میں بھی نہیں پکتا، اس سے نیچے پکے گا تو کچارہ

جائے گا اور زیادہ پکے گا تو وہ جل جائے گا۔

اسی طرح میرے دوستو! ہم مراقبہ کر کے اپنے دل کے کیک کو بیکنگ ٹائم ہی نہیں دیتے، ہم دل کو مراقبے کے اوون میں ڈالتے ہیں اور دو منٹ بعد نکال لیتے ہیں، جبکہ اس کو گھنٹوں کے حساب سے بیکنگ ٹائم کی ضرورت ہوتی ہے۔ (مسند امام احمد)

بازار کا ذاکر چمکتے چاند کی طرح

یہ عنایت ربانی نہیں تو اور کیا ہے؟ کہ بازار جس کو ''ابغض البلاد اسواقھا'' کہا گیا کہ سب سے زیادہ ناپسندیدہ جگہ اگر کوئی ہے، تو وہ بازار ہے، جہاں فسق وفجور ہے، کذب وفریب ہے، خیانت وچوری ہے، بدکلامی اور دل آزاری ہے، مگر ایسے غفلت بھرے بازار میں بھی کوئی شخص اللہ کو یاد کرلیتا ہے تو اس سے کیا فضیلت ملتی ہے وہ سنئے:

حضرت حسن بصریؒ (۱۱۰ھ) فرماتے ہیں، کہ بازار میں ذکر کرنے والا، قیامت کے دن اس حال میں آئے گا، کہ اس کا چہرہ چاند کی طرح چمکتا ہوگا، اور اس کی حجت آفتاب کی طرح روشن ہوگی، اور جو شخص بازار میں استغفار کرے گا، اس کے لئے اہل بازار کی تعداد کے مطابق مغفرت لکھی جائے گی۔ (احیاء العلوم: ۲/ ۲۲۰)

ذکر سے تین اہم مرض کا خاتمہ

حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے، کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، کہ اگر کوئی شخص تہجد کی نماز، تمنا اور شوق کے باوجود نہ پڑھ پاتا ہو، یا مالدار انسان بخل کی وجہ سے مال خرچ نہ کر پاتا ہو، یا راہِ خدا میں بزدلی اور کم ہمتی کی وجہ سے نہ جا پاتا ہو، تو ایسے شخص کو چاہئے کہ کثرت سے ذکر کیا کرے، کیونکہ کثرت ذکر کی برکت سے، اللہ اس کی تلافی فرمادیں گے، ان تین کاموں پر جو اجر وثواب ہے وہ عطا کردیں گے، اور بہت ممکن ہے کہ کثرت ذکر کی برکت سے تہجد کی توفیق بھی ہونے لگے، بخل بھی دور ہوجائے، اور جذبۂ جہاد بھی پیدا ہونے لگے۔ (ترغیب۔ ۱۳۹۶ بیہقی: ۱/ ۳۱۹)

فرشتے بھی سفارش کرنے لگیں

ذکر کا فائدہ، کس قدر عظیم اور بابرکت ہے، کہ فرشتہ جو معصیت سے معصوم، اور نوری مخلوق ہے، جس کی دعا ہمیشہ مقبول ہوتی ہے، ایسا فرشتہ جب کسی کو ذکر میں مشغول دیکھتا ہے، تو اس کے حق میں بارگاہ خدا میں سفارش کرتا ہے، حضرت سلمان فارسیؓ کا ارشاد ہے کہ جب انسان خوشحالی کے ماحول میں، اللہ کا ذکر کرتا ہے، پھر اس کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے، اور وہ اپنے اللہ سے فریاد کرتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں کہ یہ آواز تو بہت مانوس ہے، پھر اللہ کے حضور سفارش کرتے ہیں کہ اللہ! اس کی تکلیف کو دور کر دیجئے۔ (فضائل ذکر: ۱۹)

اندازہ لگائیے کہ ذاکر بندہ جب بھی کسی انسانی، شیطانی، جناتی یا آسمانی بلا میں مبتلا ہوتا ہے اور دعائیں کرتا ہے تو فرشتے اس کے سفارشی بن جاتے ہیں، جبکہ نورانی مخلوق کی سفارش رد نہیں ہوتی، لہذا اگر اپنی دعاؤں کو قبول کرانا ہو تو اس کا ایک بہترین راستہ کثرت ذکر بھی ہے۔

ذکر والہانہ انداز کے ساتھ

سرسری طور پر، بے توجہی، بے رغبتی اور بدذوقی کے ساتھ، رسمی اور عادت کے طور پر ذکر نہ کریں، بلکہ پوری توجہ، دھیان وخیال، حضوری کی کیفیت کے ساتھ کریں، ذکر کے وقت والہانہ انداز ہو، شوق وجذب کی کیفیت ہو، استحضار ومعیت کی حالت ہو، اپنے پیارے اللہ، محسن اللہ، مشفق اللہ، رحیم وکریم اللہ، غفار وستار اللہ کو، سامنے سمجھتے ہوئے ذکر کریں، اور ’’اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ‘‘ (مسلم شریف) کی کیفیت کے ساتھ ذکر کریں، وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ کو پیش نظر رکھیں، نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ کو سامنے رکھ کر ذکر کریں، اس سے ذکر کی تاثیر دوبالا ہوجاتی ہے، قلب انوارات اور تجلیات کا گہوارہ بن جاتا ہے، کسی بندۂ خدا نے کیا ہی عجیب بات کہی:

’’جَمَالُكَ فِي عَيْنِي، وَذِكْرُكَ فِي فَمِي، وَحُبُّكَ فِي قَلْبِي، فَاَيْنَ تَغِيبُ‘‘

کا مصداق بن کر، ذکر کرکے تو دیکھئے! کہ روح اور قلب کس طرح مجلیٰ، مصفیٰ اور روشن ہوجاتے ہیں، اور ذاکر کس طرح اس شعر کا مصداق بن جاتا ہے ؎

اللہ وہ دل دے جو تیرے عشق کا گھر ہو محشر کا اگر شور ہو پھر بھی خبر نہ ہو

دل کا لَو، اللہ سے لگائے رکھئے

دل کی دنیا بنانے، اور محبت ومعرفت کے پانے کا، ایک بہت بڑا ذریعہ وقوف قلبی ہے، جس کا طریقہ یہ ہے کہ ہردم، ہرپل، ہرلمحہ، ذہن ودھیان اللہ کی طرف لگا رہے، وقوف قلبی سے ایک بہت بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ معیت الٰہی کی دولت حاصل ہوتی ہے "وَاذْكُرْ رَبَّكَ فِي نَفْسِكَ" کا مصداق بنا رہتا ہے، خلوت درانجمن کے مزے پاتا ہے، اور خاموش ماحول میں اجروثواب اور رفع درجات کا مستحق بنا رہتا ہے، دیکھنے والے سمجھتے ہیں کہ یہ کسی خیال میں گم ہے، یہ کسی فکر میں کھویا کھویا ہے، یہ کسی وہم میں سرگرداں ہے، حالانکہ یہ وہ بندۂ خدا ہے، جو یادِ خدا کی لذت میں مست ہے اور ذکر کی حلاوت میں مگن ہے ؎

تم سا کوئی ہم دم کوئی دم ساز نہیں ہے باتیں تو ہیں ہردم مگر آواز نہیں ہے

کا پیکر بنا رہتا ہے، اور اس شعر کا بھی مصداق رہتا ہے۔

دنیا کے مشغلوں میں بھی یہ باخدا رہے
سب کے ساتھ رہ کے بھی سب سے جدا رہے

وقوف قلبی پر قابو کس طرح پائیں

اس خاموش یادالٰہی پر، قابو پانے کا طریقہ یہ ہے، کہ ہمارے اندر فکر بھی ہو، شوق بھی ہو، تمنا بھی ہو، اور ہرایک آدھ گھنٹے کے بعد اپنا جائزہ اور محاسبہ بھی ہو، کہ اس درمیان ہمارا دل کدھر رہا؟ دل کا ربط وتعلق اللہ سے جڑا رہا یا نہیں؟ دل کا لَو ذات خدا کی طرف لگا رہا یا نہیں؟ اگر غفلت اور بے فکری نظر آئی، تو اپنے اوپر حسرت اور افسوس کریں کہ اس نورانی اور اجتماعی ماحول میں بھی اگر

خدا سے لو نہ لگا سکے تو پھر کب اور کہاں لگا سکیں گے؟ اس حسرت کے بعد اپنے عزم وارادہ کو بڑھائیں کہ اب انشاء اللہ غفلت کے بجائے دھیان وتوجہ اور انابت وخیال اللہ ہی کی طرف لگائے رکھیں گے، اس سے انشاء اللہ وقوف قلبی پر آپ قابو پالیں گے، اور ''یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا وَّسَبِّحُوْہُ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا'' (احزاب:۴۱) کے مصداق بنے رہیں گے۔

ہمارے پیر ومرشد، عارف باللہ مرجعِ خلائق حضرت پیر ذوالفقار دامت برکاتہم نے فرمایا کہ وقوف قلبی میں دوام یا توشیخ کی توجہ سے حاصل ہوتا ہے، یا اپنی محنت سے، ابتدائی طور پر خود بھی پانچ چھ مہینہ تک کوشش کرنی پڑتی ہے، اللہ تعالی کسی کی محنت کو ضائع نہیں کرتے، اِنَّ اللّٰہَ لَایُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْن اور ''لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَاسَعٰی'' بھی پیش نظر رہے۔ (نجم:۵۳)۔

ہر کجا باش با خدا باش!!

محبت الٰہی، عشق ربانی کی اگر خواہش ہے، قلب وجگر کو عشق ومحبت کی چنگاری سے اگر گرمائے رکھنا ہے، اور دنیا کی اس چندروزہ زندگی میں محبت وخشیت کا دیا جلائے رکھنا ہے، تو پھر عزم کیجئے کہ ہم کھڑے ہوں یا بیٹھے، گلشن میں ہوں یا کھنڈر میں، مخمل پہ ہوں یا چٹائی پہ، محل میں ہوں یا جھونپڑی میں دوام ذکر سے متصف ہوجائیں ؎

نہ غرض کسی سے نہ واسطہ مجھے کام اپنے ہی کام سے
تیرے ذکر سے تیری فکر سے تیرے نام سے تیرے کام سے

محترم احباب: اللہ نے ہمیں اجتماعی طور پر ذکر کرنے کا ایک نورانی، روحانی ماحول عطا کیا ہے، لہٰذا تمام ہی حضرات پورے جذبے ولولے اور دلجمعی کے ساتھ اللہ کی یاد میں مراقبہ میں لگ جائیں، ہر کوئی اس بات کی کوشش کرے کہ ادھر ادھر کے وسوسوں اور خیالات سے اپنے آپ کو بچا کر اس طرح ذکر کریں کہ آنکھیں ڈبڈبا جائیں اور دل منور ہوجائے۔

نیز آپ اعتکاف کی حالت میں وقوف قلبی کی خوب مشق کریں، تاکہ یہاں سے جانے کے بعد آپ کے لئے وقوف قلبی کرنا آسان رہے۔

مجلس ﴿۳﴾

اہل ذکر کی روحانی طاقت

الحمد للہ و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد۔

اعو ذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ (سورۂ نور: ۳۷) ۔صدق اللہ العظیم۔ سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون و سلام علی المرسلین و الحمد للہ رب العالمین۔

اللھم صل علی سیدنا محمد و علی آل سیدنا محمد و بارک و سلم۔

دوائے دل کی طلب

محبت الٰہی کے طلب گار کی یہ خواہش وتمنا اور چاہت وطلب ہوتی ہے، کہ ہمارا دل رقت ونرمی، دردِ محبت، خوف وخشیت، عشق ومعرفت اور فیضان رحمت سے لبریز رہے، ایسے طالبِ صادق کو اگر دل کی بہار چاہئے، تو دوام ذکر کا راستہ اپنانا ہوگا، پابندی اور مداومت کے ساتھ معمولات اور ذکر وتسبیح میں لگے رہنا ہوگا، پورے شوق وجذبہ، والہانہ انداز کو اپنا توشہ بنانا ہوگا، پھر دیکھئے محبت ومعرفت، خوف وخشیت، نور وتجلی اور انوارات سے قلب کس طرح روشن ہوتا ہے۔

رغبت، طلب، محبت اور اطاعت

کسی بھی باذوق اور زندہ دل انسان کے قلب میں، کسی چیز کے حاصل ہونے کی چار کیفیت ہوتی ہیں، پہلے رغبت ہوتی ہے، پھر طلب آتی ہے، رغبت وطلب سے محبت بڑھتی ہے، پھر محبوب کی اطاعت وفرمانبرداری میں لگے رہنا آسان ہوتا ہے۔

اللہ رب العزت کی محبت اور ذات خدا کی طرف رغبت کا ہونا یہ مومنانہ شان ہے، چنانچہ ارشاد ہے: ''اِنَّآ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ'' (توبہ:۵۹) کہ ہم اللہ کی طرف رغبت کرنے والے ہیں۔

● مومن کی دوسری شان کہ اس میں رضائے الٰہی، محبت الٰہی کی طلب اور تمنا بھی ہو، طلب کمزور نہ ہو بلکہ قوی اور مضبوط ہو،

● مومن کی تیسری شان یہ ہے کہ محبت بھی بڑھتی رہے، چنانچہ ارشاد ربانی: ''وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ'' (بقرہ:۱۶۵) میں اسی طرف اشارہ ہے۔

● مومن کی چوتھی شان اتباع وعبادت ہے، جس کی طرف: يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ'' (بقرہ:۲۱) سے اشارہ ہے۔

انہیں چار باتوں میں طاقت وتاثیر پیدا کرنے کے لئے، ذکر کثیر کی ضرورت پڑتی ہے، ذکر کثیر سے یہ چیزیں بدرجۂ اتم حاصل ہوتی ہیں، اور ذاکر کے دل کی تمنا یہ ہوتی ہے کہ:

آرزوئیں خون ہوں یا حسرتیں پامال ہوں
اب تو اس دل کو بنانا ہے تیرے قابل مجھے

اور دل کا جذبہ اور ولولہ یہ رہتا ہے کہ ؎

نہ غرض کسی سے نہ واسطہ مجھے کام اپنے ہی کام سے
تیرے ذکر سے تیری فکر سے تیرے نام سے تیرے کام سے

دل جمعی اور حضوری کی طاقت

ذکر واذکار، توبہ واستغفار، تسبیح وتلاوت اور دیگر اعمال ان سب کا مقصد ذات باری سے عشق ومحبت کو بڑھانا، ربط وتعلق کو قوی کرنا، اپنی روحانی، ایمانی طاقت وقوت کو مضبوط بنانا ہے، ایمانی حمیت وغیرت اور جذبۂ عمل کو بیدار کرنا ہے۔ ان سب کے لئے سب سے زیادہ مؤثر جو چیز ہے، وہ ہے دل جمعی، حضوری، توجہ اور انابت کے ساتھ یادِ الٰہی میں رہنا، وساوس اور

خیالات کے ہجوم سے اپنے آپ کو بچاتے ہوئے اللہ کے ذکر میں لگے رہنا۔

حضرت غلام حبیب نقشبندیؒ فرمایا کرتے تھے کہ جس کا دل مراقبہ میں لگ گیا، اور دل جمعی حاصل ہوگئی، بس! اس کو راہِ سلوک کی بادشاہت مل گئی۔ گویا راہِ سلوک کے شیدائیوں کو وہ تمام برکتیں، رحمتیں، انوارات، تجلیات اور عالم بالا کی نعمتیں حاصل ہونے لگتی ہیں۔ (مجالس حبیب ۲/ ۹۵)

ذکر میں دل جمعی کس طرح؟

مگر ہاں! ہمیں ذکر اسی انداز میں کرنا ہوگا جس کا تذکرہ بار بار آتا رہا کہ بوقت ذکر غفلت، بے رغبتی، رسمی انداز اور دیکھا دیکھی شرکت نہ ہو، بلکہ والہانہ انداز، جذب وشوق کے ساتھ اور حضوری کی کیفیت کے ساتھ ہو، گویا بوقت ذکر ''وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ'' (حدید:۴) کا دھیان ہو، ذکر وعبادت کرتے ہوئے ''اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى'' (علق:۱۴) کا استحضار ہو، اور ''نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ'' (ق:۱۶) کا احساس ہو، پھر زبان سے محبت کے ساتھ ذکر خدا ہو۔

رغبت وشوق کے ساتھ ذکر ہو تو قلبی اور روحانی طاقت وقوت حاصل ہوتی ہے، جس روحانی طاقت سے سالک نفس وشیطان کا مقابلہ بآسانی کرتا ہے، بلکہ ظلم وستم کو روکنے، عدل وانصاف کو قائم کرنے اور ظاہری دشمن کے مقابلہ کی بھی جرأت وہمت پیدا ہو جاتی ہے۔

دشمن کے مقابلہ میں ذاکرین کی جماعت

حضرت عمر فاروقؓ کے زمانہ میں، جب رومیوں نے حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمیؓ کو ان کے چالیس ساتھیوں کے ساتھ گرفتار کرلیا، آزمائش وابتلاء میں مبتلا رکھا، تو حضرت عمر فاروقؓ نے اس کو کہلا بھیجا کہ ہمارے ساتھیوں کو چھوڑ دو، ورنہ تم سے مقابلہ کرنے اور اس ظلم کو ختم کرنے کے لئے ہم ایسے جوانوں کو بھیجیں گے جن کے بارے میں قرآن نے کہا: ''رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ'' (سورۂ نور:۳۷) یعنی ہمارے پاس ایسے لوگ ہیں جو ذکر خدا سے، اور یادِ الٰہی سے ان کے دل تروتازہ رہتے ہیں، ان کو قلبی، روحانی ایسی طاقت حاصل ہے کہ

تجارت میں ہوں یا معاملات وکاروبار میں، لین دین میں ہوں یا دنیاوی کام کاج میں، پھر بھی کوئی چیز انہیں اللہ کی یاد سے غافل نہیں کرتی، یہ وہ نوجوان ہیں جو سر کی بازی لگا کر تم سے مقابلہ کریں گے، اور تم سے انتقام لے کر ہی لوٹیں گے، اس لئے بہتر ہے کہ ہمارے اصحاب کو چھوڑ دو، گویا حضرت عمرؓ نے ایسے ذاکرین صحابہ کو بھیجنے کا ارادہ فرمایا کہ وہ ''اِنَّ الْمُلُوْکَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْیَۃً اَفْسَدُوْھَا'' (نمل: ۳۴) کا مصداق بن کر اپنی روحانی طاقت ونصرت کے بل بوتے ان سے ڈٹ کر مقابلہ کرنے والے تھے۔

قلعہ کی دیوار دھڑام سے گرگئی

دردِ دل اور یقین کامل کے ساتھ، جب اللہ اللہ کی آواز نکلتی ہے، لا الہ الا اللہ کی صدا سوز دل کے ساتھ باہر آتی ہے، اور جذب وکیف، انابت وتوجہ کے ساتھ نام پاک کا ورد ہوتا ہے تو اللہ ایسے ذاکر کی آواز میں بھی بلا کی طاقت رکھ دیتے ہیں، اور اس کے ذکر پر رب کریم اپنی خدائی طاقت کا کرشمہ دکھا دیتے ہیں۔

چنانچہ قرآن کریم کی کتابت کرنے والوں میں، ایک صحابی حضرت شرحبیل بن حسنؓ کا نام بھی ملتا ہے، جو حضراتِ صحابہ مصر فتح کرنے وہاں پہنچے، ان میں آپ بھی شامل تھے، مصر کا ایک قلعہ قابو میں نہیں آرہا تھا، قلعہ کے لوگ دروازہ بند کر کے اندر موجود تھے، حضرات صحابہؓ محاصرہ کئے ہوئے تھے، حضرت شرحبیل بن حسنؓ کے دل میں ایمانی طاقت وقوت نے جوش مارا، انہوں نے مصریوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: او قبطیو! میرے اللہ کے نام میں اس قدر تاثیر وقوت ہے کہ اگر وہ چاہے تو اپنے نام پاک کی برکت سے تمہارے اس قلعہ کی دیوار کو دھڑام سے نیچے گرادے۔

یہ کہتے ہوئے شہادت کی انگلی سے دیوار کی طرف اشارہ کیا، اور کہا: لا الہ الا اللہ، بس! کیا تھا!! اس کلمہ توحید کی تاثیرِ جلالی ظاہر ہوئی اور دیکھتے ہی دیکھتے دیوار دھڑام سے زمیں بوس ہوگئی، وہ قلعہ حضرات صحابہؓ کے ہاتھوں بآسانی فتح ہوگیا۔

اہل ذکر ہیں دنیا کو تھامے ہوئے

یہ دنیا، رواں دواں ہے، ہر دن قیامت سے قریب ہوتی جارہی ہے، قیامت کی علامت بھی آئے دن دِکھ رہی ہے، مگر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جب تک دنیا میں اہل ذکر ہوں گے، اللہ اللہ کہنے والے ہوں گے، نہ قیامت آسکتی ہے، نہ دنیا فنا ہوسکتی ہے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد: ''لا تقوم الساعۃ حتی یقال اللہ اللہ'' گویا اللہ اللہ کہنے والے، اس دنیا کے ستون ہیں، جو دنیا کو تھامے ہوئے ہیں، عرش وفرش انہیں کے دم سے قائم ہیں، کیا ہی خوش نصیب ہیں اللہ کے وہ بندے، جو ایسے لوگوں میں شامل رہیں۔

وہ اعمال جو اجتماعی ہیں

اجتماعی طور پر کسی بھی کام کو انجام دینے میں، برکت بھی بے شمار ہے، اور نتائج بھی جلد برآمد ہوتے ہیں، انفرادی، اجتماعی، معاشرتی اور اخلاقی زندگی میں، اس کے بہت اچھے اثرات رونما ہوتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ بہت سارے اعمال، اجتماعی انداز میں کئے جاتے ہیں، چنانچہ روزانہ نمازِ پنج گانہ باجماعت ادا کرنے، نماز جمعہ اس سے بڑی جماعت کے ساتھ پڑھنے اور پھر سالانہ عیدگاہ میں جم غفیر کے ساتھ نماز عید ادا کرنے میں یہی حکمت وفوائد مطلوب ہیں، اسی طرح میدان عرفات، مزدلفہ، منیٰ کا اجتماعی ماحول، بہت زیادہ موثر ہوتا ہے، ایمان ویقین میں اضافہ، دلوں میں رقت وخشیت، آہ وزاری کی کیفیت بہت جلد پیدا ہوتی ہے، اور یہ اجتماعی ماحول دعاؤں کی قبولیت میں ایک اہم کردار ادا کرتا ہے۔

اجتماعی ذکر کا اہم رول

اسی طرح اجتماعی ذکر کا بھی اپنا ایک اہم رول ہے، چنانچہ بہت جلد دلوں میں رقت و خشیت بڑھتی ہے، سوز وساز، درد دِروں اور آہ وفغاں کی کیفیت ہوتی ہے، محبت ومعرفت کا نور محسوس ہوتا ہے، اسی لئے مسجد نبوی میں ذکر کے حلقے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند تھے۔

اجتماعی ذکر دین میں تقویت کا ذریعہ ہے، چنانچہ ابورزین ؓ ایک صحابی ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تجھے دین کی تقویت کی چیز بتادوں؟ جس سے تمہیں دونوں جہاں میں بھلائی حاصل ہووہ ہے اللہ کے ذکر کرنے والوں کی مجلسیں، ان کو مضبوط پکڑو، اور جب تنہا رہو، تو جس قدر ہو سکے اللہ کا ذکر کرتے رہو۔ (فضائل اعمال: ۴۴)

ذکر کی طاقت کیسے ملے؟

یہ حقیقت ہے کہ ذکر اپنے اندر زبردست ظاہری طاقت وقوت بھی رکھتا ہے، روحانی تاثیر بھی رکھتا ہے، ایمانی طاقت وغیرت بھی پیدا کرتا ہے، تاہم ہمارے شیخ ومرشد حضرت پیر ذوالفقار نقشبندی دامت برکاتہم ارشاد فرماتے ہیں کہ ذکر (antibiotic) کی طرح ہے، اپنی مرضی سے کھائیں گے تو فائدہ نہیں ہوگا، ڈاکٹر کے مشورہ سے کھائیں گے تو زبردست نتائج نکلیں گے، روحانی ڈاکٹر ہی بہتر طور پر جانتے ہیں کہ ذکر کس طرح کرنا چاہئے کہ وہ فائدہ دے۔

لہٰذا اگر دل کی دولت ونعمت، ظاہری وباطنی طاقت اور تاثیر چاہئے، تجلیات وانوارات چاہئے تو پورے جذب وشوق کے ساتھ، دوام ومداومت کے ساتھ ذکر کرنا ہوگا۔ مگر افسوس کہ آج ہمارا حال یہ ہے

محبت کا جنوں باقی نہیں ہے   وہ دل وہ آرزو باقی نہیں ہے
صفیں کج دل پریشاں سجدہ بے ذوق   کہ جذب اندروں باقی نہیں ہے

ذکر تو ایسا کہ آنسو اُبل پڑے

ذکر اس انداز میں کریں، کہ محبت کے آنسو آنکھوں میں آجائے، وہ جو روایت ہے کہ سات انسانوں کو عرش کا سایہ نصیب کیا جائے گا اس میں ایک ایسا بندہ بھی ہوگا جو ''ذَکَرَ اللہَ خَالِیاً فَفَاضَتْ عَیْنَاہُ'' (مشکوۃ شریف: ۱/ ۶۸) (اللہ کے ذکر کے وقت اس کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں) کا مصداق ہوگا کہ بوقت ذکر آنکھیں کبھی محبت کی بنا پر ڈبڈباتی ہیں، اور کبھی خوف کی

بنا پر، تو کوئی نہ کوئی آنسو ہماری آنکھوں میں آجائے، اس لئے ہم کوشش کریں کہ ذکر میں کبھی نہ کبھی آنکھوں میں آنسو کے قطرے ڈبڈبا جائیں۔

ہمارا کام ہے راتوں کو رونا یادِ دلبر میں ہماری نیند ہے محوِ خیالِ یار ہو جانا

ذکرِ والہانہ کا مزہ

غفلت ولا پرواہی کے ساتھ بھی، ذکر کا فائدہ تو ہے، مگر کچھ کم، جبکہ شوق و رغبت اور والہانہ انداز میں ذکر زیادہ ہی سودمند اور مفید ہوتا ہے، نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا: **سَبَقَ الْمُفَرِّدُوْنَ قَالُوْا وَمَا الْمُفَرِّدُوْنَ یَارَسُوْلَ اللہِ قَالَ: اَلذَّاکِرُوْنَ اللہَ کَثِیْرًا وَّالذَّاکِرَاتِ** ۔ یعنی مفرد لوگ بہت آگے بڑھ گئے تو صحابہؓ نے عرض کیا کہ مفرد کون ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو لوگ اللہ کے ذکر میں بہت زیادہ والہانہ طریقے پر مشغول ہیں۔ (مسلم شریف)

ہر چیز میں لذت تو پھر ذکر میں کیوں نہیں؟

انسان کی فطرت ہے کہ جس چیز کو روزانہ استعمال کرتا ہے، پھر بھی اس میں ٹیسٹ یعنی لذت کو پسند کرتا ہے، بار بار استعمال ہونے والی چیز میں لذت نہ رہے تو ناراض ہو کر چھوڑ دیتا ہے، موڈ آف ہو جاتا ہے، گویا دنیا کی ہر چیز میں ہر دن لذت چاہئے، حلاوت چاہئے، ٹیسٹ چاہئے، تو پھر اللہ کا نام بغیر لذت کے لیں؟ بغیر حلاوت کے لیں؟ یہ کیسی ناانصافی ہے! اس لئے ہم پورے ذوق و شوق، رغبت و لذت اور حلاوت کے ساتھ اپنے اللہ کا نام لیں۔

لذت و حلاوت کا ایک طریقہ

ذکر میں دل جمانے، حضوری کی کیفیت لانے اور لذت و حلاوت پانے کا ایک طریقہ حضرت اقدس مفتی محمود الحسن گنگوہیؒ (۱۴۱۶ھ) نے بیان فرمایا ہے: ذکر کے بارے میں جو فضیلت آیات اور احادیث میں وارد ہوئی ہیں، اگر ان کو پیشِ نظر رکھے اور اس کا خیال رہے کہ میں ذکر کر رہا ہوں، اور مجھے یہ فضیلتیں حاصل ہو رہی ہیں، تو حلاوت حاصل ہو گی۔ (ملفوظات: ص: ۳۳ قسط: ۱۔ ج: ۲)

اگر ہم کیف وسرور اور لذت وحلاوت بھی پانا چاہیں تو کم از کم ذکر سے متعلق کچھ فضائل ومناقب ذہن میں مستحضر رکھیں؛ تاکہ بوقت ذکر ہمیں پُر کیف حلاوت محسوس ہو سکے، لیکن اگر حلاوت ولذت محسوس نہیں ہوتی تو مایوس بھی نہ ہونا چاہئے۔

لذت وکیفیت محمود نہ کہ مقصود

تاہم یہ یاد رہے کہ کیفیات وحالات اور محبت ولذت کا محسوس ہونا، محمود تو ہے لیکن مقصود نہیں، مقصود تو دوامِ ذکر اور مداومت عمل کے ساتھ، رضائے الٰہی کو پانا ہے، عرش الٰہی کے سایہ کا مستحق بننا ہے، اور خدا کی جنت میں مہمان بن کر جانا ہے، اگر اس دنیا میں کسی عارض کی وجہ سے ذکر وعمل میں کیفیت محسوس نہ ہو تو دلگیر بھی نہ ہوں، مایوس بھی نہ ہوں بلکہ ہم اس شعر کے مصداق بنے رہیں.

ہم رٹیں گے گرچہ مطلب کچھ بھی ہو ہم تو عاشق ہیں تمہارے نام کے

اگر قبض کی کیفیت ہو

قلب پر دو طرح کی کیفیت طاری ہوتی ہے، ایک کو قبض اور دوسرے کو بسط کہتے ہیں، بسط کا مطلب دل میں انشراح، انبساط، نشاط اور نورانیت کی کیفیت اس طرح ہو کہ عبادت و تلاوت میں دلجمعی لذت وحلاوت اور خشوع خضوع کی حالت ہو، جبکہ قبض کی حالت میں نہ تو نشاط، نہ نورانیت، نہ دلجمعی، نہ کیف وسرور اور نہ خشوع وخضوع، بلکہ دل بجھا بجھا سا ہو، ذکر وعبادت میں جی نہ لگتا ہو، اور بسا اوقات مایوسی سی چھائی ہو، اگر یہ کیفیت ہو تو اس سے دلگیر اور مایوس نہ ہوں، بلکہ معمولات کو اور بڑھا دیں، تاکہ مزید اجر وثواب ملتا رہے۔

حضرت تھانویؒ (۱۳۶۲ھ/ ۱۹۴۳ء) فرماتے ہیں کہ بسا اوقات حالت بسط میں اتنی ترقی نہیں ہوتی جتنی ترقی حالت قبض میں ہوتی ہے، کیوں کہ اس کیفیت میں سالک نادم رہتا ہے، بے تاب وبے قرار رہتا ہے، محبت الٰہی کے لئے تڑپتا اور روتا گڑگڑاتا ہے، اور یہی چیزیں بہت تیزی کے ساتھ ترقی کا ذریعہ بنتی ہیں، اسلئے ہمیں لگے رہنا چاہئے۔

مجلس《۴》

ذکر ایک انمول عبادت

الحمد للہ و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد۔

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم، بسم اللہ الرحمن الرحیم، وَاذْکُرْ رَبَّکَ کَثِیْراً وَّسَبِّحْ بِالْعَشِیِّ وَالْاِبْکَارِ، [آل عمران:۴۱] صدق اللہ العظیم۔ سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون و سلام علی المرسلین و الحمد للہ رب العالمین۔

اللھم صل علی سیدنا محمد و علی آل سیدنا محمد و بارک و سلم۔

ذکر کی نرالی شان ہے

ذکر ایک ایسی انمول عبادت ہے کہ قرآن کریم میں دیگر احکام کے مقابلہ میں سب سے زیادہ ذکر کا تذکرہ ہے، بلکہ نہایت ہی اہم اور ضروری اعمال و فرائض کے انجام دینے کے بعد بھی اللہ نے ذکر کا حکم دیا ہے، چنانچہ: ''فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفَاتٍ فَاذْکُرُوا اللّٰہَ'' (بقرہ:۱۹۸) کہ جب میدان عرفات سے لوٹو تو اللہ کا ذکر کرو، حالانکہ یومِ عرفہ وہ دن ہے کہ میدانِ عرفات میں ہر حاجی کی مغفرت ہوجاتی ہے، کسی حاجی کو یہ زیب نہیں دیتا کہ اپنی مغفرت سے مایوس رہے۔ اتنا اہم عمل جس کے بغیر حج نہیں ہوسکتا، اس کے بعد بھی ذکر کا حکم اس کی اہمیت کو کس قدر اجاگر کرتا ہے۔

اسی طرح مزدلفہ سے واپسی پر حکم خداوندی ہے ''وَاذْکُرُوا اللّٰہَ فِیْٓ اَیَّامٍ مَّعْدُوْدَاتٍ'' [بقرہ:۲۰۳] یعنی حج کے زمانہ میں بھی ٹھہر کر کئی روز تک اللہ کا ذکر کیا کرو۔

جمعہ کی نماز کے بعد بھی ذکر کا حکم دیا گیا ''فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوۃُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ وَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا لَّعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ'' (جمعہ:۱۰)۔

اسی طرح نماز خوف کے بعد بھی ذکر کا حکم ہے: ''وَاِذَا قَضَیْتُمُ الصَّلٰوۃَ فَاذْکُرُوا اللّٰہَ

قِیٰماً وَّ قُعُوْداً وَّ عَلٰی جُنُوْبِکُمْ'' (نساء: ۱۰۳)

جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کا مقصد پورا ہو گیا اور دنیا سے رخصت ہونے کا وقت آیا تو ارشاد ربانی ہوا: ''فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَاسْتَغْفِرْہُ'' (النصر: آیت: ۳) کہ اپنے رب کی حمد و ثنا اور تسبیح بیان کریں۔ اس سے معلوم ہوا کہ زندگی کے آخری لمحہ اور آخری سانس تک انسان کو ذاکر رہنا چاہئے۔

نماز میں ذکر و مراقبہ اور شغل بھی

کائنات کی تخلیق، عبادتِ خداوندی کے لئے ہوئی ہے، اور عبادتوں میں سب سے اہم عبادت، اور عبادت کا فردِ کامل نماز ہے، گویا کہہ سکتے ہیں کہ کائنات نماز کے لئے بنائی گئی، چنانچہ رب کریم نے فرمایا: ''کُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَہٗ وَتَسْبِیْحَہٗ'' (نور: ۴۱)۔

جس سے واضح اشارہ ملتا ہے کہ کائنات نمازی ہے، اب نماز پر غور کیجئے، نماز میں اللہ اکبر سے لے کر، سلام تک ذکر ہی ذکر ہے، نماز میں یہ دھیان کہ اللہ دیکھ رہا ہے، یہ مراقبہ ہے، اور اپنی آنکھوں کو ہر رکن میں ایک خاص جگہ پر جمانا یہ شغل ہے، تو نماز میں ذکر کی بھی تعلیم ہے، مراقبہ کی بھی تعلیم ہے، شغل کی بھی تعلیم ہے، اور وہی تعلیم جامعیت کے ساتھ، پورے طور پر خانقاہ میں ہوتی ہے گویا خانقاہی نظام اور ذکر و اذکار انسان میں معیت، معرفت، ربط و تعلق کی شان پیدا کرتے ہیں۔

ذکر کے دو طریقے، جہری اور سری

ذکر کے دو طریقے ہیں: ایک طریقہ ذکر قلبی کہلاتا ہے اور ایک ذکر لسانی، یعنی زبان سے ذکر کرنا، جیسے لا الہ الا اللہ، سبحان اللہ وغیرہ۔ ذکر لسانی کے بے شمار فائدے اور برکتیں ہیں۔

ذکر قلبی یعنی دل میں اللہ کا خیال رکھنا، دل میں یادِ الٰہی کا ہونا، اس کو ذکر قلبی، ذکر سرّی اور ذکر خفی کہتے ہیں، جس ذکر کا تعلق دل سے ہے اس پر اگر ہم محنت کر لیں دل کو ذاکر بنالیں، قلب میں یادِ الٰہی کو بسالیں اور قلب اللہ اللہ کہنے لگے تو یوں سمجھئے کہ ذکر کی دولت حاصل ہو گئی،

کیوں کہ پھر دوامِ ذکر کی کیفیت حاصل ہوجاتی ہے، چنانچہ کہیں خاموش بیٹھے ہوں، دکان، محفل، بازار، دوست واحباب میں یا فیکٹری میں ہوں، یا ڈرائیونگ (driving) کر رہے ہوں، اور اس کے دل میں یادِ الٰہی بسی ہے، دل کا لو، خیال اللہ سے جڑا ہے گویا دست بکار دل بیار کا مصداق بنا ہے، اور خلوت در انجمن کا مزہ پا رہا ہے۔

ذکر قلبی کی اہمیت

ذکر قلبی، ذکر خفی بہت اہم ذکر ہے، اس کا تعلق قلب سے ہے نہ کہ زبان سے، اور قلب چونکہ پورے جسم کا بادشاہ ہے، بادشاہ اگر ایک بول بولتا ہے تو پورے ملک بلکہ پوری دنیا میں پہنچتا ہے، اچھی بات ہے تو تعریف ہوتی ہے، اگر اپنی شان سے گر کر بولتا ہے تو ہر جگہ مذمت ہوتی ہے، اسی طرح جسم کا بادشاہ، قلب اگر اللہ اللہ بولنے لگے تو اس کی قدر و قیمت بھی زیادہ ہوگی، چنانچہ روایت میں ہے کہ دل کا ایک مرتبہ اللہ کہنا زبان سے ستر مرتبہ اللہ کہنے سے بہتر ہے۔

ذکر خفی کی خبر فرشتوں کو بھی نہیں

ایک روایت ہے کہ میدانِ قیامت میں جب نامۂ اعمال ہاتھ میں آئیں گے، تو اللہ تعالیٰ فرشتہ کو بلا کر پوچھیں گے، کہ اس کے نامۂ اعمال کو تم نے لکھا ہے، دیکھو اس میں اتنا ہی ہے، جتنا تم نے لکھا، کم و بیش تو نہیں؟ فرشتہ نامۂ اعمال کو پلٹتے ہوئے کہے گا کہ اللہ تعالیٰ اس میں تو ہم نے جو لکھا ہے وہ تو سب موجود ہے، مگر اس کے علاوہ بھی کچھ نیکیاں ہیں جو ہم نے نہیں لکھی پروردگار فرمائیں گے فرشتو تم سچ کہتے ہو، تم نے جتنا کرتے دیکھا تم نے لکھا، لیکن اس کی میرے پاس ایک ایسی نیکی ہے جو تمہارے علم میں نہیں، اور وہ ہے ذکر خفی، میرا بندہ جب دل سے اللہ اللہ کرتا تھا اس کی خبر تم کو نہیں، صرف ہم کو ہوتی تھی، اس لئے میں نے اپنے ہاتھ سے اسے لکھا ہے، تم نے نہیں لکھا۔ (مسند ابو یعلی: ۴۷۳۸)

اس سے پتہ چلا کہ دل کا اللہ اللہ کرنا کتنا قیمتی ہے کہ خود رب کریم اس کو لکھتے ہیں، اس

لئے ہمیں قلب پر محنت کر کے اس کو ذاکر بنانا چاہئے، دل پر اللہ کا نقش جمانا چاہئے،

مراقبہ کا عجیب انداز

دل میں یادِالٰہی کو بسانے، اللہ کے نام کو نقش کرنے کا آسان طریقہ مراقبہ ہے، مراقبہ سے بہت جلد ذکرِ قلبی، ذکرِ خفی کی دولت نصیب ہوتی ہے، مراقبہ سے انابت، حضوری اور معیت کی نعمت بہت جلد نصیب ہوتی ہے، میرے شیخ ومرشد محبوب العلماء والصلحاء حضرت اقدس پیر ذوالفقار نقشبندی دامت برکاتہم نے عجیب انداز میں مراقبہ کو تصوف وسلوک نامی کتاب:۱۰۹ پر سمجھایا ہے۔

مراقبہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ سے لَو لگا کر بیٹھنے کو، سالک جب مراقب ہوتا ہے تو ساری دنیا سے یکسو ہوکر، یک رو ہوکر، قبلہ رو ہوکر، باوضو ہوکر بیٹھ جاتا ہے، آنکھوں کو بند کر لیتا ہے، سر کو جھکا لیتا ہے، تھوڑی دیر کے لئے یہ سوچتا ہے کہ نہ زمین، نہ آسمان، نہ انسان، نہ حیوان، نہ شیطان کچھ بھی نہیں ہے، بس! اللہ تعالیٰ کی رحمت آرہی ہے، میرے دل میں سما رہی ہے، میرے دل کی ظلمت وسیاہی دور ہورہی ہے، میرا دل کہہ رہا ہے اللہ اللہ......

ذکر کا چسکا اگر لگ جائے

شروع شروع میں سالک کا دل ذکر کی طرف متوجہ نہیں ہوتا، جیسے ہی سر جھکایا، دنیا کے خیالات ووساوس نے ہجوم کیا، سالک کو اس بات سے گھبرانے کی ضرورت نہیں، بلکہ یہ سوچنے کی ضرورت ہے، کہ مجھے تو بہت محنت کرنی چاہئے، اگر دل میں یہی کچھ لے کر آگے منزل تک چلا گیا تو میری کتنی رسوائی ہوگی، جب اسی انداز میں انسان مراقبہ کرتا رہتا ہے، اور اس کا چسکا اور مزہ ملنے لگتا ہے تو پھر اس کی یہ کیفیت ہوتی ہے کہ

جی ڈھونڈھتا ہے پھر وہی فرصت کے رات دن
بیٹھے رہیں تصورِ جاناں کئے ہوئے

اور کبھی اس کے دل کا خیال یہ ہوتا ہے کہ

دل کے آئینہ میں ہے تصویر یار　　　جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

دل سے اللہ اللہ کی آواز

انسان جب پورے شوق اور جذبہ کے ساتھ، طلب اور رغبت کے ساتھ، مداومت اور پابندی کے ساتھ، اللہ اللہ کرتا ہے تو ایسا وقت بھی آتا ہے کہ اپنے دل سے اللہ اللہ کی آواز سنتا ہے، میں خدا کے گھر میں بیٹھ کر کہہ رہا ہوں کہ بعض ایسے لوگ جو عالم نہیں، جب انہوں نے تھوڑی سی محنت کر لی تو کہنے لگے کہ سو کے اٹھتا ہوں، تو دل سے اللہ اللہ کی آواز آتی ہے، میں سنتا ہوں۔

کیا دھڑکتے دل کو، اللہ اللہ نہیں کہلا سکتے؟

ایجوکیشن کے دور میں، آج کالج میں پڑھنے والے کم عمر طلباء، پتھر پر محنت کر کے، فائبر پر محنت کر کے، میٹل (metal) پر محنت کر کے، کیا کیا انمول چیزیں بنا رہے ہیں، آئے دن نئی مشین، نئی ٹکنولوجی پیش کر رہے ہیں، جس کا تصور بھی پچھلے لوگوں کو نہیں تھا، ہم اللہ کی محبت کے طلبگار! کیا ہم اتنی بھی محنت نہیں کر سکتے، کہ دل اللہ اللہ کرنے لگے، جبکہ ہمارے اکابر و اسلاف ہر قسم کی مشغولیت کے باوجود، ذکر پر کس قدر محنت کرتے تھے کہ ان کا انگ انگ ذاکر ہو جاتا تھا۔

پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر

حضرت ربیعہ بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، کہ حضرات صحابہ عشاء کی نماز کے بعد، اپنے اپنے گھروں کو چلے جاتے، میں ٹھہر جاتا، اس خیال سے کہ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی خدمت وضرورت درپیش ہو تو سعادت کا موقع ہمیں مل جائے گا، اس جذبہ اور ارادہ سے ٹھہر جاتا، چنانچہ جب اندھیرا ہو جاتا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لے جاتے، میں چوکھٹ کے قریب بیٹھ جاتا کہ اگر آپ کو کوئی ضرورت ہو گی تو میں پہنچ جاؤں گا، اور مجھے موقع مل جائے گا، چنانچہ میں کبھی دیر تک انتظار کرتا رہتا، جب محسوس ہوتا کہ آپ آرام فرمانے لگے، تو واپس ہو جاتا، اور کبھی ایسا ہوتا

کہ خود میری آنکھ لگ جاتی، میں وہیں چوکھٹ کے قریب بے اختیار سو جاتا، پیارے آقا ﷺ جب تہجد کے واسطے اٹھتے، تو میں آپ کی چوکھٹ پر پڑا رہتا، حضرت ربیعہؓ فرماتے ہیں کہ عشاء کے بعد جب آپ گھر تشریف لے جاتے تو اہل خانہ سے بات کرتے، اس درمیان جو وقفہ ہوتا اس وقفہ میں بھی آپ پڑھنے لگتے: ''سبحان اللہ العظیم وبحمدہ''۔ (مسند احمد: ۱۵۹۸۶)

اس سے اندازہ لگایئے کہ نبی اکرم ﷺ کی نگاہ مبارک میں ذکر کی اہمیت، وقت کی حفاظت، اپنے وقت کو قیمتی بنانے کا کتنا خیال تھا کہ کوئی لمحہ ذکر سے خالی نہ رہ جائے، جبکہ آپ کی شان کس قدر اعلیٰ وارفع ہے، لہٰذا ہم غلامانِ محمد ﷺ کو تو بھی اللہ کی یاد و ذکر میں اور لگے رہنا چاہئے۔

لب کٹ جائے مگر ذکر نہ چھوٹے

شیخ احمد سرہندیؒ (۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کے پیر و مرشد حضرت باقی باللہؒ (۱۰۱۲ھ/۳۰۶۱) نے حجام کو بلایا، وہ چہرے پر خط بنانے لگا، جب لب بنانے کی نوبت آئی، اس وقت ذکر سے حضرتؒ کے ہونٹ ہل رہے تھے، حجام نے ادبی زبان میں کہا کہ حضور! تھوڑی دیر کے لئے ذکر کو قطع فرما دیجئے، ورنہ لب قطع ہو جائے گا، حضرتؒ نے فرمایا: لب کا قطع ہونا منظور، مگر ذکر کا قطع ہونا منظور نہیں۔ (مجالس مسیح الامت: ۲۰۷)

اس سے اندازہ لگائیں کہ ہمارے اکابر کس طرح ہر دم ذکر کا اہتمام فرماتے تھے، اور اپنے وقت کو عبادت و ذکر میں مشغول رکھا کرتے تھے۔

حضرت حسین احمد مدنیؒ کا رُواں رُواں ذاکر

کثرتِ ذکر، دوامِ ذکر، کی برکت کبھی انگ انگ سے ظاہر ہوتی ہے، حضرت حسین احمد مدنیؒ (۱۳۷۷ھ/۱۹۵۷ء) آرام فرما رہے تھے، دارالعلوم دیوبند کے ایک استاذ غالباً حضرت مولانا اعزاز علیؒ نے ایک مرتبہ سوچا کہ دیکھیں حضرت رات میں کیا کرتے ہیں، کھڑکی سے جھانک کر دیکھا کہ حضرت تو سو رہے ہیں، اور ان کے جسم سے اللہ اللہ کی آواز آ رہی ہے، اللہ

اکبر! کس قدر محبت ورغبت سے اللہ کا ذکر ہمیشہ کرتے ہوں گے اور اللہ کو ان کا ذکر کتنا اچھا لگتا ہوگا کہ وہ نیند میں ہیں زبان بند ہے، مگر اللہ کو ان کے ذکر کا بند ہونا پسند نہیں، اللہ پاک نے ان کے جسم کو ذاکر بنا دیا، یہ ہیں ہمارے اکابر جن کے جسم کا رواں رواں اللہ اللہ کرتا ہے، ہم ان کا نام محبت سے لیتے ہوں، ان سے عقیدت رکھتے ہوں، تو ان کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش تو کریں، کم ازکم ذکرِ کثیر کرنے والوں کی صف میں داخل تو ہوں۔

ایک جذامی ذکر میں سرشار

جس دل کو اللہ کی محبت، اور اللہ کی معرفت کا کچھ ذائقہ لگ جاتا ہے، اسے ذکر کئے بغیر چین نہیں آتا، ذکر کی دولت اسے سارے جہاں سے عظیم نعمت نظر آتی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا گزر ایک جذامی کے پاس سے ہوا، جس کے بدن سے گوشت کے ٹکڑے بھی گر رہے تھے، نابینا بھی تھا، فالج زدہ بھی تھا، مگر وہ حمد وثنا میں مشغول ومنہمک تھا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پوچھا کہ تم جو ''الحمدللہ الذی عافانی مما ابتلٰہ بہ کثیراً من خلقہ'' پڑھ رہے ہو، تیرے پاس ہے کیا؟ کہ تو ان تمام تر بیماری کے باوجود اس طرح والہانہ، حمد وثنا میں رطب اللسان ہو؟ اس نے کہا کہ کیا ان سب کے باوجود، اس رحیم وکریم اللہ نے ہمیں ذکر کی توفیق نہیں بخشی؟ یہی ایک ایسی نعمت ہے کہ جس پر میری زبان اس کی حمد وثنا میں لذت محسوس کرتی ہے۔ گویا اس کی یہ آرزو تھی

تمنا ہے اب کوئی جگہ ایسی کہیں ہوتی
اکیلے بیٹھے ہوتے یاد ان کی دلنشیں ہوتی

خدا وہ داتا ہے جو

خدا کی شان تو یہ ہے کہ جب بندہ اللہ سے دنیا مانگتا ہے تو دنیا دیتا ہے، اگر سچی طلب سے اللہ سے اللہ ہی کو مانگ سکیں گے تو کیا وہ اللہ اپنی یاد اپنی محبت نہیں دے گا؟ اگر کسی مصیبت زدہ کی پریشانی کوئی شخص دور کردے، تو وہ پریشان حال اس کا تذکرہ کتنی محبت ولذت سے کرتا

ہے، اس کو اپنا محسن سمجھتا ہے اس کا نام لیتے لیتے اس کی زبان نہیں تھکتی، تو پھر ہمیں چاہئے کہ جب ہم پر ہر دم رب کریم کا احسان، اس کی رحمت اور فضل وعنایت ہے، اور ہر پل مصیبت و پریشانی کے بجائے راحت وسکون میں رکھا، اس پیارے اللہ کو، محسن اللہ کو، کریم اللہ کو، شوق ورغبت، جذب وکیفیت، کے ساتھ یاد کریں اور اس طرح یاد کریں کہ ہم مخصوص بندوں میں شامل ہو جائیں، اور قیامت کے دن جب فرشتہ کو بلائے کہ آؤ ذرا دیکھو، میرے بندے کے عمل کو، فرشتہ کہہ دے کہ اللہ اس نامۂ اعمال میں تو کچھ زائد نیکیاں ہیں، میں نے تو نہیں لکھی، تو اللہ زبان محبت سے کہدیگا کہ تم نے نہیں بلکہ ہم نے لکھی ہے، کیوں کہ تم کو اس کے ذکرِ خفی کی خبر نہیں تھی۔

مسنون دعاؤں کا اہتمام بھی کیجئے

احکام شریعت کا مقصد رضائے الٰہی، اور دل میں یادالٰہی کو بسانا ہے، اگر آپ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا کا مصداق بننا چاہتے ہیں، اور ذکر کثیر کی دولت سے مالا مال ہونا ہے تو اس کی ایک آسان اور سہل صورت یہ بھی ہے کہ ۲۴ گھنٹہ میں موقعہ بموقعہ کی جو مسنون دعائیں ہیں، ان کو پابندی سے پڑھنے کا معمول بنائیں، مثلاً سونے جاگنے، کھانے پینے، گھر سے نکلنے داخل ہونے، سواری پر سوار ہونے اس سے اترنے، بیت الخلا آنے اور جانے، مسجد آنے جانے، بازار سے گزرنے اور صبح وشام کی جو دعائیں ہیں، ان کے پڑھنے کا اہتمام کر لیا جائے تو انشاء اللہ یادالٰہی کی کیفیت حاصل ہو جائے گی، نیز مسنون دعاؤں کی خیر و برکت اجر و ثواب اس کے انوارات اور سنت پر عمل کی نورانیت بھی حاصل ہوگی، اور ہم فرشتوں کی نگاہ میں ذکر کثیر کرنے والوں میں انشاء اللہ شامل ہوں گے، اس کے لئے ہمیں مسنون دعا کی کوئی کتاب ساتھ رکھنی چاہئے اور ایک ایک کر کے یاد کرنے اور معمولِ زندگی بنانے کی کوشش کرنی چاہئے، اللہ رب العزت ہمیں دعاؤں کے پڑھنے کی بھی توفیق عطا فرمائے۔

مجلس《۵》

ذکر رحمت کا مقناطیس

الحمد للہ و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد۔

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم ،بسم اللہ الرحمن الرحیم ،یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيرًا۝سَابِقُوْا اِلَی الْخَیْرَاتِ ،صدق اللہ العظیم ،سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون و سلام علی المرسلین و الحمد للہ رب العالمین۔

اللھم صل علی سیدنا محمد و علی آل سیدنا محمد و بارک و سلم۔

ذکر کی کوئی حد نہیں

ہمارے ظاہری اور باطنی اعمال پر، ذکر کس قدر موثر ہے، اس کا اندازہ رئیس المفسرین حضرت ابن عباسؓ کے اس قول سے لگائیے کہ اللہ پاک نے کوئی ایسا فرض نہیں دیا جس کی کوئی نہ کوئی حد متعین نہ کی ہو، اور حالت عذر میں چھوڑنے پر معذور قرار نہ دیا ہو، سوائے ذکر کے، کہ اس کی کوئی حد متعین نہیں کی اور کسی عذر پر اس کو چھوڑنے پر معذور قرار نہیں دیا الا یہ کہ مجنون ہو (تفسیر مظہری: ۷/ ۳۵۱) اس کی وجہ ظاہر ہے کہ بندہ اگر مریض ہے، یا جسمانی کسی درد و تکلیف میں ہے پھر بھی ذکر کر سکتا ہے، بیٹھا ہے یا کھڑا، باوضو ہے یا بے وضو، ہر حال میں کر سکتا ہے، اگر زبان سے نہیں تو قلب سے کر سکتا ہے، اس لیے اسے معذور قرار دینے کی کوئی وجہ نہیں۔

ذکر زم زم کی طرح

جب ذکر کی لذت، رگ و پے میں رچ بس جاتی ہے، اس کی حلاوت سے زبان آشنا ہوجاتی ہے، تو ذکر اب صرف روح کی غذا نہیں رہتی بلکہ جسم کی غذا بن جاتی ہے، گویا ذکر ماء زم

زم کی طرح یا دودھ کی طرح بن جاتا ہے، جس سے بھوک اور پیاس دونوں دور ہوتی ہے، چنانچہ مشائخ کی آخری زندگی کو دیکھئے کہ ہردم ذکر وعبادت میں ہیں، مگر ظاہری غذا برائے نام لیتے ہیں، شیخ عبدالقادر رائے پوریؒ کے بارے میں رمضان کے متعلق لکھا ہے کہ بس ایک دو کپ چائے اور چند کھجوریں کافی ہوتی تھیں اور یہی حال حضرت شیخ زکریاؒ کا بھی ہوگیا تھا۔

ذکر جسمانی غذا بھی

اور یہ بات تو حدیث سے بھی مترشح ہوتی ہے کیوں کہ جب یاجوج ماجوج کا زمانہ آئے گا اور لوگ پہاڑوں کی طرف نکل پڑیں گے تو کسی صحابی نے نبی کریم ﷺ سے سوال کیا تھا کہ ایسے نازک وقت میں لوگ کیا کھائیں گے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ ان کی غذا سبحان اللہ کا ورد ہوگا، اسی طرح فرشتے جب ذکر کی مجلس دیکھتے ہیں تو دوسروں کو یہ کہہ کر دعوت دیتے ہیں **هَلُمُّوا اِلٰى غِذَاءِكُمْ** کہ اپنی غذا کی طرف چلو، گویا ذکر، معنوی اور روحانی غذا بھی ہے اور اھل اللہ کے لیے جسمانی غذا بھی بن جاتا ہے

ذکر رحمت کا مقناطیس

جس طرح قرآن کریم کی آیات مقناطیسی اثر رکھتی ہیں جو رحمتِ الٰہی کو کھینچتی ہیں، پڑھنے والے پر سایہ فگن رہتی ہیں، دلوں میں اترتی ہیں، اسی طرح ذکر الٰہی بھی مقناطیس کی طرح ہے، مشائخ نے ذکر کا جو طریقہ اور انداز بتایا ہے، اسی انداز میں کرنے سے وہ ذکر رحمتِ الٰہی کو کھینچتا رہتا ہے، اس کا دل رحمت کا گہوارہ رہتا ہے، لہٰذا اگر رحمت الٰہی چاہیے تو بطور خاص تلاوت کا اہتمام کیجیے اور ذکر الٰہی کی پابندی کیجیے۔

معصیت سے نور سلب ہوجاتا ہے

ذکر وعبادت، تلاوت واستغفار کا اپنا ایک نور ہے، اس کی خوشبو اور مہک ہے، لیکن

جب کوئی گناہ کرتا ہے تو نور و مہک زائل ہو جاتی ہے، دل بے نور ہو جاتا ہے، بلکہ نور کے بجائے گناہ کے سیاہ دھبے پڑ جاتے ہیں، علامہ ابن جوزیؒ فرماتے ہیں گناہ ایک نجاست ہے، اگر کوئی گناہ بھی کرتا رہے اور ذکر اللہ بھی، تو ذکر اللہ کی خوشبو بھی گندگی کے اثر سے برباد ہو جائے گی۔

بعض عارفین کا کہنا ہے کہ معصیت کا ایک نقصان یہ بھی ہے کہ، معصیت سے جو نور زائل ہوا، اگر اس معصیت سے توبہ بھی کرلے تو گناہ تو معاف ہو جائے گا لیکن وہ زائل ہونے والا نور واپس نہیں ملتا یہ کتنی بڑی محرومی ہے، ہاں اس طرح کا نور، اس وقت دل میں آئے گا جب کہ اسی قسم کا کوئی عمل کرلے۔

ذکر سے نفس و شیطان سے چھٹکارا

حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ (۵۶۱ھ) جنگل میں مشغول ذکر ہیں، اچانک ایک نور نظر آیا سمجھ گئے یہ شیطانی دھوکہ اور چال ہے، شیطان نے کہا تجھے تیرے علم نے بچالیا فرمایا علم نے نہیں، بلکہ خدا نے بچالیا، درحقیقت یہ ذکر کی برکت تھی، کہ رب کریم نے دستگیری فرمائی، اور شیطانی حربے سے محفوظ رکھا، لہذا نفس، یا شیطان، یا شیطان نما انسان کا، کوئی فتنہ کوئی دھوکہ آرہا ہو، تو بندۂ خدا ذکر شروع کردے، ان شاء اللہ خدائی نصرت و مدد شامل ہوگی اور فتنوں سے محفوظ رہے گا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کو زلیخا نے لبھانا چاہا، دروازے بند ہو چکے ہیں، تالا لگ چکا ہے مگر آپ کی زبان پر جب اللہ کا نام آیا اور معاذ اللہ پڑھنا شروع کیا تو تالے گر گئے، دروازے کھل گئے، اللہ رب العزت نے عافیت و سلامتی کے ساتھ حفاظت فرمائی گویا مصیبتوں، پریشانیوں، فتنوں اور الجھنوں کے موقع پر بھی یادِ الٰہی انسان کو حفاظت اور عزت وسکون دلاتی ہے

ذکر الٰہی سے مشکلات کا حل

ذکر الٰہی اور اعتراف قصور یہ دونوں پروردگار کو بے انتہا پسند ہیں، پوری زندگی کا پاپی

ندامت وشرمندگی کے ساتھ، اعترافِ قصور کرلے تو دریائے رحمت میں جوش آجاتا ہے، اور صرف مغفرت ہی نہیں، بلکہ محبوبیت بھی مل جاتی ہے، اسی طرح دل میں ندامت بھی ہو، اعتراف قصور بھی، اور زبان پر ذکر خدا بھی ہو تو رب کریم مشکلات و پریشانی سے نجات بھی عطا کرتے ہیں۔

حضرت یونس علیہ السلام تین طرح کی ظلمت وتاریکی میں تھے: پانی، بادل اور مچھلی کا پیٹ، ان تین تاریکیوں میں رہتے ہوئے جب ذکر میں مشغول ہوئے اور لا الہ الا انت سبحانک اِنِی کُنتُ مِنَ الظَّالِمِین پڑھتے رہے تو دریائے رحمت جوش میں آیا، اللہ نے ان کو نجات عطا فرمائی، لہذا جب بھی کسی پریشانی، مصیبت میں گرفتار ہوں، تو ذکر میں مشغول ہو جانا چاہیے، ان شاء اللہ دنیوی اخروی آفتوں سے محفوظ رہیں گے۔

اگر دل بند ہو جائے

جس کا دل اللہ کے ذکر کے لیے بند ہو، ذکر کے لیے سخت ہو جائے، ذکر الٰہی کا نہ جذبہ ہو، نہ ادنی درجے کا شوق، بلکہ غفلت و بے توجہی، اور لا پرواہی کی کیفیت ہو، تو ایسے دل کے لیے ہلاکت ہے، رب کریم نے ارشاد فرمایا: فَوَیلٌ لِلقَاسِیَۃِ قُلُوبُھُم مِنْ ذِکرِ اللہِ اُولٰئِکَ فِیْ ضَلَالٍ مُبِیْنٍ یعنی جن لوگوں کے دل اللہ کے ذکر سے سخت ہیں، ان کے لیے ہلاکت اور کھلی گمراہی ہے۔

ایسے ہی لوگ جن کے دل غفلت میں ڈوبے ہوں، ان کی اطاعت اور ان کے پاس اٹھنے بیٹھنے، ان کی صحبت سے اللہ پاک نے منع فرمایا، ارشادِ باری ہے وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَہٗ عَنْ ذِکْرِنَا کہ ان کی اطاعت نہ کیجیے کہ جن کے دل کو ہم نے ذکر سے غافل کردیا، رب کریم کا یہ انداز جاہ وجلال کو بتاتا ہے، اس لیے اس مقام پر ڈرنے کی ضرورت ہے، کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ میرے رب کو میرا ذکر پسند نہیں، اور میرا دل پسندیدہ نہیں کہ اس نے ناراض ہو کر دل کو غافل بنادیا ہو۔

دل کی مردنی کا علاج

دلوں کی مردنی، دلوں پر غفلت، دلوں کی قساوت، دلوں پر ظلمت، یہ سب گناہوں

،گندے وساوس،اور برے ماحول کی وجہ سے ہوتا ہے،مردنی کے بجائے دل کی زندگی،دل کی بیداری،غفلت کے بجائے یادالٰہی ،قساوت کے بجائے رقت قلبی،ظلمت کے بجائے نورربانی لانے کے کئی راستے ہیں مثلا: صالحین کی صحبت،تدبر وتفکر کے ساتھ تلاوتِ قرآن،مراقبۂ موت ،قبرستان جا کر قبروں کی زیارت،تاہم ایک اہم اور زود اثر سبب وہ ہے جس کا تذکرہ رب کریم نے اپنے ہر اہم حکم کے بعد کیا ہے، اور وہ ہے ذکر اللہ؛اب ہمیں غور کرنا ہے کہ میرے دل میں کہیں غفلت تو نہیں؟،قساوت تو نہیں؟،ظلمت تو نہیں؟،کیل کانٹے تو نہیں؟اگر ہیں،تو پھر ذکر کے ذریعے ان چیزوں کو دور کیجیے،خواجہ صاحب نے کیا عجیب بات کہی:

ضربیں لگا کے کلمۂ طیب کی بار بار — اس پہ لگا جو زنگ ہے اس کو ہٹائیے
مشغول اسم ذات میں ہوں آپ اس طرح — اس کے سوا ہر ایک کو بس بھول جائیے

غفلت سے بچنے کی دوا

اگر دل میں غفلت کے بجائے محبت،قساوت کے بجائے رقت ومعرفت چاہیے تو حضرت ڈاکٹر عبدالحی عارفیؒ نے اس کی ۲/دوا بتلائی ہیں ایک یہ کہ کسی اللہ والے کے دل میں بیٹھ جاؤ،یعنی اپنے ظاہری اور باطنی اعمال اس طرح بنالو،اور اپنے آپ کو اس طرح مشغول کرلو کہ شیخ کے دل میں تیرے لیے ہر دم شفقت ومحبت رہا کرے،اور دوسرے اللہ کا ذکر کثرت سے کیا کرو ،کیوں کہ کثرت ذکر محبت کی منزل تک پہنچنے کا زینہ ہے اوپری منزل تک وہی پہنچتا ہے جو زینہ چڑھتا ہے نیچے کھڑا زینے کو دیکھنے والا کبھی منزل پر نہیں پہنچ پاتا۔

ذکر بغیر فکر کے بھی نفع بخش

ذکر کا مقصود رضاء الٰہی،قربِ خداوندی اور اطاعتِ ربانی ہے،ذکر کا مقصود نہ نور ہے نہ رنگ،نہ کیف ہے نہ وجد وسرور،نہ لذت ہے،نہ حلاوت،لہذا ذاکر کو اگر یہ کیفیات حاصل نہ ہوں تو مایوس نہ ہو دل گیر نہ ہو،کیوں کہ بے توجہی کے ساتھ بھی اگر ذکر ہو تب بھی نفع بخش ہوتا

ہے، اور بے خیالی سے زبان سے ادا کیا ہوا ذکر بھی دل کی دنیا کو پلٹ دیتا ہے۔

حضرت ابومحذورہؓ کا واقعہ مشہور ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر سے لوٹ رہے تھے، قافلہ نے پڑاؤ ڈالا، نماز کے لیے اذان شروع ہوئی، کافروں کے چند بچوں نے مذاق کے طور پر نقل مارنی شروع کردی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بربنائے شفقت فرمایا ان بچوں کو پکڑ لاؤ، سب تو بھاگ نکلے مگر حضرت ابومحذورہ پکڑے گئے، آپ نے فرمایا کیا بول رہے تھے، انہوں نے اذان دہرانی شروع کی: **اشھد ان لا الہ الا اللہ** تو کہہ دیا اونچی آواز سے، مگر **اشھد ان محمدا رسول اللہ** دھیمی آواز سے کہا، کیوں کہ ان کے عقیدے کے خلاف تھا، آپ نے کہا زور سے کہو مجبوراً زور سے کہا، مگر اللہ رب العزت نے اس دوبارہ کہنے کی برکت سے ان کی دل کی دنیا کو پلٹ دیا اور یہی کلمۂ شہادت، جو شوق ورغبت سے نہ تھا، ان کے ایمان ویقین اور محبتِ الٰہی کا ذریعہ بن گیا پتہ چلا کہ اللہ کا نام اللہ کا ذکر بغیر دل جمعی اور بغیر توجہ کے بھی نافع ہوتا ہے، اس لیے اگر دل جمعی نہ ہو، ذہن منتشر ہو، قبض کی کیفیت ہو پھر بھی ذکر چھوڑنا نہ چاہیے، بلکہ کرتے رہنا چاہیے، ان شاء اللہ دل کی تمام تر خرابیاں دور ہوجائیں گی، ہاں ذکر اگر دل جمعی سے ہو تو اس کا فائدہ بے شمار ہوتا ہے، (رحمتِ دارین کے شیدائی: ۲۰۷)

موتی کا خمیرہ اگر بے مزہ ہو

بہت سے احباب بلاوجہ یہ شکوہ کرتے ہیں کہ ذکر میں لذت وحلاوت اور کیفیت محسوس نہیں ہوتی، کچھ پتہ نہیں چلتا تو اس سے آپ مایوس نہ ہوں، بلکہ ایسا ذکر بھی آپ کے لیے وٹامن اور اینرجی کا کام کرتا ہے، اگر کسی مریض کو موتی کا خمیرہ کھلایا جائے اور اس کو لذت محسوس نہ ہو تو کیا اس کو فائدہ نہیں ہوگا؟ اسی طرح جب تاجروں کا سیزن آتا ہے تو کھانا بے وقت کھاتے ہیں اور جلدی جلدی کھالیتے ہیں، ان کو لذت اور مزہ کا خیال بھی نہیں ہوتا، تو کیا اس طرح کا کھانا ان کے بدن کی غذا نہیں بنتا؟ کیا اس سے خون نہیں بنتا؟ یقیناً بنتا ہے اسی طرح بے لذت، بے کیفیت ذکر بھی قلب اور روح کی غذا ضرور بنتا ہے، لہٰذا دل کی دنیا بنانے کے لیے ذکر میں لگے

رہیے، عبداللطیف بنئے ہر دم عبداللطف بننے کی کوشش نہ کیجیے۔

ذکر میں استقامت کی پہچان

البتہ راہ سلوک کی منزل تیزی کے ساتھ وہ سالک طے کرلیتا ہے، اور دل کی دنیا ہمیشہ نورانی اور رحمانی رکھتا ہے جس کے دل میں ذکر کا اضطراب ہو، حضرت شاہ عبدالقادر صاحبؒ رائے پوری سے کسی نے پوچھا کہ ذکر میں استقامت کی علامت کیا ہے؟ کب کہا جائے کہ فلاں کو ذکر میں استقامت نصیب ہے، فرمایا کہ جب تک ذکر نہ کرلے اس کے دل میں بے چینی اور بے قراری رہے، اگر بار بار ذکر چھوٹ جائے اور بے چینی نہ ہو، تو سمجھ لو ذکر میں استقامت حاصل نہیں۔

جب تک سالک میں اضطراب نہ ہو

حضرت خواجہ معصومؒ (۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) فرمایا کرتے تھے: جب تک سالک کو ذکر کے حاصل ہونے میں اضطراب نہ ہو جائے، تب تک کام نہیں بنتا گویا حَتّٰی اِذَا ضَاقَتْ عَلَیْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ (زمین کشادہ ہونے کے باوجود تنگ نظر آتی ہو) کا مصداق بن جائے کہ کثرتِ ذکرِ الٰہی کا درجہ مجھے کب میسر ہوگا، لمبے لمبے مراقبے اور دل کی دائمی حضوری کب ملے گی، میرے دل کا برتن تیری محبت سے کب بھرے گا، بس یہی فکر، یہی آرزو یہی تمنا اس کو ہمہ دم بے چین کیے رہے، اور پھر کوشش بھی کرتا رہے، یہ سمجھتے ہوئے وَظَنُّوْا اَنْ لَّا مَلْجَأَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّا اِلَیْهِ کہ اللہ ہی کی طرف ٹھکانہ ہے وہی ماوی اور ملجا ہے، اسی کے در سے ملے گا جبکہ ہم اس کے در کو ہمیشہ کھٹکھٹاتے رہیں گویا بغیر اضطراب یہ دولت جلدی نصیب نہیں ہوتی۔ (تالیفات مصلح الامت: ۳/)

اگر یاد نہیں تو کچھ نہیں

آخری بات سن لیجیے شیخ الاسلام عبداللہ انصاریؒ فرماتے تھے کوئی نقشبندی ہے کوئی چشتی، کوئی قادری ہے، کوئی سہروردی، اگر دل میں خدا کی یاد ہے تو تم سب کچھ ہو، ورنہ تم کچھ بھی نہیں۔

غفلت دور نہ ہو پھر بھی ذکر کریں

ذکر زبان سے ہو یا دل سے، نفع سے خالی نہیں، کسی نہ کسی درجے میں فائدہ ضرور ہوتا ہے، حضرت مولانا رومیؒ (۶۷۲ھ/ ۱۲۷۳ء) کی طرف جو یہ شعر منسوب ہے: کہ

برزباں تسبیح بردل گاؤخر　　　ایں چنیں تسبیح کے دارد اثر

اس سے بظاہر سمجھ میں آتا ہے کہ دل میں اگر دنیا کے خیالات ہوں تو اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا، حضرت تھانویؒ فرمایا کرتے تھے کہ درحقیقت یہ شعر اس طرح ہونا چاہیے:

برزباں تسبیح بردل گاؤخر　　　ایں چنیں تسبیح ہم دارد اثر

کہ اس طرح کی تسبیح سے بھی فائدہ ضرور ہوتا ہے، اس عاجز کے ذہن میں یہ بات آتی ہے کہ مولانا رومیؒ (۶۷۲ھ/ ۱۲۷۳ء) کا مقصد کامل، مکمل نفع مراد ہے کہ اعلیٰ درجہ کا فائدہ اسی وقت ہوگا جب کہ توجہ اور دھیان سے ہو، حضرت تھانویؒ کا مقصد کہ کسی نہ کسی درجے میں فائدہ ضرور ہوگا۔

غافل اور مردہ دل کی پہچان

مالک بن دینارؒ فرماتے ہیں کہ غافل اور مردہ ہونے کی تین پہچان ہے: اَلْاُنْسُ مَعَ الْخَلْقِ، وَالْوَحْشَۃُ مَعَ الْخَلْوَۃِ، وَافْتِقَادُ حَلَاوَۃِ الذِّکْرِ یعنی اللہ سے انس ومحبت کے بجائے مخلوق سے زیادہ محبت ہو، یادالٰہی اور عبادت کے لئے تنہائی میں بیٹھنے سے گھٹن ہو، ذکر وعبادت میں حلاوت، اور خشوع وخضوع ختم ہوگئی ہو، اگر دل میں یہ کیفیت ہو تو سمجھ جاؤ کہ دل غافل اور مردہ ہے، اس کا علاج جی لگے یا نہ لگے معمولات کی پابندی ہے۔ اور معمولات کُشتہ کی طرح ہے، جو دھیمے دھیمے مرض کو دور کر کے طاقت وقوت پہنچاتا ہے، اسی طرح معمولات بھی دلوں کو طاقت وقوت پہنچاتا ہے۔

مجلس《٦》

ذکر بے مثال عبادت

الحمدللہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی امابعد۔

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم، الذَّاکِرِیْنَ اللہَ کَثِیْراً وَالذَّاکِرَاتِ اَعَدَّ اللہُ لَھُمْ مَغْفِرَۃً وَّاَجْراً عَظِیْماً (احزاب:٣٥)۔ سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون وسلام علی المرسلین والحمدللہ رب العالمین۔

اللھم صل علی سیدنا محمد وعلی آل سیدنا محمد وبارک وسلم۔

ذکر سالن کی طرح ہے

شریعت کے جتنے احکام ہیں، ان کی مثال طعام کی، اور ذکر کی مثال سالن کی، غذائیت وانیرجی میں اصل طعام ہے، نہ کہ سالن، مگر بغیر سالن روٹی اور چاول کھا بھی نہیں سکتے، اسی طرح ذکر کے بغیر نہ عبادت میں لذت ہے، نہ دل جمعی، اور نہ حضوری کی کیفیت ہے، اور نہ ہی جذب وسرور۔ (حیات حبیب: ٢/٦٢٦)

ذکر کی لذت بے مثال

اللہ رب العزت کا ذکر نہایت ہی اہم، بلند و بالا، اور عظمت وتقدس والا ہے، اسکے نام کی لذت بھی بے مثال ہے، اللہ کے نام کی عظمت کو دیکھیں کہ جنت بھی اس کے برابر نہیں، جس طرح اللہ رب العزت کا کوئی مثل، اس کی کوئی مثال، اور اس کا کوئی ہمسر نہیں، اسی طرح اس کے نام کی لذت کا بھی کوئی مثل ومثال نہیں، بلکہ اس کی لذت بے مثال ہے، یہی وجہ ہے کہ جب جنت میں رب کریم کا دیدار ومشاہدہ ہوگا، تو جنتی جنت کی حور وقصور کو بھول جائیں گے،

پانچسو سال تک رب کریم کے حسن و جمال کے مشاہدہ میں محو ہوں گے۔

اس سے پتہ چلا کہ جس طرح ذات خدا بے مثل ہے، اس کا نام بھی بے مثل ہے، اس کے نام کی لذت وحلاوت بھی بے مثل ہے، یہ الگ سی بات ہے کہ ہمیں اس کا احساس وادراک نہیں ہوتا، ہاں! جو صاحب تقوی صاحب ورع ہیں، جن کا دل محبت وتجلیات کا گنجینہ ہے اور یاد الٰہی سے جن کا دل ہمیشہ معمور رہتا ہے، اور جن کے قلوب عالم بالا سے مربوط و مانوس ہوتے ہیں، ان کو اس کی لذت کا احساس وادراک ہوتا ہے، اسی لذت میں وہ مستغرق رہتے ہیں۔ وہ اس شعر

نام او چوں برزبانم می رود　　　　ہر بن مواز عسل جوئے می شود

کے مصداق ہوتے ہیں کہ جب میں ان کا نام زبان پہ لیتا ہوں تو رُواں رُواں شہد کی مٹھاس کی طرح میٹھا ہو جاتا ہے۔

فلاح کے چار معانی

یوں تو ہر مؤمن کسی نہ کسی درجہ میں خدا کا ذکر کرتا ہی ہے، نامِ خدا اس کی زبان پر آ ہی جاتا ہے، مگر مطلوب و مستحسن ذکر، ذکر کثیر ہے، ”وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ“ (جمعہ:۱۰) کہ فلاح ذکر کثیر میں ہے، جس کو فلاح حاصل ہو جائے اسے چار طرح کی نعمتوں سے نوازا جاتا ہے:

(۱) بقاء بلا فناء (۲) غناء بلا فقر (۳) عز بلا ذل (۴) علم بلا جہل۔

یعنی ذکر کثیر پر تجھے ایسی فلاح میسر ہوگی جس کے تحت چار نعمتیں حاصل ہوں گی: ایسی بقاء کہ پھر اس میں فنا نہ آئے، ایسی غنا کہ اس کے بعد فقر نہ آئے، ایسی عزت کہ اس کے بعد کوئی ذلت نہ آئے، اور ایسا علم کہ اس کے بعد جہالت کا کوئی اثر نہ ہو۔ (مرقات:۱/۱۵۹)

ذکر ایک آسمانی علاج

اسی طرح فرمایا: ”وَالذّٰكِرِينَ اللّٰهَ كَثِيرًا وَّالذّٰكِرَاتِ (احزاب:۳۵)“۔ اس

میں بھی ان مؤمنوں کی مدح سرائی ہے جو اللہ کو بکثرت یاد کرتے ہیں، ذکر کثیر در حقیقت پروردگار کی طرف سے ایک آسمانی علاج ہے، جس طرح جسمانی کمزوری، یا بیماری پر دوا کی مقدار، ڈاکٹر متعین کرتا ہے، اور اس کی متعین کردہ مقدار میں ہی شفا مضمر ہوتی ہے، اگر دوا کی وہ مقدار نہ لی جائے تو خاطر خواہ فائدہ نہیں ہوتا، بلکہ ڈاکٹر ناراض بھی ہوتا ہے۔

اسی طرح رب کریم نے، نفسانی شیطانی امراض، اور باطنی بیماریوں سے شفایابی کے لئے، ذکر کثیر تجویز فرمایا ہے، لہذا جب تک ذکر کثیر نہ ہو، نہ تو نفس وشیطان سے نجات ہوگی، اور نہ ہی باطنی بیماری سے شفایابی، اگر ان سے نجات چاہتے ہیں تو دوام ذکر اور کثرت ذکر کو لازم کرنا ہوگا

جو آغاز میں فکر انجام ہے — تیرا عشق شاید ابھی خام ہے

تذبذب کے شکار نہ بنیے

کائنات کا ذرہ ذرہ اللہ کے ذکر میں مشغول ہے، جب کہ وہ مکلف نہیں اور انسان تو مکلف ہے اس کے ذکر کا، مطالبہ بندوں سے ہے، اور صرف مطالبہ ہی نہیں، بلکہ کثرتِ ذکر کا حکم ہے، اللہ کو ذکر قلیل پسند نہیں، کیونکہ ذکر قلیل کا اثر نہ دیر پا ہوتا ہے نہ زود اثر ہوتا ہے، ایسے ذکر سے نفس وشیطان نہ کمزور ہوتے ہیں نہ ہی اخلاقِ رذیلہ کی صفائی ہوتی ہے، ایسے شخص کا معاملہ تذبذب میں رہتا ہے، اس کے ذہن میں شکوک وشبہات، وساوس واوہام کی بھرمار ہوتی ہے، اسی لئے اللہ نے بطور مذمت قرآن کریم میں ارشاد فرمایا: ”وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا مُذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ لَا اِلٰى هٰؤُلَاءِ وَلَا اِلٰى هٰؤُلَاءِ“ (نساء: ۱۴۳) گویا ایسے لوگ حیران وپریشان اور سرگرداں رہتے ہیں۔

کوالٹی کے ساتھ کوئنٹٹی بھی ہو

کسی بھی چیز کی تاثیر ظاہر ہونے کے لئے کچھ نہ کچھ شرطیں ہوا کرتی ہیں، جو مرض جس قدر اہم اور سنگین ہو، اس کی دوا بھی نہایت قیمتی اور اہم ہوتی ہے، اور اس کے نفع بخش ہونے کے

لئے کچھ نہ کچھ شرطیں ہوتی ہیں، ان شرطوں کا لحاظ نہ ہو تو بہت ممکن ہے کہ فائدہ نہ پہنچے، اگر فائدہ نہ ہوا تو اسے دوا کا قصور نہیں کہہ سکتے۔

اسی طرح اس ذکر سے باطنی امراض دور ہوتے ہیں، روح وقلب کو شفا ملتی ہے، دل کی دنیا بدلتی ہے، رقت ومعرفت، محبت وخشیت اور انابت کی کیفیت پیدا ہوتی ہے، جس ذکر میں اس کے دو حق کا لحاظ کیا جائے، ایک یہ کہ ذکر اس مقدار کے مطابق ہو، جو شیخ نے تجویز کیا ہے، اور دوسرا یہ کہ ذکر ایک خاص کیفیت کے ساتھ ہو، اللہ کا نام والہانہ انداز سے لیا جائے۔

میرے شیخ اوّل محی السنہ، حضرت شاہ ابرار الحق صاحب قدس سرہٗ ہردوئی (۱۴۲۶ھ/ ۲۰۰۵ء) فرمایا کرتے تھے، کہ سخت پیاس ہو، ایک گلاس پانی کی ضرورت ہو، اگر کوئی ایک چمچہ لاکر دے، تو پیاس نہیں بجھ سکتی، یا گلاس تو بھر کر لائے، مگر پانی ٹھنڈا نہ ہو بلکہ گرم ہو، تو بھی پیاس نہ بجھے گی، معلوم ہوا کہ مقدار بھی حسب طلب ہو، پانی کی کیفیت بھی اچھی ہو تبھی ہی پیاس بجھے گی اور سکون حاصل ہوگا۔

اسی طرح قلبی، روحانی پیاس کو بجھانے کے لئے، ذکر کی خاص مقدار بھی ہونی چاہئے اور پرکیف انداز بھی ہونا چاہئے، انشاء اللہ بہت جلد فائدہ ہوگا، اسی کو آپ مختصر انداز میں اس طرح کہہ سکتے ہیں، کہ جس ذکر میں کمیت وکیفیت دونوں کا لحاظ ہو، وہی ذکر دل کی دنیا کو بدل کر عالم بالا سے مربوط کرتا ہے، اور تجلیات کا گھوارہ بناتا ہے، مولانا رومیؒ فرماتے ہیں:

نہ من گنجم درزمین وآسماں　　　لیک گنجم درقلوب مؤمناں

سُکھ میں تم یاد کرو، میں دکھ میں یاد رکھوں گا

باطنی امراض سے بچنے، نفس وشیطان کو کمزور کرنے، دل سے غبارِ معصیت کو دور کرنے کے لئے دوام ذکر ضروری ہے، خوشی میں ہو یا غم میں، صحت میں ہو یا بیماری میں، کبھی یادِ الٰہی کو نہ چھوڑنا چاہئے، جبکہ آج کا ماحول یہ ہے کہ جسے خوش حالی، فراوانی، صحت وسلامتی مل

جائے، وہ یادِ خدا سے دور، اور اپنے آپ میں ایسا مست رہتا ہے یا تو پروردگار کا ذکر نہیں کرتا، یا کرتا بھی ہے تو سرسری طور پر تسبیح کے دانے کھٹکھٹاتا ہے۔

حالانکہ ہمیں سوچنا چاہئے کہ رب کریم اگر ہمیں کسی بڑی مصیبت، بڑی آفت میں مبتلا کر دیتا، نانِ شبینہ کا محتاج بنا دیتا، آنکھ کی روشنی جاتی رہتی، ہاتھ پاؤں شل ہوجاتے، جسم لاغر ہوجاتا، تو ہم کس بے چارگی کے عالم میں رہتے، ہمارا کیا حال ہوتا؟ مگر کرم ہے کریم اللہ کا اس نے سُکھ کے دن رات، اور خوشی و فرحت کے سامان عطا کئے، اس کے شکر کا تقاضہ یہ تھا کہ پرکیف اور والہانہ انداز میں ذکر کرتے، اور ایسے ذکر کا فائدہ یہ ہے کہ جب ہم خوش حالی میں، اس کو یاد کریں گے وہ پریشانی اور تنگ حالی میں ہمیں یاد رکھے گا، حدیث پاک میں ہے: ''اُذكُرُوا اللهَ فِي الرَّخَاءِ يَذْكُرْكُمْ فِي الشِّدَّةِ'' یعنی سہولت اور خوش حالی کے عالم میں اللہ کو یاد کرو، وہ تمہیں شدت، مشقت اور پریشانی میں یاد رکھے گا۔

ہردم در کو کھٹکھٹاتے رہئے!

دیگر اعمال کے مقابلہ میں، ذکر کثیر کی ایک اہم تاثیر، وصول الی اللہ، اور انابت الی اللہ ہے اس کی برکت سے اللہ کا وصل، اللہ سے انس کی دولت نصیب ہوتی ہے، ہردم ہر پل اس کے دل کا رُخ اللہ پاک اور عالم بالا کی طرف رہتا ہے، ایک عجیب و پرکیف لذت میں اپنے آپ کو پاتا ہے، ذاکر کی مثال دروازہ پر کھڑے رہنے والے کی طرح ہے، اسی لئے کہا گیا: ''الذاکر کالواقف علی الباب'' جیسے ہی دروازہ کھلا دریائے معرفت میں داخل ہوگیا، گویا ذاکر ذکر کے راستہ سے، محبت الٰہی کے دروازہ تک پہنچ جاتا ہے، اب دروازہ کب کھلے؟ یہ اس مہربان رب کی مرضی ہے، ہماری کونسی ادا اس کو پسند آجائے؟ یہ اسکی شانِ رحمت ہے، اور ہمارے دل کا حال یہ ہونا چاہئے ؎

ہم ان کا در نہ چھوڑیں گے وہ اپنا در نہ کھولیں گے
حکومت اپنی اپنی ہے کہیں ان کی کہیں میری

حضرت حکیم الامت اشرف علی تھانویؒ (۱۳۶۲ / ۱۹۴۳ء) فرمایا کرتے تھے کہ کبھی نہ

کبھی محبت کا دروازہ ضرور کھلے گا، اور جب کھلے گا تو یکبارگی اچانک اور آن واحد میں کھلے گا، پھر اس کے قلب کو وصل حاصل ہو جائے گا، تاہم اس کے لئے سبب کے درجہ میں تین چیزیں لازم ہیں: (۱) صحبت شیخ کا التزام (۲) دوامِ ذکر (۳) گناہوں سے بچنے کا اہتمام۔ ان تینوں پر عمل کے بعد انسان کی کیفیت بنتی ہے ؎

مجھے سہل ہو گئیں منزلیں وہ ہوا کے رُخ بدل گئے
تیرا ہاتھ ہاتھ میں آ گیا کہ چراغ راہ میں جل گئے

یادِالٰہی حلاوت کے ساتھ

مراقبہ میں دل سے اللہ اللہ کرنا ہے، اللہ کے سبھی نام صفاتی ہیں اور ایک نام ذاتی ہے، اور وہ ہے لفظ ''اللہ''، رب کریم نے ذکر کا حکم ذاتی نام سے کیا، اور کہا: **''واذکر اسم ربک''** اپنے رب کا نام لیجئے، رب تو خود ایک صفاتی نام ہے، رب کا نام کیا ہے؟ وہ ہے لفظ اللہ، اس سے ثابت ہوا کہ رب کریم کو اللہ اللہ کہہ کر یاد کرنا ہے، اس کا ذکر اس کے ذاتی نام کے ساتھ کرنا ہے۔

حضرت حکیم اختر صاحبؒ (۱۴۳۴ھ/ ۲۰۱۳ء) نے ایک عجیب نکتہ حضرت تھانویؒ (۱۳۶۲ / ۱۹۴۳ء) کے واسطہ سے نقل فرمایا: کہ اللہ نے یہ نہیں فرمایا کہ تم اللہ اللہ کہو، بلکہ کہا رب کریم کا نام لو، تو لفظ رب کے استعمال کرنے میں حکمت یہ ہے، کہ انسان کی فطرت ہے، کہ اس کو اپنے مربی، نگہداشت و پرورش کرنے والے سے فطری محبت ہوتی ہے، جیسے بچے کو ماں باپ سے محبت ہوتی ہے تو رب کہہ کر اشارہ کر دیا، کہ جب تم ہم کو یاد کرو تو محبت، لذت وحلاوت ، اور والہانہ انداز کے ساتھ یاد کیا کرو۔ (مواعظ درد محبت: ۳/ ۶۲)

کیا دل اللہ اللہ بول سکتا ہے؟

انسان کا دل ہر دم دھڑکتا ہے، معتدل انسان کا دل ایک منٹ میں کم سے کم بہتر مرتبہ دھڑکتا ہے، مگر دل ہے کہ نہ تھکتا ہے نہ رکتا ہے، ہر دم اپنے کام میں لگا ہے، یہی دل اللہ کا ذکر بھی کرتا ہے، اور اللہ اللہ بولتا بھی ہے، یہ الگ سی بات ہے کہ ہمیں ابتداء میں دل کے ذکر کا، اور اس کی آواز کا احساس

نہیں ہوتا، جب کائنات کا ذرہ ذرہ، خواہ جامد، ساکت، بے جان، بے روح کیوں نہ ہو ہر ایک ذکر کرتا ہے، ارشاد ربانی ہے: ''وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ'' (بنی اسرائیل: ۴۴) ایک اور مقام پر ہے: ''يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ'' (تغابن: ۱)۔

اسی طرح میدان قیامت میں انسان کے اعضا بول پڑیں گے، جبکہ اس سارے اعضا بے زبان نظر آتے ہیں، قرآن کریم میں ہے: ''اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ'' (یٰس: ۶۵) کہ بروز قیامت انسان کے منھ پر مہر لگ جائے گی، اس کے ہاتھ و پاؤں، اس کے خلاف گواہی دیں گے، جب اس کا جرم ثابت ہو جائے گا تو انسان اپنے ہی اعضا سے شکوہ کرے گا: ''لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا'' (حم السجدہ: ۲۱) کہ تم نے ہمارے خلاف گواہی کیوں دی؟ تو اعضا کہیں گے: ''اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ'' (حم السجدہ: ۲۱) میں کیا کروں؟ جس رب نے ہر چیز میں قوت گویائی عطا فرمائی، اسی رب نے ہمیں بولنے کی طاقت بھی دی اور گواہی دینے کا حکم بھی دیا۔

تو جب دنیا کی ہر چیز، زبان حال اور لسانِ ملکوتی سے اللہ کا ذکر کر سکتی ہے، انسان کا ہر عضو بول سکتا ہے، خود ہماری زبان جو گوشت پوست کی بنی ہے وہ بول سکتی ہے تو دل جو جسم کا بادشاہ ہے، وہ کیوں اللہ اللہ نہ بول سکے گا؟ وہ کیوں گنگ رہ جائے گا؟ یقیناً وہ اللہ اللہ بولتا ہے، اس لئے یہ بات پتھر کی لکیر کی طرح واضح ہے کہ انسان کا دل اللہ اللہ کرتا ہے، لہذا محنت کرنے پر ہمارا آپ کا دل بھی ضرور کرے گا۔

کثرت ذکر اور قلب کا جاری ہونا

ذکر و مراقبہ اس کثرت سے کریں کہ دل ذکر کا خوگر ہو جائے، ذکر کئے بغیر نہ چین آئے نہ دل کو قرار ہو، بلکہ ایک اضطراب ہو، اور اس کا یہ حال ہو کہ ؎

تڑپنے سے ہم کو فقط کام ہے　　یہی بس محبت کا انعام ہے

تو بار بار ذکر کرنے سے انسان کا دل اللہ اللہ کرنے لگتا ہے، پھر جب انسان کثرت

ذکراور دوام ذکر سے مالا مال ہوتا ہےاور ذکر کا چھوڑنا اسے کسی طرح گوارانہیں ہوتا، بلکہ ذکر اس کے دل میں رچ بس جاتا ہے، اس کا دل جاری ہوجا تا ہے، پھر ایسے دل کے بارے میں کہا جا تا ہے کہ دل جاری ہوگیا۔

دل جاری ہونے کا مطلب

دل کے جاری ہونے کے دو مطلب ہیں: ایک تو یہ ہے کہ دل ہر دم اللہ اللہ کرنے لگتا ہے اور خود ذاکر کو دل کے ذکر کا کبھی ادراک، احساس اور شعور ہونے لگتا ہے، ایک خاص قسم کا انشراح اور حرکت سی محسوس ہونے لگتی ہے، قلب کے جاری ہونے کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ دل میں اللہ کی محبت اس قدر آجائے کہ اس دل کی حکمرانی اس کے سارے اعضاء پر چلنے لگے، ہر عضو ظاہری گناہوں کے ساتھ باطنی گناہ اخلاق رذیلہ وغیرہ سے بچنے لگے،اور قلب کا پورے طور پر کنٹرول اس کے انگ انگ پر ہونے لگے،تو ایسا دل جاری کہلاتا ہے۔

گویا جب تک اخلاق حمیدہ پیدا نہ ہوں، حقوق کی ادائیگی نہ ہو،صوفیاء کی اصطلاح میں اس دل کو جاری نہیں کہا جا سکتا، اس لئے جب تک ہم شریعت وسنت کے متبع نہ ہونے لگیں، قلب اگر چہ پھڑ پھڑائے، گدگدائے، اس سے قلب کے جاری ہونے کا دھوکہ نہ کھایئے، اپنے ظاہر وباطن کوشریعت کے سانچہ میں ڈھالتے رہے۔ اخلاق حمیدہ کو پیدا کیجئے اور اخلاق رذیلہ کو دور کیجئے۔

دل کی صفائی کا ایک راستہ

حضرت شاہ ولی اللہؒ (۱۷۶۲ء) فرماتے ہیں کہ زمین ناپاک ہوجائے تو سورج کی تپش اور حرارت سے خشک ہو کر پاک ہوجاتی ہے، اسی طرح دل کی زمین اگر اخلاقِ رذیلہ سے گندی ہو تو کسی شیخ کی نظر کی تاثیر سے بھی اور اس کی توجہ کی حرارت سے بھی دل پاک اور صاف ہوجا تا ہے، لہذا ہمیں چاہئے کہ ہم صرف اپنے ذکر پر اعتماد کر کے نہ بیٹھ جائیں بلکہ کسی صاحب نسبت کے پاس اس طرح آتے جاتے رہیں کہ ان کی نظروں میں رہیں، تاکہ ہماری اصل حقیقت کھل جائے اور ان کی صحبت کی برکت سے دل پاک صاف ہونے لگے۔

مجلس《۷》

ذکر میرا مجھ سے بہتر...

الحمد للہ و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد۔

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم، بسم اللہ الرحمن الرحیم، فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ ۝ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ، صدق اللہ العظیم، سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون و سلام علی المرسلین و الحمد للہ رب العالمین۔

اللھم صل علی سیدنا محمد و علی آل سیدنا محمد و بارک و سلم

اے غافل تو نے انصاف نہ کیا

دنیا کی ہر چیز یادِ خدا میں مشغول ہے وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ خود اس پر دلیل ہے، اگر اشرف الخلوقات اللہ کے ذکر سے ہی غافل ہوجائے، غفلت ولا پرواہی میں پڑ جائے یادِ الٰہی سے دور ہوجائے تو ایسے بندے کو اللہ کی طرف سے کیسا لطیف عتاب ہوتا ہے اور کیسی باریک تنبیہ ہوتی ہے، وہ حضرت سہل بن عبداللہؒ کی زبانی سنئے۔

وہ روایت کرتے ہیں کہ روزانہ اللہ کی طرف سے یہ صدا اور ندا آتی ہے، اے میرے بندے! تو نے انصاف نہیں کیا، میں نے تم کو یاد رکھا تم نے ہمیں بھلا دیا، میں نے اپنی طرف بلایا، تو دوسروں کی طرف چلا گیا، میں نے تجھ سے مصیبت کو دور کر دیا مگر تو گناہوں کی طرف دوڑ پڑا، اب بتلاؤ محشر میں تمہارا کیا جواب ہوگا (روح البیان: ۳/ ۲۳۰، خطبات فقیر: ۳۶/ ۴۶)

خدا بھی یاد رکھتے ہیں

ذکر کے فوائد و برکات ابن قیمؒ (۷۵۱ھ/ ۱۳۵۰ء) نے ایک سو ایک لکھے ہیں، اگر وہ تمام فوائد نہ بھی ہوں، تب بھی ذکر کی اہمیت اس کی عظمت، اس کی ضرورت کے لیے اتنی بات

کافی ہے کہ جب بندہ ذکر کرتا ہے تو اللہ عرش بریں پر اس کا ذکر کرتا ہے، بندۂ مومن کے لیے یہی ایک سعادت، تمام سعادتوں سے برتر و بالا ہے کہ وہ احکم الحاکمین ہو کر وہاں گروہ فرشتہ میں یاد کرے، اسی لیے حضرت ثابت بنانیؒ اپنے شاگردوں سے کبھی فرماتے تھے، سنو سنو... اس وقت خدا ہمیں عرش پر یاد کر رہا ہے، شاگرد پوچھتے یہ کیسے پتہ چلا؟ فرماتے: جب ہم ذکر کر رہے ہیں تو یقیناً وہ بھی اپنے لطف و کرم سے یاد کرتا ہوگا، تو ذکر، اللہ کی ہم نشینی، اور اللہ کی یاد کا ذریعہ ہے، اس سے بڑھ کر اور کیا سعادت ہوگی کہ رب کریم شان کریمی کے ساتھ یاد کرنے لگے۔

عرشِ بریں پر خدا کے یاد کرنے کا مطلب

بندے کا اللہ کو یاد کرنا اور ہے، اور اللہ کا بندے کو یاد کرنا کچھ اور، اللہ بندے کو یاد کرتے ہیں اس کا مطلب یہ نہیں کہ جس طرح بندہ اللہ اللہ کرتا ہے تو اللہ بھی اس کا نام بار بار لیتے ہوں نہیں؛ بلکہ اللہ یاد کرتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ بندے کو نئے نئے اعمال کی توفیق دیتے ہیں، نئی نئی نعمتوں سے نوازتے ہیں۔

فَاذْكُرُوْنِیْ اَذْكُرْكُمْ: تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا، بعض شارحین نے اس کے ۱۲ رمطلب بیان کیے ہیں۔

- **اُذْكُرُوْنِیْ فِی زَمَانِ الْغَفْلَةِ اَذْكُرْكُمْ بِاِنْزَالِ الرَّحْمَةِ:** تم غفلت کے ماحول میں مجھے یاد کرو، میں رحمت نازل کر کے تمہیں یاد کروں گا۔
- **اُذْكُرُوْنِیْ بِخِدْمَتِیْ اَذْكُرْكُمْ بِنِعْمَتِیْ:** تم خدمت کے ذریعے مجھے یاد کرو، میں نعمت عطا کر کے تمہیں یاد کروں گا۔
- **اُذْكُرُوْنِیْ بِالتَّوْحِیْدِ اَذْكُرْكُمْ بِالتَّاْیِیْدِ:** تم توحید کے ذریعے مجھے یاد کرو، میں تائید کے ذریعے تمہیں یاد کروں گا۔
- **اُذْكُرُوْنِیْ بِالشُّكْرِ اَذْكُرْكُمْ بِالْمَزِیْدِ:** تم شکر کے ذریعے مجھے یاد کرو، میں اور زیادہ نعمت دے کر تمہیں یاد کروں گا۔

● اُذْكُرُوْنِیْ بِالْمَحَبَّةِ اَذْكُرْكُمْ بِالْقُرْبَةِ: تم محبت سے مجھے یاد کرو، میں قرب عطا کر کے تمہیں یاد کروں گا۔

● اُذْكُرُوْنِیْ بِالْخَوْفِ اَذْكُرْكُمْ بِالْاَمَانِ: تم خوف کی حالت میں مجھے یاد کرو، میں امن دے کر تمہیں یاد کروں گا۔

● اُذْكُرُوْنِیْ بالرجاء اَذْكُرْكُمْ بالرضا: تم امید کے ساتھ مجھے یاد کرو، میں اپنی رضا دے کر تمہیں یاد کروں گا۔

● اُذْكُرُوْنِیْ بِالْمَعْذِرَةِ اَذْكُرْكُمْ بِالْمَغْفِرَةِ: تم معذرت کر کے مجھے یاد کرو، میں مغفرت کر کے تمہیں یاد کروں گا۔

● اُذْكُرُوْنِیْ بِالسُّؤَالِ اَذْكُرْكُمْ بِالْعَطَاءِ: تم سوال کر کے مجھے یاد کرو، میں عطا کر کے تمہیں یاد کروں گا۔

● اُذْكُرُوْنِیْ بِالدُّعَاءِ اَذْكُرْكُمْ بِالْاِجَابَةِ: تم دعا کے ذریعے مجھے یاد کرو، میں قبول کر کے تمہیں یاد کروں گا۔

● اُذْكُرُوْنِیْ بِالْوَفَاءِ اَذْكُرْكُمْ بِالْجَزَاءِ: تم وفا کر کے مجھے یاد کرو، میں بدلہ دے کر تمہیں یاد کروں گا۔

● اُذْكُرُوْنِیْ فِیْ كُلِّ حَالٍ اَذْكُرْكُمْ بِتَوْفِیْقِ الْاَعْمَالِ: تم ہر حال میں مجھے یاد کرو میں اعمال کی توفیق دے کر تمہیں یاد کروں گا، (خطبات ذوالفقار:۳۶/۴۸)

گویا بندہ جس انداز میں، اپنے اللہ کو یاد کرتا ہے، اللہ اپنی شان کے مطابق اپنی نعمتوں کے ساتھ، اس کو یاد کرتے ہیں، اور خاص کر تسبیح تہلیل، تکبیر وغیرہ کے ذریعے جب یاد کرتا ہے تو اللہ رب العزت رحمتوں، انوارات اور تجلیات کو نازل کر کے بندے کو یاد کرتے ہیں۔

کچھ اور حکمتیں

بعض عارفین نے فاذکرونی اذکرکم کے کچھ اور اسرار و رموز بتلائے ہیں:

- تم حکم پر عمل کرتے ہوئے مجھے یاد کرو، میں تمہارے حالات کو سازگار بنادوں گا۔
- تم میرے حکم کی اطاعت کرو، میں تمہارے کام میں مخلوق کو فرماں بردار بنادوں گا۔
- تم مجھے یاد کرو، میں تمہیں کثرتِ عمل کی توفیق دے دوں گا۔
- تم میرے نام کا احترام کرو، میں تمہارے نام کی عزتیں عطا کروں گا۔
- تم گناہ سے بچنے کے لیے مجھے یاد کرو، مصیبت کے وقت میں تجھے یاد کروں گا۔
- تم راحت کے وقت مجھے یاد کرو، میں زحمت کے وقت تجھے یاد کروں گا۔
- تم مجھے نرم بستروں پر یاد کرو، میں تجھے قبر میں یاد کروں گا (اصول حدیث:۱۶۹)

ذاکر کا ذکر، عرشِ بریں پر

مذکورہ نعمتوں کو بدرجہ اتم پانے کے لیے، اور محبوبانِ خدا میں شامل ہونے کے لئے ضروری ہے کہ ہمارا مقام و مرتبہ اللہ کی بارگاہ میں بلند سے بلندتر ہو، مقامِ قرب جتنا زیادہ ہوگا، اتنا ہی ان نعمتوں سے ہم زیادہ مستفیض ہوں گے، اب اگر ہمیں یہ دیکھنا ہو کہ ہمارا مقام خدا کی بارگاہ میں کتنا ہے، تو ایک حدیث ملاحظہ فرمائیں اور اس کی روشنی میں جائزہ لے لیجیے، خود دل بتا دے گا کہ عرشِ بریں پر ہمارا کیا درجہ ہو سکتا ہے۔

مَنْ كَانَ يُحِبُّ أَنْ يَعْلَمَ مَنْزِلَتَهُ عِنْدَ اللهِ فَلْيَنْظُرْ كَيْفَ مَنْزِلَةُ اللهِ عِنْدَهُ فَإِنَّ اللهَ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى يُنْزِلُ الْعَبْدَ حَيْثُ اَنْزَلَهُ مِنْ نَفْسِهِ (شعب الایمان: ۱/۳۹۸) یعنی جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اسے پتہ چل جائے کہ اللہ کی بارگاہ میں اس کا کیا درجہ ہے، تو اس کو چاہیے کہ اپنے دل کو دیکھے، کہ اس کے دل میں اللہ کی عظمت و بڑائی کتنی ہے؟ اور اس کے تقاضے پر وہ کتنا عمل کر رہا ہے، گویا مقبولِ خدا ہونے کی پہچان یہ ہے، کہ اس کے اندر اللہ کا خوف وخشیت، محبت وعظمت فرماں برداری کی ہر دم فکر، نافرمانی سے بچنے کا ہر دم خیال، اس کے ناراض ہونے کا ہر پل اندیشہ لگا رہے، اس کی عظمت کے سامنے جھکا رہے، اگر یہ چیزیں اس میں نہیں تو سمجھنا چاہیے کہ اس کا

مقام بھی بلند نہیں ہے پھر تو اس کے لیے بندے کو کوشش کرنا چاہیے، مشائخ کا تجربہ ہے کہ ذکر کثیر دوام ذکر، صحبت صالحین سے یہ صفت بندے میں جلد آجاتی ہے

ذکر کثیر کی پہچان کیا ہے

جب ذکر کثیر سے، اللہ کے نزدیک بندہ کا مقام بلند ہوتا ہے، انوارات وتجلیات قلوب پر اترنے لگتی ہیں، تو پھر کس حد تک انسان ذکر کرے کہ ذکر کثیر کہا جاسکے، بعض بزرگوں نے لکھا ہے کہ انسان کی تین حالت ہے: قیام، قعود اور لیٹنا ان تینوں حالتوں میں جب جب موقع ملے اللہ کو یاد کرتا رہے تو اس کو گویا ذکر کثیر کا درجہ حاصل ہے، مفسر قرآن علامہ ثعلبیؒ نے لکھا ہے، کہ ذکر کثیر کی حد یہ ہے **باللیل والنهار وفی البر والبحر والسفر والحضر والغنی والفقر والصحة والسقم والسر والجهر وعلی کل حال** (تفسیر ثعلبی: ۸/ ۵۱ بمعناہ شعب الایمان ا/ ۴۰۳)

ذکر کثیر اور حضوری کی کیفیت

ذکر کثیر، توفیق عمل کا ذریعہ ہے، یہی ذکر کثیر حسن عمل کا ذریعہ ہے اور یہی ذکر کثیر ، احسان عمل کا ذریعہ ہے، گویا کثرت ذکر کی برکت سے، نیکیوں کی توفیق ہونے لگتی ہے، اخلاص وللّٰہیت میں اضافہ ہونے لگتا ہے، جس کو حسن عمل کہتے ہیں، پھر اس کے بعد احسان عمل کی صفت آتی ہے، یعنی ہر چھوٹے بڑے عمل میں حتی کہ اپنے روزمرہ کے کام وکاج اور اپنی عادت وضرورت کے کام میں بھی، حضوری اور مشاہدے کی صفت پیدا ہوجاتی ہے، جس سے ہر نیک عمل، کامل ومکمل ادا ہوتا ہے اور عادت وضرورت کے کام بھی عبادت بن جاتے ہیں،

دل کی بیٹری اگر چارج نہ ہو

ذکر اور مراقبے سے دل کی بیٹری چارج ہوتی ہے، موبائل اگر چارج فل نہ ہو تو کبھی بھی اوف ہوسکتا ہے، پریشانی لاحق ہوسکتی ہے، اسی طرح دل کی بیٹری اگر ذکر ومراقبہ کی حرارت سے

فل چارج نہ ہو، تو دل کبھی بھی اوف ہو سکتا ہے، پھر نفس وشیطان کا اس پر قبضہ ہوسکتا ہے، جس سے دنیا اور آخرت میں پریشانی لاحق ہوسکتی ہے۔

چارج رکھنے کا آسان طریقہ

دست بکار دل بیار کا مصداق بن جایئے، یعنی یہ صلاحیت پیدا کر لیجیے کہ کہیں بھی ہوں، کسی بھی ماحول میں ہوں، کسی بھی حال میں ہوں، اللہ کی یاد آتی رہے، اور یہی تو مطلب ہے رِجَالٌ لَاتُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللهِ کہ اللہ کی یاد دل میں آتی رہے، ورنہ تو ہر دم ہاتھ میں تسبیح کے دانے ہوں، اور زبان سے ذکر ہو، تجارت و بزنس کیسے کرے گا؟ لہذا یہی طریقہ ہوگا کہ دل اللہ کی یاد میں لگا رہے اور ہاتھ دنیوی ضرورتوں کو پورا کرتا رہے، گویا اس شعر کا مصداق رہے:

گو میں رہوں رہینِ ستم ہائے روزگار لیکن تیرے خیال سے کبھی غافل نہیں رہا

قلب کے جاری ہونے کی پہچان

ذکر کثیر، مراقبہ اور وقوف قلبی کی برکت سے انسان کا دل جاری ہوجاتا ہے، بسا اوقات ذاکر اپنے قلب کے ذکر کو سن بھی لیتا ہے اور کبھی محسوس بھی کرتا ہے، مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر دم آواز سنے یا ہر لمحہ ادراک و احساس ہو، بلکہ مشائخ نے اس کی ایک علامت لکھی ہے کہ کبھی تو اللہ اللہ کا احساس ہونے لگے یا اس سے بڑی علامت یہ ہے کہ اللہ کی محبت، عظمت، معرفت اور خشیت اس قدر آجائے کہ سارے اعضا پر دل کا کنٹرول ہوجائے، گویا قلب کا کنٹرول اعضا پر، اور اللہ رب العزت کا کنٹرول قلب پر ہوتا ہے، پھر ایسے اعضاء سے معصیت، نافرمانی، خلاف شرع کام سرزد نہیں ہوتے، گویا قلب کے جاری، ذاکر ہونے کی پہچان دیکھنی ہو، تو اعضا کو دیکھ لیجیے کہ وہ شرع کے مطابق ہیں یا نہیں؟

ذکر قلبی انجن کی طرح

انجن اگر جام ہو تو پہلے اس کی صفائی کی جاتی ہے، پھر چند آدمی اپنا زور لگا کر اسے دھکے

دیتے ہیں، جب انجن چل پڑتا ہے تو چلتا ہی رہتا ہے، صرف اس کو پیٹرول اسٹیم کی ضرورت ہوتی ہے، اسی طرح جب بار بار کی محنت اور بار بار کی کوشش سے دل جاری ہوجاتا ہے تو جاری ہی رہتا ہے ہاں پھر روزانہ اس کو مراقبہ کا ایندھن دینا پڑتا ہے۔

گناہ بھی ہو اور دل جاری بھی ہو؟

اگر جسم کے اعضا مثلاً: آنکھ، کان، زبان، ہاتھ، پاؤں وغیرہ شریعت کے پابند نہیں ہیں، خلاف شرع کام ہورہے ہیں، رشتے اور ناطے ٹوٹے ہوئے ہیں، بندوں کے حقوق پامال ہورہے ہیں، والدین اور اقرباء کے حقوق ادا نہیں ہوتے اور پھر بھی کوئی شخص مراقبہ پہ مراقبہ کرتا ہو، تسبیح کے دانے ہردم پھراتا ہو، اور کہتا ہو کہ میرا تو دل جاری ہے، مجھے تو احساس ہوتا ہے، تو سمجھ جائیے یہ ایک دھوکا ہے، یہ نفس کا فریب ہے، یہ خوش گمانی ہے، ایسے شخص کے بارے میں مشائخ نے فرمایا: **ذِکْرُ الْقَلْبِ وَسْوَسَۃٌ وَذِکْرُ اللِّسَانِ لَقْلَقَۃٌ** کہ ایسے شخص کی زبان کا ذکر محض ایک لقلقہ ہے اور قلبی ذکر ایک وسوسہ اور سفسطہ ہے، دل اگر واقعۃً جاری ہوتا، تو ہر جہت سے پابندِ شرع ہوتا۔

ذکرِ حقیقی کا پیمانہ

حضرت اقدس تھانویؒ فرماتے تھے، کہ ذکر کا مقصودِ اصلی اور منشا یہ ہے کہ انسان کے رگ رگ، ریشے ریشے سے گناہوں کا کھوٹ نکل جائے، ذکرِ حقیقی کا پیمانہ یہ ہے کہ ہماری زندگی شریعت وسنت کے مطابق ہوجائے، اور معصیت چھوٹ جائے، اس لیے مشائخ نقشبند فرمایا کرتے تھے کہ ”نہ ہم نے رونا ہے نہ رلانا ہے نہ ڈرنا ہے نہ ڈرانا ہے، نہ اڑنا ہے نہ اڑانا ہے ہمیں تو فقط روٹھے یار کو منانا ہے“

نامِ خدا کی لذت

جس رب نے تمام لذتوں کو پیدا کیا، خود اس کے نام میں کس قدر لذت ہوگی، مگر

لذتوں کا احساس اسی کو ہوگا جس کا ذائقہ درست ہوگا، اگر گناہوں کی وجہ سے یا غفلت کی وجہ سے، ذائقہ خراب ہوجائے تو لذت کا احساس نہیں ہوگا، مگر یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ چیز ذائقہ دار نہیں ،اسی طرح اللہ کے ذکر میں بھی لذت ہے، مگر جب تک گناہوں کا چسکا ختم نہ ہو، گناہوں کی لت دور نہ ہو، بلکہ دلوں میں گناہوں سے نفرت اور کراہت نہ ہو، تب تک نہ لذت محسوس ہوگی اور نہ ہی دلوں میں کوئی کیفیت آئے گی، تو دل کی کیفیت، دل کی بہار، دل میں نور، روشنی اور لذتِ ذکر چاہیے تو پھر اپنے آپ کو خلوت وجلوت میں گناہ سے بچائے رکھیے ۔

احمد لاہوریؒ کی نظر میں قرآن کا خلاصہ ''ذکر''

اخلاص وللّٰہیت اور رضائے الٰہی کو مقصود بنا کر انسان ذکر کرتا ہے تو اس کا قلب مطمئن ہو جاتا ہے ،آفتوں ،مصیبتوں اور دشمنوں سے خوف زدہ نہیں رہتا ،حضرت احمد لاہوریؒ (۱۳۱۸ھ/ ۱۹۶۲ء) ایک مرتبہ ٹرین میں سوار ہونے لگے، ایک پاؤں ٹرین میں رکھ چکے تھے، تو کسی نے سوال کردیا کہ حضرت دوسرا پاؤں رکھنے سے پہلے پورے قرآن کا خلاصہ بتلادیجیے آپ نے فرمایا: اللہ اللہ کر کسی سے نہ ڈر، غور کیجیے کہ اللہ کی یاد کو انہوں نے پورے قرآن کا خلاصہ بھی بتلادیا اور فائدہ بھی۔

لہٰذا قرآن کریم بھی ہمیں تدبر کے ساتھ پڑھنا چاہئے ،اور جس طرح بوقتِ ذکر انوارات و تجلیات اور رحمتوں کی دل میں امید لگا کر بیٹھتے ہیں اسی طرح بوقت تلاوت بھی ہمیں رحمتِ الٰہی کی امیدیں رکھنی چاہئے۔ وماتوفیقی الا باللہ

مجلس《۸》

ہر کوئی ثنا خواں ہے

الحمد للہ و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد۔

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم، بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ (بنی اسرائیل: ۴۴) یُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ (جمعہ: ۱)۔ صدق اللہ العظیم۔ سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون و سلام علی المرسلین و الحمد للہ رب العالمین۔

اللھم صل علی سیدنا محمد و علی آل سیدنا محمد و بارک و سلم۔

ذرہ ذرہ تیری یاد میں

دنیا کی تمام چیزیں انسانوں کے لئے، اور خود انسان آخرت اور اللہ کے لئے ہے: ''اِنَّ الدُّنْيَا خُلِقَتْ لَكُمْ وَاَنْتُمْ خُلِقْتُمْ لِلْاٰخِرَةِ'' اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ کائنات کی تمام چیزیں اللہ کا ذکر کرتی ہیں، کوئی بھی مخلوق خواہ وہ نوری ہو یا خاکی اللہ کے ذکر سے غافل نہیں، جبکہ کائنات میں وہ مقصود نہیں، مقصودِ کائنات انسان ہے، اور کائنات کی چیزیں ان کی خدام، تو خدام کا جب یہ حال ہے کہ وہ ہمیشہ اللہ کا ذکر کرتے ہوں، تو جو مقصود کائنات ہیں یعنی انسان، ان کو تو اللہ کا ذکر اور بھی کرنا چاہئے۔ وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا۔ (بنی اسرائیل: ۴۴)

ذرہ ذرہ میں سمجھ اور شعور

یہ کائنات حیوانات، جمادات، نباتات پر مشتمل ہے، جو مخلوق جاندار ہے، اس میں ادراک و شعور اور اپنے اپنے مناسب حال سمجھ بوجھ تو ہے ہی، لیکن جو مخلوق جمادات اور نباتات یا

بے روح نظر آتی ہے، بظاہر وہ بالکل جامد اور ساکت ہے، اس میں کسی طرح کی سمجھ بوجھ اور فہم نظر نہیں آتی، لیکن حقیقت یہ ہے کہ دنیا کی ہر چیز میں اللہ رب العزت نے، اس کے مناسب حال ایک سمجھ بوجھ، شعور اور قوتِ مدرکہ رکھی ہے، اور اس کا پتہ قرآن کریم کی آیات اور احادیث سے بخوبی ہوتا ہے، ارشاد ربانی ہے: ''كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلٰوتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ'' (نور:۴۱) کہ زمین و آسمان اور ان کے درمیان کی ہر مخلوق، اللہ کی تسبیح اور عظمت بیان کرنے میں لگی ہوئی ہے۔

ذکر و تسبیح کا الہام

اللہ نے ان کو خاص قسم کی تسبیح و عبادت ودیعت کردی ہے، جس میں وہ مشغول ہیں، ہاں! یہ الگ بات ہے کہ ہر ایک کی عبادت، نماز، تسبیح کا طریقہ مختلف ہے، فرشتوں کا طریقہ کچھ اور ہوگا، انسان کا کچھ اور، نباتات کے لئے کوئی اور انداز، جمادات کے لئے کوئی اور صورت۔ قرآن کریم کی دوسری آیت سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے: ''اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى'' (طٰہٰ:۵۰) اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو پیدا کیا، اور اس کو ہدایت دی کہ وہ اللہ کی اطاعت میں لگی رہے، اور اپنی ضروریاتِ زندگی بھی، مناسب حال انداز میں پوری کرتی رہے۔

پہاڑوں کو احساسِ ذکر

جب ہر چیز میں احساس اور شعور ہے، تو پہاڑ جو اگرچہ بے جان نظر آتا ہے، اس میں بھی احساس و شعور کی صلاحیت موجود ہے، حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کا فرمان ہے کہ ایک پہاڑ دوسرے پہاڑ سے کہتا ہے: اے فلاں! کیا تیرے اوپر کوئی ایسا آدمی گزرا؟ جو اللہ کو یاد کرنے والا ہو؟ اگر وہ کہتا کہ ہاں! تو یہ پہاڑ اس سے خوش ہوتا ہے، (شعب الایمان بیہقی: ۱/۴۰۶)

کفارِ مکہ نے جب اللہ کے بارے میں کہا ''اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا'' (مریم:۸۸) تو اس پر رب کریم نے فرمایا کہ تم نے ایسی خطرناک بات کہی کہ آسمان پھٹ جائے زمین کے ٹکڑے ہوکر اڑ جائے، اور پہاڑ ٹوٹ کر گر پڑے، تو غور کیجئے کہ کفریہ بات کو سن کر آسمان و زمین اور پہاڑ

پراس حال کا طاری ہونا اسی وقت ممکن ہے جب ان تینوں میں ادراک وشعور اور کچھ نہ کچھ سمجھ ہو تو جب کفریہ بات کو سن سکتے ہیں تو پھر ذاکر کے ذکر کو کیوں نہیں سن سکتے؟ اس سے پتہ چلا کہ وہ سنتے بھی ہیں، اور متاثر بھی ہوتے ہیں، چنانچہ موطا امام مالک میں روایت ہے: نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ کوئی جن، انسان، درخت، پتھر، ڈھیلا ایسا نہیں جو مؤذن کی آواز کو نہ سنتا ہو، پھر قیامت کے روز اس کے ایمان اور نیک ہونے کی گواہی نہ دے۔

گواہی دینا اسی وقت ممکن ہے، جبکہ مؤذن کی آواز کا احساس وشعور، اور ادارک ہو، اسی طرح ستون حنانہ کا بلک بلک کر رونا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے سینے سے چمٹا لینا اور اس کا چپ ہو جانا اس بات کی دلیل ہے کہ اس میں بھی شعور وادراک تھا، جب اس سے جمادات، نباتات وغیرہ میں احساس وشعور ثابت ہو گیا، تو پھر وہ اللہ کا ذکر کرتے ہوں تو اس میں کیا تعجب اور حیرت کی بات ہے؟

کنکری بھی ذکر خدا میں مشغول

حضرت ابوذرؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک جگہ جلوہ افروز تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ بھی تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات کنکریاں اٹھا کر اپنی ہتھیلی پر رکھی، اور ان کو بند کیا تو ان سے تسبیح کی آواز شہد کی مکھی کی طرح بھنبھناہٹ جیسی آنے لگی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں نیچے رکھا تو خاموش ہو گئیں، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اٹھا کر حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ میں رکھ دی، تو اسی طرح تسبیح کی آواز آنے لگی، اس کے بعد حضرت عمرؓ کے ہاتھ میں رکھی تو اس سے بھی اسی طرح آواز آنے لگی، اس کے بعد حضرت عثمانؓ کے ہاتھ میں رکھی تب بھی اس سے تسبیح کی آواز آنے لگی، اس سے پتہ چلا کہ پتھر ہو یا کنکر، حجر ہو یا شجر، سب کے سب اللہ کی یاد میں مشغول ومصروف رہتے ہیں۔ (روح البیان: ۱۵/۱۶۱)

کھانے کے دانے بھی ذکر میں

جو پاک پروردگار ایک ناپاک، بدبودار، بے جان قطرے سے حسین وخوبصورت،

چہکتا، دمکتا انسان پیدا کر سکتا ہے، وہی پروردگار ذرہ ذرہ میں، دانہ دانہ میں ذکر و تسبیح کی شان رکھ دے، اس میں کونسی حیرت کی بات ہے؟ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں: ہم جس کھانے کو کھاتے تھے، اس کی تسبیح اپنے کانوں سے سنتے تھے، اسی بنا پر فقہاء نے لکھا ہے کہ قبر کے اوپر سے ہری گھاس بلاضرورت کاٹنا مکروہ ہے، اس لئے کہ وہ ذکر الٰہی اور تسبیح باری میں مشغول ہوتی ہے، اور اس کا فائدہ مردہ کو پہنچتا ہے، اسی بنا پر مشہور حدیث ہے:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دو قبر کے پاس سے گزرے جنہیں عذاب ہو رہا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کی ایک ٹہنی کے دو ٹکڑے کئے، اور دونوں کو ایک ایک قبر پر گاڑ دیا، اور فرمایا: جب تک یہ دونوں خشک نہ ہوں گے ان کے عذاب میں تخفیف ہوتی رہے گی، (مسلم: ۱/۲۱۱) اس سے خود پتہ چلا کہ تر ٹہنی بھی اللہ کا ذکر کرتی ہے، تبھی تو اس کے ذکر سے مردہ کو فائدہ پہنچے گا۔

قطرہ قطرہ اللہ اللہ کہنے لگا

اللہ رب العزت کی یہ شانِ عظمت ہے کہ ساری چیزیں اللہ کا ذکر کرتی ہیں، کبھی کبھی اللہ اس کے نمونے بھی دکھاتے ہیں۔ حضرت شبلیؒ کو کسی نے پتھر مارا ان کے بدن سے خون کے قطرے بہہ پڑے، خون کے قطرے جہاں جہاں پڑے، وہاں وہاں سے اللہ اللہ کی آواز آنے لگی، گویا وہ خون کا قطرہ مارے حسرت کے بول رہا ہے اللہ اللہ، اب تو میں شبلیؒ کے جسم سے جدا ہوگیا، اب مجھے ان کے ذکر کو سننے کا موقع نہیں ملے گا۔

طوطا بھی ذکر کرنے لگا

حضرت جنید بغدادیؒ (۲۹۷ھ/۹۱۰ء) کو کسی نے طوطا ہدیہ میں پیش کیا، پنجرہ میں اس کو رکھا گیا، وہ مجلس ذکر میں شریک رہا کرتا، حضرت نے اس کو چھوڑ دیا، پنجرہ سے نکل کر اُڑ تو گیا، لیکن جب مجلس لگتی تو وہ طوطا ایک کنارے بیٹھ جاتا اور اس طرح رہتا گویا مست ہو کر اللہ کی یاد میں بیٹھا ہے، جس دن حضرت جنید بغدادیؒ کا انتقال ہوا اس دن بھی وہ طوطا آیا، جب دیکھا کہ

مجلس سونی پڑگئی، تو اسے برداشت نہ ہوسکا، وہ طوطا تڑپ تڑپ کر کبھی اس دیوار سے ٹکراتا، کبھی اس دیوار سے ٹکراتا، اس طرح وہ گرا اور مر گیا، اس زمانہ کے علماء نے کہا کہ یہ طوطا اللہ کی محبت میں مرا ہے، اس کو حضرت جنید بغدادیؒ کے پاؤں کے پاس دفن کردیا جائے، چنانچہ ان کی قبر کی پائینتی میں ایک جانب سوراخ کرکے دفن کیا گیا۔ (گناہوں کا سمندر: ۲۶۸ بحوالہ بستان اولیاء)

ہری گھاس بھی محوِ ذکر ہے

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ (۶۹۴ھ) کے ایک بہت منظور نظر مرید تھے، وہ اپنی قلبی نورانیت اور محنت ومجاہدہ کی بنا پر شیخ کے محبوب تھے، بعضوں کو یہ پسند نہ تھا، حضرت کو یہ احساس ہوگیا تمام خدام کو حکم دیا کہ جنگل سے ہری گھاس لے کر آؤ، سب کے سب حکم پاتے ہی لپکے، اور جنگل سے ہری گھاس کے گٹھر لے کر آگئے، اور یہ محبوب نظر ذرا سی سوکھی گھاس لے کر آیا، کچھ لوگوں نے اندر اندر ہنسی اڑائی کہ یہ دیکھو اس کو مٹھی بھر ہری گھاس بھی نہ مل سکی، شیخ نے ان سے پوچھا کہ ہری گھاس کیوں نہیں لائے؟ انہوں نے کہا کہ جب جب ہری گھاس کو کاٹنا چاہا میں نے اس کو ذکر الٰہی میں مشغول پایا، مجھے ہمت نہ ہوئی کہ میرے محبوب کی یاد میں جو مشغول ہو اس کو میرے ہاتھوں سے کاٹ دوں۔ چنانچہ تھوڑی سی سوکھی گھاس پڑی تھی جو ذکر سے غافل تھی، اس لئے اس کو اٹھا لایا، اس جواب سے سبھی انگشت بدنداں رہ گئے کہ اس شخص کا باطن کتنا روشن ہے اور اس کو کیسی نور بصیرت حاصل ہے، شیخ کا مقصد بھی یہی دکھلانا تھا کہ میرے منظور نظر ہونے کی علت اور وجہ یہی باطنی خوبی ہے۔ (ارشادات حضرت گنگوہیؒ: ۸، ۹)

سانپ بھی محفل ذکر میں

حضرت شیخ الہند محمود حسن دیوبندیؒ (۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۰ء) ہندوستان کی آزادی میں ریشمی رومال کی تحریک چلا رہے تھے، حجاز مقدس سے گرفتار کرلئے گئے، انہیں مالٹا کی جیل بھیج دیا گیا، قریباً چار سال اس جیل میں آپ محبوس رہے، انگریزوں کی سازش تھی کہ کسی طرح ان کا ایسا جرم

ثابت ہو جائے کہ پھانسی کی سزا ہو جائے، مگر ایسی کوئی بات مل نہ پائی، جیلر نے کہا کہ ہم اس کا راستہ نکالتے ہیں۔

اس نے کہا کہ ایک نہایت ہی زہریلا سانپ ڈھونڈھ لائیں، رات میں جس کوٹھری میں ان کو بند کرتے ہیں، وہ بالکل اندھیری اور تاریک ہوتی ہے، وہ سانپ ہم کسی طرح اس کوٹھری میں ڈال دیں گے، رات کے کسی حصہ میں وہ سانپ انہیں ڈسے گا اور اس کے زہر سے یہ مر جائیں گے۔ کام تمام ہو جائےگا۔

چنانچہ ایک رات ایک زہریلا پرانا سانپ اس نے اندر ڈال دیا، حضرتؒ کو پتہ نہ چلا، حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ جو آپ کے شاگرد خاص بھی ہیں، اور روحانی تربیت یافتہ بھی، یہ بھی جیل میں تھے، رات میں دیوار پھلانگ کر اندر تشریف لے جاتے، اور آپ کی خدمت کرتے، جب اس رات اندر پہنچے، ان کے سرہانے بیٹھ گئے، اور خدمت کرنے لگے۔

اچانک کونے میں سانپ کی چمکتی ہوئی نیلگوں آنکھ نظر آئی، دیکھ کر دنگ رہ گئے، عرض کیا کہ حضرت! یہ تو بہت ہی پرانا اور زہریلا سانپ معلوم ہوتا ہے، حضرت شیخ الہندؒ نے فرمایا: گھبراؤ نہیں! آپ ذکر شروع کر دیں، حضرت مدنیؒ ''لا الہ الا اللہ'' کی ضربیں لگانے لگے، سانپ اپنے پھن کو کھڑا کر کے سنتا رہا پھر غائب ہو گیا، تھوڑی دیر بعد حضرت مدنی چلے گئے، سانپ دوبارہ آ گیا حضرت شیخ الہند نے ذکر شروع کر دیا، جب آپ ''لا الہ'' کی ضرب لگاتے ہوئے داہنے کندھے کی طرف سر کو لے جاتے، تو وہ سانپ بھی اپنے سر کو دائیں طرف لے جاتا، اور جب آپ اپنے سر کو ''الا اللہ'' کہتے ہوئے بائیں طرف دل پر ضرب لگاتے تو وہ سانپ بھی اپنے سر کو بائیں طرف جھکاتا۔

کافی دیر تک آپ ذکر کرتے رہے، وہ سانپ بھی ذکر میں شریک رہا، پھر تھوڑی دیر کے بعد دیوار پر سسرتا ہوا باہر نکل گیا، جب صبح ہوئی تو جیلر نے سوچا کہ اب تو مولانا مر چکے ہوں گے، ہماری مراد پوری ہو چکی ہوگی، اسی گمان کے مطابق اس نے دروازہ کھولا، مگر وہ حیران رہ گیا، اور مایوس ہو کر چلا گیا۔ اللہ اپنے مخصوص بندوں کے ذریعہ اس طرح کی مثالیں دکھلاتے

ہیں، کہ دیکھو دوسری مخلوق بھی اس میں شریک رہتی ہے۔ (ملفوظات فقیہ الاسلام: ۴۱)

پہاڑ بھی شریک ذکر ہے

حضرت داؤدؑ کو اللہ تعالیٰ نے ایک عجیب محبت بھری، سوز وساز والی، درد وطرب والی آواز عطا فرمائی تھی، لحن داؤدی مشہور ومعروف ہے، اسی بنا پر جنت میں جب بازارِ حسن لگے گا، وہاں حضرت داؤد سے بھی تلاوت سنی جائے گی، اہل جنت مست ہو کر مچل اٹھیں گے، تو حضرت داؤد علیہ السلام تسبیح پڑھتے تھے تو چرند وپرند بھی جمع ہو جاتے، اور پہاڑ سے بھی تسبیح کی آواز آنے لگتی۔ (فیض الباری ۴/۴۲۱)

مینڈک کی آواز میں ذکر کا ساز

حضرت عبداللہ قرطبیؒ (۶۷۱ھ/ ۱۲۷۳ء) کہتے ہیں کہ داؤد علیہ السلام نے ایک رات کہا کہ میں آج رات ایسی تسبیح پڑھوں گا کہ میرے علاوہ کسی نے بھی ان الفاظ میں تسبیح نہ پڑھی ہوگی، اتنے میں قریب ہی ایک مینڈک تھا جو کہنے لگا کہ اے داؤد! آج کی رات خاص تسبیح پڑھنے پر فخر کر رہے ہو جبکہ میں چالیس سال سے مسلسل ذکر خدا میں ہوں، اس کے ذکر سے ایک لمحہ بھی میں خاموش نہ رہا، اور دس رات دن سے مجھے کھانا پینا بھی نصیب نہیں ہوا، کیونکہ ذکر کی لذت سے مجھے کھانے پینے کا خیال تک نہیں آتا۔

داؤد علیہ السلام نے مینڈک سے پوچھا کہ وہ دو کلمے کیا ہیں؟ اس نے کہا:

يَا مُسَبَّحًا بِكُلِّ لِسَانٍ   وَيَا مَذْكُوْرًا بِكُلِّ مَكَانٍ

اے وہ ذات! جس کی تسبیح ہر زبان پہ ہے، اور وہ ذات جس کا ذکر ہر مکان میں ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام یہ سن کر تعجب میں پڑ گئے، اور اپنے دل میں کہنے لگے کہ میری تسبیح اس کی تسبیح سے زیادہ عمدہ، فصیح وبلیغ نہ ہو سکے گی، اس سے اندازہ لگائیے کہ ہمیں اور آپ کو خاص کر بارش کے زمانہ میں پانی کے اس جانور کی آواز ایک عجوبہ معلوم ہوتی ہے، اور رم جھم

برسات میں ہمارے کانوں کو مٹھاس لگتی ہے، مگر ہمیں کیا خبر کہ وہ کس محبت کے ساتھ اپنے محبوب کا ذکر جہری کر رہا ہے۔ (روح البیان: ۱۵/ ۱۶۴)

گنگوہ کے تالاب پہ ذکر کی گونج

ایک زمانہ تھا کہ لوگ کام بھی کرتے تھے، اور اللہ کا نام بھی لیتے تھے، اپنے کام کو بھی یادِ الٰہی کے نور سے بابرکت بنا دیتے تھے، جو کام ذکر کے ساتھ ہو، اس میں برکت بھی ہوتی ہے اور جسمانی تھکاوٹ سے حفاظت بھی رہتی ہے، مشقت والے کام ہو بھی جاتے ہیں، مگر چہرے پر نشاط اور راحت کی لکیریں رہتی ہیں، حضرت اقدس قطب عالم مولانا رشید احمد گنگوہیؒ (۱۳۲۳ھ/ ۱۹۰۵ء) کے دور میں خانقاہِ گنگوہ میں سالکین ایک عجیب پُرکیف اور پُر جذب انداز میں صبح صبح ذکر کیا کرتے تھے، اس کا اثر یہ ہوا کہ خانقاہ کے تھوڑے فاصلہ پر ایک بڑا تالاب تھا، جس پر دھوبی لوگ بالکل صبح سویرے کپڑے دھونے جاتے، اور کپڑے کو چھانٹتے ہوئے کپڑا اٹھا کر کہتے: "لا الٰہ" اور کپڑے کو زور سے نیچے مار کر کہتے: "الا اللہ"، اس طرح تمام دھوبی زور سے ایسی ضربیں لگاتے کہ رات کے اندھیرے میں دو میل تک آواز جاتی، اور دور دور تک لوگ ذکر کی گونج اور آواز کو سنتے۔ (ملفوظات فقیہ الامت: ۲/ ۴۱ قسط: ۶)

سنسان جگہ پر ذکر

جس جگہ پر ذکر و عبادت ہوتی ہے وہ جگہ گواہ بن جاتی ہے، اور خیر و برکات سے بھی متأثر ہوتی ہے اسلئے جب کبھی ہم کسی دریا، نہر یا تالاب یا جنگل، پہاڑ بیابان اور کھیت وغیرہ کے پاس سے گذریں تو کچھ نہ کچھ ذکر کرلیں، تاکہ وہ جگہ ہمارے لئے گواہ بن جائے، اور وہ جگہ اللہ کے نام اور ذکر سے بابرکت بن جائے، اسی لئے بعض بزرگوں کے بارے میں آتا ہے کہ وہ کبھی کبھی تالاب میں کھڑے ہوکر ذکر کرتے تاکہ وہ جگہ گواہ بھی بن جائے اور مچھلیوں کے ذکر میں شامل ہوجائیں۔ اللہ ہمیں بھی ہر جگہ ذکر کی توفیق عطا فرمائے۔

مجلس ﴿۹﴾

مراقبہ کی ضرورت

الحمدللہ و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفی امابعد۔

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم، بسم اللہ الرحمن الرحیم ،وَاذْکُرْ رَبَّکَ فِی نَفْسِکَ تَضَرُّعاً وَ خِیفَۃً وَدُوْنَ الْجَھْرِ مِنَ الْقَوْلِ,صدق اللہ العظیم ۔ سبحان ربک رب العزۃ عمایصفون و سلام علی المرسلین و الحمدللہ رب العالمین۔

اللھم صل علی سیدنا محمدو علی آل سیدنا محمدو بارک و سلم

ہمارے سلسلہ کے پینتیس اسباق ہیں جن میں بطور خاص سات لطائف ہیں: لطیفۂ قلب ،لطیفۂ روح ،لطیفۂ سِر ،لطیفۂ خفی ،لطیفۂ اخفی ،لطیفہ نفس ،لطیفۂ قالبیہ

ان لطائف پر مراقبہ کرایا جاتا ہے، مراقبہ اس سلسلہ کا بنیادی ستون ہے آج کی گفتگو میں اس موضوع پر بات ہوگی۔

سلسلۂ نقشبندیہ کے دو اہم رکن

اس سلسلہ کے اسباق و معمولات میں دو چیزیں بہت اہم بلکہ رکن کا درجہ رکھتی ہیں اور ان دونوں سے اس راہ میں بہت جلد ترقی ہوتی ہے، ایک ہے ذکر خفی، اور ایک ہے فکر، یعنی مراقبہ...ذکر خفی یہ ہے کہ ہر حال میں (خواہ کھڑا ہو یا بیٹھا، لیٹا ہو یا کسی حال میں) ہر حال میں اللہ کی طرف دھیان اور خیال لگائے رکھنا، ذکرِ خفی اور ذکرِ قلبی کہلاتا ہے۔

اور ایک ہے فکر، یعنی مراقبہ؛ کسی بھی وقت آنکھ بند کر کے اس تصور و خیال کے ساتھ بیٹھنا کہ اللہ کی رحمت میرے قلب پر آ رہی ہے، میرے قلب میں سما رہی ہے اور میرا قلب کہہ رہا ہے: اللہ اللہ،

یہ دو چیزیں اس سلسلہ کے بنیادی دو زینے ہیں، اس پر کسی نے قابو پالیا تو تیز رفتاری کے ساتھ سلسلہ کی منزل تک پہنچ گیا۔

مراقبہ کی اہمیت

مراقبہ نہایت ہی اہم ذکر ہے ،بنیادی ستون کی طرح ہے اس کے بغیر اس راہ میں آگے نہیں بڑھ سکتے ،روحانی ترقی ،دلوں میں نورالٰہی ،تجلی اور دل کی صفائی اور فیض ربانی ،اسی پر مبنی ہے، اس کے بغیر عام طور پر نہ دل جاری ہوتا ہے، نہ محبت سے بھرتا ہے، نہ شوق عمل میں اضافہ ہوتا ہے، نہ ہی گناہوں سے بالکلیہ چھٹکارا ہوتا ہے، اسی لیے بعض مشائخ نے فرمایا جس کو ملا، اسی سے ملا، جس نے پایا اسی سے پایا اور جس نے ناغہ کیا اس نے قلب کا فاقہ کیا۔

مراقبہ کے فائدے

درحقیقت اللہ کی طرف پوری توجہ کر کے بیٹھنے کا نام مراقبہ ہے۔

* مراقبہ سے دین وشریعت پر استقامت نصیب ہوتی ہے۔
* مراقبہ سے فکر کی گندگی دور ہوتی ہے۔
* مراقبہ سے دل میں رقت ونرمی پیدا ہوتی ہے۔
* مراقبہ سے محبت الٰہی نصیب ہوتی ہے۔
* مراقبہ سے دل میں رحمتِ الٰہی اترتی ہے۔
* مراقبہ سے سیرت وکردار میں پختگی آتی ہے۔
* مراقبہ سے انابت الی اللہ حاصل ہوتی ہے۔
* مراقبہ سے دل کی بیٹری چارج ہوتی ہے۔
* مراقبہ سے دل کی آنکھیں کھلتی ہیں۔
* مراقبہ سے فراست وبصیرت پیدا ہوتی ہے۔
* مراقبہ سے دل کا گردوغبار دور ہوتا ہے۔
* مراقبہ، دل کے امراض کے لیے تریاق ہے۔
* مراقبہ، دل کو قلعی کرنے کی مشین ہے۔

اگر مراقبہ کی لذت مل جائے

مراقبہ کے اس قدر بے مثال فوائد کو پیش نظر رکھتے ہوئے، اگر ہم جذب وشوق کے ساتھ مراقبہ کریں، اس کی لذت وحلاوت اور اس کے فائدے نظر آنے لگیں تو پھر دل کا یہی حال بنے گا

جی ڈھونڈتا ہے پھر وہی فرصت کے رات دن — بیٹھا رہوں تصور جاناں کیے ہوئے
تسلی دل کو ہوتی ہے خدا کو یاد کرنے سے — نہ دنیا سے نہ دولت سے نہ گھر آباد کرنے سے

مراقبہ کے شوق میں کمی کیوں؟

مراقبہ کے اس قدر فوائد جان لینے کے بعد بھی، اگر ہمارے اندر شوق میں کمی ہے تو اس کی ایک وجہ اپنے شیخ سے رابطہ کی کمی ہے، انسان جب شیخ سے مضبوط رابطہ رکھتا ہے، اس کی صحبت میں رہتا ہے، تو چوں کہ شیخ بھی اسی راستے سے آگے بڑھا ہے، لہذا اس کی صحبت کی برکت سے اس کے شوق میں اضافہ ہوتا ہے، دوسری وجہ برے ماحول کی نحوست ہے، اس سے مراقبہ کا ذوق وشوق ختم ہو جاتا ہے، لہذا اپنی اس کمی کو دور کرنے کے لیے، اس کا علاج ڈھونڈیئے، اپنے شیخ سے مشورہ کیجیے، دعائیں کیجیے برے ماحول سے بچنے کی کوشش کیجیے۔

مراقبہ کی مثال

بہت سے احباب یہ کہتے ہیں کہ دیگر معمولات تو ہو جاتے ہیں، مگر مراقبہ نہیں ہو پاتا، اس کی مثال ہمارے شیخ ومرشد نے اس طرح دی ہے کہ معمولات مصالہ کی طرح ہے، اور مراقبہ گوشت کی طرح، کیا صرف مصالحہ سے سالن تیار ہو جائے گا؟ اور پیٹ بھر جائے گا؟ جب کہ گوشت کو ابال کر بھی کھایا جا سکتا ہے، دوسری مثال مراقبہ سبزی اور گوشت کی طرح ہے اور معمولات چٹنی کی طرح جس سے کھانے میں ذائقہ تو بڑھتا ہے مگر اس سے پیٹ نہیں بھر سکتا، اسی طرح طالب علم اگر کہے کہ درسی کتابیں تو نہیں دیکھ پاتا، ہاں غیر درسی کتابوں کا مطالعہ کر لیتا ہوں،

تو کیا وہ امتحان میں پاس ہوجائے گا؟ بہتر عالم بن جائے گا؟

نوٹ: بیعت کی ضرورت نامی رسالے سے کچھ مضمون پیش خدمت ہے:

مراقبہ کا طریقہ کیا ہے؟

بہتر یہ ہے کہ باوضو ہوں، قبلہ رو بیٹھ جائیں، آنکھوں کو بند کرلیں، بائیں طرف سر کو تھوڑا جھکائیں، اور یہ نیت کریں:

"اللہ کی رحمت آرہی ہے، میرے دل میں سما رہی ہے، میرے دل سے
گناہوں کی سیاہی دور ہورہی ہے، میرا دل کہہ رہا ہے: اللہ اللہ اللہ۔"

یہ نیت کرنے کے بعد اپنی توجہ، اپنا دھیان وخیال دل کی طرف جمائیں کہ دل اللہ اللہ کہہ رہا ہے، اسی خیال میں ڈوبنا اور یہی دھیان جمائے رکھنا کہ دل اللہ اللہ کہہ رہا ہے، مراقبہ کہلاتا ہے۔ مراقبہ میں سانس یا زبان سے نہیں پڑھنا ہے، سر یا کندھے کو حرکت بھی نہیں دینا ہے، بلکہ صرف یہ سوچنا اور خیال جمانا ہے کہ دل اللہ اللہ کہہ رہا ہے اور رحمت الٰہی دل پر موسلا دھار بارش کی طرح آرہی ہے۔

مراقبہ کب کریں؟

مراقبہ میں یکسوئی اور دل جمعی بہت ہی مفید ہے، لہٰذا ایسے وقت میں کریں جبکہ ذہنی الجھن، ذہنی انتشار نہ ہو، طبیعت بہت بوجھل نہ ہو، پیٹ بھرا ہوا نہ ہو، کیونکہ اس سے دل نہیں لگتا۔ اس لئے سب سے زیادہ مناسب وقت فجر سے پہلے یا فجر کے بعد کا ہے، اسی طرح مغرب یا عشاء کے بعد مراقبہ کریں، یا پھر آپ مشغولیت کو سامنے رکھ کر جو مناسب وقت ہو اس میں مراقبہ کریں، مگر ضرور کریں۔

مراقبہ میں وساوس کا علاج

مراقبہ کرتے ہوئے بہت سے احباب کو، ادھر ادھر کے خیالات، وسوسے، بلکہ گندے

وساوس بھی آتے ہیں، دلجمعی نہیں ہوتی، تو اس سے بچنے کے چند طریقے ہیں:

* جب وساوس کا ہجوم ہو تو چند دفعہ ''اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم'' پڑھیں اور بائیں طرف تھتکار دیں۔

* زبان کا کنارہ اوپر کے تالو میں لگادیں، اس سے وسوسے کم ہوں گے۔

* اگر پریشانی نہ ہو تو سر پر رومال ڈال دیں اور آنکھ بند کر لیں،

* زیادہ سے زیادہ مراقبہ کرنا وسوسے کو ختم کرنے کا ذریعہ ہے۔

* وسوسہ ختم ہونے کے لئے دعاؤں کا اہتمام، مثلاً اکثر و بیشتر یہ دعا کرتے رہنا ''اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ وَسَاوِسَ قَلْبِیْ خَشْیَتَکَ وَذِکْرَکَ وَاجْعَلْ ھِمَّتِیْ وَھَوَایَ فِیْمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی'' (اے اللہ! میرے دل میں آنے والے خیالات کو اپنی خشیت اور اپنے ذکر میں تبدیل فرما دیجئے، اور اے اللہ! میرے دل کے خیالات اور خواہشات کا رخ موڑ کر ان چیزوں کی طرف کر دیجئے جو آپ کو پسند ہوں اور دل اس چیز کی طرف مائل ہو جو آپ کو محبوب ہو)

وساوس سے پریشان نہ ہوں

جو وساوس وخیالات از خود آتے ہیں وہ اعمال وذکر اور مراقبہ کی قبولیت میں رکاوٹ نہیں، درجات کی ترقی میں مانع نہیں، البتہ ہمارا کام یہ ہے کہ

* ہم ان سے بے رخ ہوں، ان کی طرف توجہ نہ دیں، سوچیں ہی نہیں کہ وہ کیوں آتے ہیں، بلکہ ان کی طرف سے توجہ ہٹادیں، مراقبہ میں لگے رہیں،

* دوسرا کام یہ کریں کہ اس وسوسہ کو خود سے سوچ کر آگے نہ بڑھائیں، جو وسوسہ از خود آئے اس کے آگے دوسری بات کو نہ سوچیں، یہ اسی وقت ہوگا جب ہم وسوسہ پر دھیان ہی نہ دیں

* پھر بھی اگر وسوسہ آئے تو پریشان نہ ہوں کیونکہ اس راہ میں جو آگے بڑھا ہے اس کو ابتداء میں وسوسہ ضرور آیا، اس وسوسہ کی پرواہ کیے بغیر جو لمبا مراقبہ کرتا رہا، وہی مراقبہ وسوسوں

کے ختم ہونے کا ذریعہ بن گیا۔

حضرت اشرف علی تھانویؒ (۱۳۶۲ھ/ ۱۹۴۳ء) فرماتے ہیں کہ ''ذکر بالوسوسہ ہی ذریعہ ہے ذکر بلاوسوسہ کا۔''

وسوسہ کے ختم ہونے کے لیے اہتمام بھی کیجیے، قرآن کریم کا آخری پیغام سورۂ ناس ہے جس میں وسوسوں سے پناہ چاہنا ہے اس سے پتہ چلا کہ مومن وسالک کو شیطانی ،نفسانی وساوس سے پناہ چاہتے رہنا چاہیے۔

مراقبہ میں ہی پریشانی کیوں؟

گندے خیالات اور وساوس سے پریشان نہ ہوں، غور کریں کہ جمعہ کے دن نماز جمعہ کے لئے کس قدر تیاری کرتے ہیں، ہمارے کام کی ترتیب بدل جاتی ہے، غسل کرتے ہیں، کپڑے بدلتے ہیں، خوشبو لگاتے ہیں، مسجد جلد جاتے ہیں، پورے اہتمام سے سنت پڑھتے ہیں، دو اذان ہوتی ہے، پھر خطبہ سنایا جاتا ہے، اس کے باوجود ہماری دو رکعت فرض بغیر وسوسہ کے نہیں ہو پاتی۔ مگر ہم پریشان نہیں ہوتے اس کے برخلاف اگر تھوڑی دیر مراقبہ کیا اور وسوسے آئے تو پریشان ہوجاتے ہیں، وجہ یہ ہے کہ شیطان ہمیں مایوس کر کے مراقبہ چھڑانا چاہتا ہے، کیونکہ مراقبہ سے براہِ راست دل کی دنیا بنتی ہے، ہر عمل میں روح پیدا ہوتی ہے، مراقبہ شیطان کے لئے کوڑے کے مانند ہے، جس سے شیطان کی قوت اور زور ختم ہوتا ہے، اس لئے وسوسے خواہ کتنے بھی آئیں اس سے نہ مایوس ہوں نہ پریشان! بلکہ اور زیادہ کریں، اور اپنے آپ سے کہیں کہ ہزار وسوسے کیوں نہ آئیں وسوسہ والا ذکر ہی میرے حق میں مفید ہے۔

مراقبہ میں کیفیت نہیں بنتی

اصل مقصود ذکر الٰہی ہے، ذکر و مراقبہ ''اینٹی بایوٹک'' کی طرح ہے، ہمیں اس کی مٹھاس محسوس ہو یا نہ ہو، فائدہ لازمی ہے، مرض جڑ سے نکل جاتا ہے، اسی طرح ذکر و مراقبہ کا فائدہ یقینی

ہے، کوئی بھی ذکر و مراقبہ فائدہ سے خالی نہیں۔ ہاں! کیفیت محسوس ہو تو پسندیدہ اور محمود ہے، مگر مطلوب نہیں، کیفیت محسوس نہ ہونے کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ ممکن ہے کسی گناہ کی وجہ سے دل پر تالا لگ چکا ہو، دل کے دروازے بند ہوں، یا حرام لقمے کا اثر ہو، تو پھر گناہوں کو اپنے اندر تلاش کریں، توبہ تائب ہوں، آہ وزاری سے استغفار کریں، اور اپنی زندگی میں گناہ تلاش کریں اور اس سے بچنے کی فکر کریں، انشاء اللہ دوران مراقبہ انشراح، نشاط اور نورانیت محسوس ہوگی۔

فکر کی گندگی کیسے دور ہو

بسا اوقات انسان نفسانی، شیطانی اور شہوانی خیالات سے پریشان رہتا ہے، جب دیکھو ذہن پر گندے خیالات، گندی فکر ہے، تو اس کا علاج کثرت ذکر اور مراقبہ ہے۔

اگر مراقبہ میں بیٹھنا مشکل ہو

ابتدا میں سالک کے لیے زبانی ذکر تو آسان ہوتا ہے لیکن مراقبہ مشکل لگتا ہے چند منٹ میں طبیعت اکتانے لگتی ہے، اس کے لیے چند تدبیریں ہیں جو بہت مفید ہیں

* پہلے اپنے اندر، عزم مصمم پیدا کیجیے کہ اتنی دیر تو بیٹھنا ہی بیٹھنا ہے
* اگر درمیان میں وسوسہ آئے کہ فلاں کام ہے، وہاں جانا ہے، تو سمجھ جایئے کہ نفس وشیطان کا حملہ ہے ان دونوں کو مایوس اور کمزور کرنے کے لیے اپنے وقت کو دوگنا کر دیجیے کہ اب تو میں اور بیٹھوں گا اور لمبا مراقبہ کروں گا،
* اگر ناغہ ہو جائے تو بعد میں اس کی تلافی کرلیں اور نفس کو سزا دیں کہ اب تو چار رکعت صلوۃ الحاجۃ بھی پڑھوں گا یا دس روپے کا صدقہ بھی کروں گا
* اللہ رب العزت سے آہ وزاری کے ساتھ طویل ذکر اور لمبے مراقبے کی توفیق مانگا کریں، کیوں کہ توفیق الٰہی کے بعد ہی ہر کام آسان ہوتا ہے۔

اوراد الگ ہیں اور اسباق الگ

ایک اہم بات ذہن نشیں کرلیں کہ ایک ہے معمولات واوراد، اور ایک ہے سلسلہ کے اسباق، تلاوتِ قرآن کریم ہو، یا درود پاک، استغفار ہو یا تسبیح، ان کو پڑھنا، خواہ مخصوص تعداد میں، یہ معمولات اور اوراد کہلاتے ہیں، لیکن مشائخ مخصوص انداز میں ذکر کے جو طریقے بتلاتے ہیں اور ہر سالک کو اس پر پابندی کی تلقین کی جاتی ہے وہ سلسلہ کا سبق کہلاتا ہے، اس سلسلہ میں ترقی اور راہ سلوک کا طے ہونا اسی وقت ہوگا جب ہم اسباق کی پابندی کریں، آج کے دور میں درود شریف، استغفار، تلاوت کی پابندی کسی حد تک تو کرلیتے ہیں لیکن سلسلہ کے اسباق مثلاً: مراقبہ نہیں کرپاتے اور پھر کہتے ہیں کہ زیادہ فائدہ نظر نہیں آتا نہ گناہ چھوٹتے ہیں، نہ نماز میں خشوع وخضوع کی دولت نصیب ہوتی ہے اور نہ ہی کوئی کیفیت نصیب ہوتی ہے بلکہ دل بجھا بجھا سا رہتا ہے ظاہر ہے کہ جب تک سالک میں اسباق کی پابندی نہ ہوگی، یہ احوال وکیفیات کہاں میسر ہوں گی۔

اگر دل کی دنیا آباد کرنا ہے

بغیر محنت ومجاہدہ ایک دانہ بھی منہ تک نہیں پہنچتا، پانی کا کوئی گھونٹ بغیر حرکت، حلق سے نیچے نہیں اترتا، ماں کی ممتا بھرے سینے میں دودھ موجود ہو، بچہ کے منہ کھولے بغیر دودھ کا کوئی قطرہ زبان پر نہیں آتا، اسی طرح تجلیات الٰہی کا کوئی قطرہ اور نور ورحمت کا کوئی حصہ ہمارے دل میں بغیر محنت مجاہدہ کے کیسے اتر سکتا ہے، یہ مجالس اسی لئے ہیں کہ ہم اپنے اندر ایک ایسا شوق و ولولہ اور جذبہ دل میں بیٹھا لیں کہ یہاں سے جانے کے بعد بھی ذکر کئے بغیر ہمیں چین نہ آئے، اور معمولات کے بغیر زندگی میں کوئی لطف نہ رہے۔

مجلس ﴿۱۰﴾

وقوفِ قلبی کے فائدے

الحمد للہ و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد۔

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم، بسم اللہ الرحمن الرحیم، :یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِیْرًا ، وَسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِیْلًا ، صدق اللہ العظیم سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون و سلام علی المرسلین و الحمد للہ رب العالمین۔

اللھم صل علی سیدنا محمد و علی آل سیدنا محمد و بارک و سلم

ذکر ایک دائمی سنت

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنن مبارکہ اور آپ کے نورانی معمولات دو طرح کے ہیں: ایک تو وقتی اور عارضی، یعنی خاص خاص وقت کی مناسبت سے ذکر و دعائیں اور مسنون اعمال، اور دوسرے دائمی اعمال اور سنتیں، مثلاً: كان رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم متواصل الاحزان دائم الفكرة (شمائل ترمذی:۲۱۳، المعجم الکبیر ۴۱۴) یعنی آپ مسلسل امت کے حق میں حزن و ملال میں رہتے اور ہمیشہ غم و فکر میں رہتے، اسی طرح آپ کی ایک دائمی سنت یہ ہے کہ ہمیشہ ذکر میں رہتے تھے، چنانچہ حضرت عائشہؓ کا بیان ہے، وہ فرماتی ہیں: كان رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يذكر الله كل احيانه (ابوداؤد) کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر دم اللہ کے ذکر میں رہتے تھے، ہر دم زبان سے ذکر کرنا بظاہر ناممکن ہے، اس لیے یہی کہا جائے گا کہ کبھی تو موقع بہ موقع زبان سے ذکر کرتے اور اکثر و بیشتر دل سے یادِ خدا میں رہتے اسی کو ذکر قلبی اور وقوفِ قلبی کہتے ہیں۔

وقوفِ قلبی ایک اکسیر ہے، وقوف قلبی راہِ سلوک میں ترقی کا اہم زینہ ہے، بہت جلد محبت کا راستہ طے ہوتا ہے، ہمارے حضرت فرماتے ہیں کہ روکیٹ کی رفتار سے راہِ سلوک طے

ہوتا ہے، بشرطیکہ سالک اس کا اہتمام کرے، وقوف قلبی ہر دم ہر وقت دھیان وتوجہ اللہ کی طرف لگائے رکھنے کو کہتے ہیں۔

وقوفِ قلبی کی وضاحت

انسان کسی بھی کام وکاج میں ہوتا ہے مگراس کا دھیان وخیال کسی اور بات میں لگا ہوتا ہے، مثلاً: پائلٹ ہوائی جہاز چلاتا بھی ہے، بات بھی کرتا ہے، اناؤنس بھی کرتا ہے، اور کھاتا پیتا بھی ہے، مگراس کا دھیان وخیال ہر دم کنٹرول روم کی طرف رہتا ہے، کنٹرول روم سے اگر ڈسکنیکٹ (Disconnect) ہو جائے، رابطہ ختم ہو جائے تو خطرہ ہو سکتا ہے، تو دیکھیے اس کی نظر کہیں اور ہے ہاتھ کام میں ہے، زبان بات میں ہے مگر دھیان کہیں اور ہے، اسی طرح ذاکر وسالک اگر چہ کام وکاج میں ہو اور دھیان اللہ کی طرف لگائے ہو، یہ وقوفِ قلبی کہلاتا ہے،

اسی طرح ایک عورت نے اپنے چھوٹے بچے کو بازار بھیجا، کافی دیر ہوئی مگر وہ نہ آسکا، اب اس کی والدہ گھر میں کام بھی کر رہی ہے، فون آیا تو بات بھی ہو رہی ہے، کھانا بھی پکا رہی ہے، مگر اس کا دھیان ہر دم بچے کی طرف ہے، اس سے اتنا تو سمجھ میں آیا کہ انسان میں یہ قدرت وصلاحیت ہے کہ ایک وقت میں کچھ کام بھی کرے، توجہ اور دھیان کہیں اور لگائے رکھے، اسی طرح اگر بندہ تدریس وتبلیغ میں ہو، تجارت وزراعت میں ہو، مگر دھیان اللہ کی طرف لگائے رکھتا ہو، اسی کو وقوفِ قلبی کہتے ہیں۔

وقوفِ قلبی کی مزید تشریح

زبانی ذکر کا طریقہ تو بہت ہی مشہور ومعروف ہے، مگر وقوفِ قلبی عام طور پر بعض لوگ سمجھ نہیں پاتے، میں چاہتا ہوں کہ تمام احباب اور سالکین اس مضمون کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیں، تاکہ اس کا شوق بڑھے، اور اس کا کرنا آسان ہو، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بیعت کی ضرورت نامی رسالہ سے اس کا اقتباس آپ کی خدمت میں پیش کر دیا جائے۔

وقوف قلبی کا مطلب دھیان اللہ کی طرف لگائے رکھنا، یعنی اپنا خیال اپنی توجہ اللہ کی طرف رکھنا وقوف قلبی کہلاتا ہے، اصلاح باطن کے لئے یہ کریم کی طرح ہے، جس طرح کریم میں طاقت وقوت زیادہ ہوتی ہے اسی طرح وقوف قلبی میں بھی روحانی طاقت زیادہ ہوتی ہے، اللہ تک پہنچنے کا یہ بہت ہی عجیب، پوشیدہ اور خاموش راستہ ہے۔

وقوف قلبی کی مثال ایسی ہے جیسے آپ کی کوئی قیمتی چیز کہیں چھوٹ گئی آپ جبکہ کہیں اور ہیں، یا کسی اور کام میں مشغول ہیں، مگر ہر دم آپ کا دھیان اسی قیمتی چیز کی طرف لگا ہوا ہے، وہ کام اس دھیان میں رکاوٹ نہیں بنتا، اسی طرح وقوف قلبی میں انسان دنیوی کاموں میں مصروف رہتا ہے لیکن اس کا دھیان اللہ کی طرف لگا رہتا ہے۔

یا جس طرح بچہ ہسپتال میں ہو، آپ کہیں اور کام میں مشغول ہوں، پھر بھی آپ کا دھیان بچہ کی طرف لگا رہے گا، اسی طرح وقوف قلبی میں انسان اگرچہ دنیا کے کاموں میں مصروف رہتا ہے، لیکن دھیان اللہ کی طرف لگائے رہتا ہے، اور یہ دھیان اس کے کام میں نقصان نہیں پہنچاتا۔

غرض جس طرح کریم میں طاقت وقوت اور وٹامنس زیادہ ہوتا ہے، اسی طرح وقوف قلبی سے روحانی، قلبی قوت زیادہ ہوتی ہے اس سے انسان میں انابت، رجوع الی اللہ کی کیفیت، صفتِ احسانی اور حضوری کی کیفیت بہت جلد پیدا ہوتی ہے، اسی وجہ سے مشائخ اس پر بہت زور دیتے ہیں، تاکہ انابت ومعیت اور حضوری کی کیفیت میں دوام حاصل ہو جائے۔

دست بکار دل بیار

انسان کا دماغ ہر دم کچھ نہ کچھ ضرور سوچتا رہتا ہے، کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ دماغ میں کوئی خیال نہ گذر رہا ہو، ادھر ادھر کی اوٹ پٹانگ باتیں چلتی نہ رہتی ہو۔ کیا ہی خوش نصیب ہے وہ شخص جو ہو تو دنیا کے کام میں، کھانے پینے، خریداری وغیرہ میں، لیکن اپنی سوچ میں، اپنے خیال میں، اپنے تخیل میں اللہ اللہ کا دھیان جمائے رکھے، اسی کو مشائخ نے فرمایا کہ ہاتھ کام میں رہے اور دل یار (اللہ) کے ساتھ اٹکا رہے۔

وقوف قلبی میں دوام کس طرح؟

یہ عظیم دولت دو چیزوں سے حاصل ہوتی ہے:

(۱) خود کی محنت ومجاہدہ اور کوشش وفکر سے، اس بات کی فکر ہر دم رہے کہ میرا خیال، دھیان ادھر دھر کے بجائے خدا کی طرف لگا رہے، اس کے لئے ہر چند گھنٹے مثلاً ہر تین گھنٹے کے بعد اپنا جائزہ لیں کہ اس تین گھنٹے میں میرا دھیان کتنی دیر خدا کی طرف رہا، اور کتنی دیر ادھر ادھر کے خیالات میں گم رہا، پھر عزم کریں کہ اچھا اب آنے والے تین گھنٹے میں اللہ کی طرف دھیان لگائے رکھوں گا اس طرح کرتے رہنے سے یہ دولت انشاء اللہ جلد نصیب ہوگی۔

(۲) شیخ کی توجہ سے بھی یہ کیفیت جلد حاصل ہوتی ہے۔

(۳) وقوف قلبی کے حاصل ہونے کے لئے خوب تمنا بنا کر سب سے بڑی ضرورت سمجھ کر دعا کرتے رہنا بھی مفید ہے، پتہ نہیں کب دعا قبول ہو جائے، اور یہ دولت مل جائے۔

وقوفِ قلبی کی فکر

کوئی بھی نعمت بغیر فکر کے حاصل نہیں ہوتی، اور کوئی چیز بغیر محنت ومجاہدہ ہاتھ نہیں لگتی، اس موقعہ پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت جی دامت برکاتہم کا ایک ملفوظ آپ کو سنائیں، فرماتے ہیں: کہ وقوفِ قلبی یہ ہے کہ ہر دم دھیان اللہ کی طرف رہے رجوع الی اللہ کی فکر لگی رہے، اگر اللہ کی طرف دھیان نہیں لگتا تو کم از کم اس کی فکر تو ہونی چاہیے، یہ بار بار سوچنا چاہیے کہ کیا وجہ ہے کہ میرا دھیان اور خیال اللہ کی طرف کیوں نہیں جا رہا ہے، دل میں اس بات کا غم ہو کہ میرا خیال ہر وقت اس دنیا کے دھندھوں میں کیوں پھنسا ہوا ہے، اس دنیا کے خالق ومالک کی طرف کیوں نہیں رہتا، یہی سوچ ہر وقت ذہن، اور دل ودماغ میں ہونی چاہیے، اگر موت کے وقت بھی میرا دھیان اس دنیا کی طرف لگا رہا اور اللہ کی طرف متوجہ نہ ہوا تو پھر کتنی بری موت ہوگی۔

وقوفِ قلبی کی اہمیت

وقوفِ قلبی یہ وہ کیفیت ہے جس سے غفلت ختم ہوجاتی ہے، حضوری کی کیفیت رہتی ہے، وقوفِ قلبی یادالٰہی کا ایک عجیب زینہ ہے۔

- وقوفِ قلبی یہ ایسی یاد ہے کہ اُذْكُرْ رَبَّكَ فِي نَفْسِكَ کا مصداق ہے
- وقوفِ قلبی ایسی یاد ہے کہ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ کا مصداق ہے۔
- وقوفِ قلبی ایسی یاد ہے کہ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللهَ کا مصداق ہے ۔
- وقوفِ قلبی ایسی یاد ہے جو الذَّاكِرِينَ اللهَ كَثِيرًا وَّالذَّاكِرَاتِ کا مصداق ہے۔
- وقوفِ قلبی كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَذْكُرُ اللهَ عَلَى كُلِّ أَحْيَانِهِ کے اسوہ کا مصداق ہے۔
- وقوفِ قلبی یہ ایسی یاد ہے جو خَيْرُ الذِّكْرِ الْخَفِيُّ کا مصداق ہے۔
- وقوفِ قلبی یہ ایسی یاد ہے جو اُذْكُرُوا اللهَ ذِكْرًا خَامِلًا کا مصداق ہے۔
- وقوفِ قلبی یہ ایسی یاد ہے جو خلوت درانجمن کا مصداق ہے۔
- وقوفِ قلبی یہ ایسی یاد ہے جو دل بیار، دست بکار کا مصداق ہے۔

غرض یہ عجیب خاموش ذکر ہے، جس سے بڑی خاموشی کے ساتھ سالک قربِ الٰہی کی منزل کو طے کرتا رہتا ہے کسی کو پتہ بھی نہیں چلتا، اسی بناپر بعض مشائخ نے اسے چوردروازہ کہا ہے

خلوت درانجمن

آپ بے فائدہ محفل ، لایعنی مجلس ،لوگوں کے ہجوم ،دوست احباب کے جھرمٹ میں ہوں یا بس یاٹرین میں، زبان سے ذکر کرنے میں یا ہاتھ سے تسبیح لے کر پڑھنے میں کبھی کبھی جھجھک محسوس ہوتی ہے،کبھی حجاب سا لگتا ہے،اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ خلوت درانجمن کو اپنائیے کہ رہیں توان کے ساتھ، رہیں تو شریک محفل، مگر توجہ دھیان اور خیال اللہ کی طرف لگائے رکھیئے، گویااس شعر کے مصداق بنے رہئے۔

ہم تم ہی بس آگاہ ہیں اس ربطِ خفی سے — معلوم کسی اور کو یہ راز نہیں ہے
تم سا کوئی ہم دم کوئی دمساز نہیں ہے — باتیں تو ہیں ہر دم مگر آواز نہیں ہے

اس کیفیت میں رہنے کے ساتھ محبت الٰہی کا ملنا یقینی ہے کسی نے کیا خوب کہا:

دل ہی دل میں اشارے ہو گئے — ہم تمہارے تم ہمارے ہو گئے

خلوت در انجمن کی مزید تشریح

خلوت در انجمن کی اصطلاح درحقیقت ان آٹھ اصطلاحات میں سے ہیں، جو خواجہ عبد الخالق غجدوانیؒ سے منقول ہے، اور وہ یہ ہیں:

ہوش دردم، نظر برقدم، سفر در وطن، خلوت در انجمن، یادکرد، بازگشت، نگہ داشت، یاد داشت، ان تمام کی تشریحات حضرت جی کی کتاب شجرۂ طیبہ کے صفحہ ۱۶۵ سے ۱۷۸ تک ملاحظہ فرمالیں۔

ذکر خفی میں مشغول اکابر

وقوفِ قلبی، ذکر خفی کی لذت پانے کے بعد اکابر و مشائخ کی دلی خواہش ہوتی ہے کہ کوئی ہم سے بات نہ کرے، یا بات چیت کم ہو، کیوں کہ خاموشی کا مزہ ان کو مل چکا ہوتا ہے، درحقیقت مشائخ خاموش رہ کر اندر اندر یادِ الٰہی میں مصروف رہتے ہیں، اور اسی خاموشی کے ماحول میں توجہات بھی دیتے رہتے ہیں، جب ہرن کے ناف میں مشک کا نافہ تیار ہوتا ہے، اور ہرن کو مشک کی خوشبو محسوس ہوتی ہے، تو سرور و شادمانی کی کیفیت میں رہتا ہے، اچھلتا اور مچلتا ہے، اسی طرح جن کے دلوں کو ذکر خفی کا مزہ مل جاتا ہے وہ اسی خاموشی کے عالم میں سرور ونشاط اور انشراح کی کیفیت میں ہوتے ہیں، حضرت خواجہ باقی باللہؒ زیادہ تر خاموش رہتے تھے، حضرت نے ایک مرتبہ فرمایا: جس نے ہماری خاموشی سے کچھ نہیں پایا، وہ ہماری باتوں سے بھی کچھ نہیں پائے گا، گویا وہ اس شعر کے مصداق تھے:

وہ جن کا عشق صادق ہے وہ کب فریاد کرتے ہیں
لبوں پہ مہر خاموشی دلوں میں یاد کرتے ہیں

اللہ اللہ کیسا پیارا نام ہے　　عاشقوں کا مینا اور جام ہے
اللہ اللہ ایں چہ شیریں ہست نام　　شیر و شکر می شود جانم تمام

ذکر کثیر، وقوفِ قلبی ملأ اعلی سے ربط کا ذریعہ

طریقۂ ذکر کی دو صورتیں ہیں: ایک کو ذکرِ عام، اور ایک کو ذکرِ خاص کا عنوان دیتے ہیں، قرآن و حدیث میں جو ذکر مذکور ہے، ان کو اپنے طور پر پڑھنے کو ذکر عام کہیں گے، جن پر اجر و ثواب، رفعِ درجات، مقبولیت و محبوبیت حاصل ہوتی ہے، لیکن ایک ہے ذکر کا خاص طریقہ، اور وہ یہ ہے کہ مشائخ کے قلوب پر رب کریم نے ذکر کرنے کا جو مخصوص طریقہ الہام فرمایا، اس انداز میں ذکر کرنا، اسے ذکر خاص کہہ سکتے ہیں، اس کا ایک اہم فائدہ یہ ہے کہ اس طرح ذکر کرنے سے ملأ اعلی سے بہت جلد ربط و تعلق ہو جاتا ہے، عالم بالا سے خاص انس ہوتا ہے، عالم بالا کی چیزیں مثلاً رحمت و تجلی اور نور و فیض وغیرہ اترتے ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ کی نظر میں ذکر عام، ذکر خاص

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے حجۃ اللہ البالغہ میں فرمایا: ذکر دو طرح کا ہے: خاص اور عام، خاص وہ ذکر ہے جس کا نفع ذاکر کے لیے مخصوص ہے۔ اور عام وہ ذکر ہے جس سے دوسرے بھی مستفید ہوتے ہیں۔ اور خاص ذکر و فکر کا صلہ یہ ہے کہ حجابات اٹھ جاتے ہیں اور وصال نصیب ہوتا ہے، اور عام ذکر یعنی اللہ کے دین کی اشاعت کرنا، اور اعلائے کلمۃ اللہ کی محنت کرنا، کا صلہ یہ ہے کہ اللہ تعالی ملأ اعلی کے قلوب میں اس ذاکر کی محبت القا کرتے ہیں، چناں چہ کرّ و بی مخلوق (فرشتہ) اس کے لیے دعائیں کرتے ہیں اور برکات کے طالب ہوتے ہیں، پھر اس کی مقبولیت زمین میں اتاری جاتی ہے۔ اور ہر مخلوق اس کی دلدادہ ہو جاتی ہے۔

چنانچہ ایسے بہت سے اولیا گزرے ہیں جن کو مقام وصل نصیب ہوا ہے مگر ان کا ملأ اعلیٰ میں کوئی ذکر نہیں، نہ اہل ارض میں ان کی مقبولیت پائی جاتی ہے، دوسری طرف ایسے حضرات بھی گزرے ہیں جنہوں نے دین کی بڑی مدد کی ہے اور ان کو قبول عام حاصل ہوا ہے۔ وہ عظیم برکات سے بہرہ ور ہوئے ہیں مگر اولیائے کبار میں ان کا شمار نہیں، کیوں کہ ان کے لیے حجابات مرتفع نہیں ہوئے اور مقام وصل ان کو نصیب نہیں ہوا۔'' (رحمۃ اللہ الواسعۃ: ج ۳)

اہل معرفت کی زبان گونگی ہوتی ہے

جن خاصان خدا کو وقوفِ قلبی کی دولت ہمہ وقت حاصل ہوتی ہے انہیں معرفت الٰہی کا اعلیٰ درجہ حاصل ہوتا ہے، وہ ہر وقت یادِ الٰہی اور معرفت کی حالت میں ہوتے ہیں، اس لیے خاموشی ان کی محبوب کیفیت بن جاتی ہے، اسی بنا پر اہل تصوف میں مشہور ہے کہ اہل معرفت کی زبان گونگی ہوتی ہے، اس کا مطلب یہی ہے کہ کثرتِ ذکر، ذکر قلبی وقوفِ قلبی کی برکت سے ان کا دل نورِ الٰہی سے محبتِ ربانی سے، معرفتِ یزدانی سے، اور خشیت خداوندی سے بھر جاتا ہے، اور دل دریائے معرفت میں مستغرق رہتا ہے، اس لیے اب نہ تو زبان سے ذکر کی حاجت اور نہ ہی زبان سے بلاضرورت بات کو پسند کرتے ہیں (روح البیان: ۳/ ۲۲۹)

کہیں روحانیت ختم نہ ہو جائے

ہم لوگوں کا حال یہ ہے کہ مفت کی زبان چلاتے چلاتے نہیں تھکتے بلکہ بے ادبی اور غیبت کی باتیں بھی ہونے لگتی ہیں، اللہ واسطے زبان کو یا تو خاموش رکھئے یا پھر یادِ الٰہی سے تر و تازہ رکھئے، ورنہ یہی زبان ساری روحانیت کے ختم ہونے کا ذریعہ بن سکتی ہے۔ اللہ حفاظت فرمائے۔

مجلس《۱۱》

ذکرِ لسانی کی اہمیت

الحمد للہ و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد۔

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم، بسم اللہ الرحمن الرحیم، فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ○ يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ ○ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ ○ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ، صدق اللہ العظیم

اللھم صل علی سیدنا محمد و علی آل سیدنا محمد و بارک و سلم۔

فضیلتِ ذکر

قرآن پاک اور احادیثِ مبارکہ میں ذکر کا حکم بھی دیا گیا، اور ذکر کو اکبر عمل بھی کہا گیا، ذاکرین کی تعریف بھی کی گئی اور ذکر پر جنت کی بشارت بھی سنائی گئی، ذکر پر فلاح کی خوش خبری بھی دی گئی، اور بہت سے عمل کے اختتام پر ذکر کا حکم بھی دیا گیا، ذکر سے غفلت پر مذمت بھی کی گئی، اور غفلت کو باعثِ خسارہ بھی کہا گیا، قرآن کریم کو ذکر سے تعبیر بھی کیا گیا، اور افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ کو کہا گیا، ان باتوں سے آپ ذکر کی اہمیت اس کی ضرورت کو اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں،

ذکر سب سے افضل کیوں؟

ایک حدیث پاک میں ذکر کی پانچ فضیلت عجیب الفاظ میں ذکر کی گئی ہیں:

- کیا میں وہ عمل نہ بتلاؤں جو تمہارے اعمال میں سب سے بہتر ہو
- تمہارے مالک کی نگاہ میں سب سے پاکیزہ ہو
- تمہارے درجوں کو سب سے زیادہ بلند کرنے والا ہو
- راہِ خدا میں سونا چاندی خرچ کرنے سے بہتر ہو

● اور اس جہاد سے بہتر ہو، جس میں تم ان کی گردن مارو، اور وہ تمہاری گردن ماریں۔
صحابہؓ نے فرمایا: ضرور بتلادیں، فرمایا: ذکر الٰہی، اللہ کا ذکر، (ترمذی، شعب الایمان: ۵۱۹)

اس حدیث میں غور طلب بات یہ ہے کہ ایک طرف ذکر اللہ کو سب سے بہتر عمل کہا گیا، مزید اس کی چار فضیلت بیان کی گئی، جب کہ دوسری روایت میں بعض دیگر اعمال کو سب سے بہتر کہا گیا، مثلاً: کھانا کھلانا، سلام کو عام کرنا، بروقت نماز ادا کرنا وغیرہ۔

تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ذکر کو افضل، بہتر، پاکیزہ اور اس قدر فضائل پر مشتمل اس بنا پر کہا گیا کہ اس سے اللہ رب العزت کی طرف مسلسل توجہ ہوتی ہے، حضوری اور احسان کی کیفیت جلد حاصل ہوتی ہے، دل کا لو اللہ سے لگا رہتا ہے، اس بنا پر اس کو سب سے افضل کہا گیا۔

تہلیلِ لسانی

لا الٰہ الا اللہ کے ذکر کو تہلیل لسانی کہتے ہیں، امام نوویؒ نے تہلیل لسانی کے ورد، اور اس کو بکثرت پڑھنے کی اہمیت اور اس کی افادیت کے بارے میں، اکابر و مشائخ کا طریقہ نقل کیا ہے، فرماتے ہیں کہ لا الٰہ الا اللہ رأس الذکر ہے، اسی وجہ سے اس امت کے قابل قدر چنیدہ اکابر و مشائخ جن کو اللہ تعالیٰ نے سالکین و مریدین کی تربیت کا سلیقہ عطا کیا تھا، وہ ان کو کثرت سے ذکر کرنے اور مداومت و پابندی کا حکم دیتے، اور کہا کرتے کہ وسوسہ اور غفلت کو دور کرنے میں، یہ سب سے زیادہ نافع ہے، حضرت مجدد الف ثانیؒ اس کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے فرماتے تھے: اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا مِنْ بَرَكَاتِ هٰذِهِ الْكَلِمَةِ الطَّيِّبَةِ وَثَبِّتْنَا عَلَيْهَا وَاَمِتْنَا عَلٰى تَصْدِيْقِهَا وَاحْشُرْنَا مَعَ الْمُصَدِّقِيْنَ الخ ھ (تالیفات مصلح الامۃ: ۳/ ۱۳۵)

تہلیل لسانی کی دو صورت

لا الٰہ الا اللہ کے ورد کی دو صورت ہے: سراً اور جہراً، سراً کا مطلب ہے کہ صرف زبان کو حرکت دی جائے، اور لا الٰہ الا اللہ کا ورد کیا جائے، اور جہراً کا مطلب ہے اتنی اونچی آواز سے اس

طرح ذکر کرنا کہ خود سن سکے، دوسروں کو ایذاء نہ پہنچے۔

سلسلۂ چشتیہ میں ابتداء سے ہی سالکین کو، دوازدہ تسبیح یعنی بارہ تسبیح کی تلقین وتاکید کی جاتی ہے، جب مداومت وپابندی کے ساتھ سالک ذکرِ جہری کرتا ہے، تو اس کا اثر قلب تک پہنچتا ہے، نورانی اور روحانی اثرات سے قلب منور اور روشن ہوتا ہے، محبت ومعرفت، خوف وخشیت کے پھول، دلوں میں اگتے ہیں، آنکھیں بدلتی ہیں، قال وحال میں توافق ہوتا ہے، زندگی کا رخ بدلتا ہے، قلب یادِ الٰہی، حضوری اور صفتِ احسانی کی کیفیت سے آراستہ ہونے لگتا ہے، پھر کچھ مجاہدہ کے بعد، ذکر قلبی کی عظیم نعمت سے مالامال ہوتا ہے، مگر یہ سب اس وقت جب کہ مداومت ہو، محنت ومجاہدہ ہو، اس کلمہ کی جلالتِ شان اور عظمت کو پیش نظر رکھ کر، توجہ اور دھیان کے ساتھ ہو، سرسری طور پر نہ ہو۔

ہر کسی کو فائدہ کیوں نہیں ہوتا

اس کلمہ کے فوائد وبرکات، انوار وتجلیات مسلم ہیں، ہر ذاکر پر اس کا اثر ظاہر ہوتا ہے ، ہر دور میں ذاکرین اس سے فیضیاب ہوئے، کیوں کہ یہ کلمہ انفس العبادت ہے، افضل الاذکار ہے، اکمل الحسنات ہے، ورد میں اسہل ہے، اور ثواب میں اکثر ہے، دائرۂ اذکار میں قطب ہے ، نکتۂ اسرار میں مرکز ہے، اور باطن کا مطہر ہے، لیکن اس کے باوجود بعض لوگوں کو اس کلمہ کے ورد سے وہ فوائد وثمرات حاصل نہیں ہوتے، زندگی کا رنگ نہیں بدلتا، دل اخلاق حمیدہ سے آراستہ نہیں ہوتا، اس کی وجہ حضرت شاہ وصی اللہ صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں:

’’یہ کلمہ عام بھی ہے اور خاص بھی یعنی اپنے لفظ اور ذات کے اعتبار سے تو عام ہے کہ ہر شخص اس کو پڑھتا ہے مگر آثارِ خاصہ اور ثمراتِ مخصوصہ کے اعتبار سے یہی کلمہ خاص بھی ہے ان آثار کا حاصل کرنا، خود ذاکر کے اختیار میں ہوتا ہے، جس قدر خلوص اور توجہِ باطنی کے ساتھ وہ اس کلمہ کا ذکر کرے گا، اسی درجے کی خصوصیت حق تعالی کے ساتھ اسے حاصل ہوگی، کیوں کہ ایسا ہوتا ہے

کہ ایک چیز عام ہو مگر اثر اور نفع مختلف اشخاص کے اعتبار سے مختلف ہو‘‘ (تالیفاتِ مصلح الامت: ۳/ ۱۱۲)

فیض سے محرومی کیوں؟

اس سے پتہ چلا کہ سرسری طور پر، بے توجہی، لا پرواہی، بے ذوقی اور سستی کے ساتھ ذکر کرنے پر، وہ مراتب وفوائد حاصل نہیں ہوتے، جو دوسروں کو حاصل ہوتے ہیں، اسی بات کو ملا علی قاریؒ نے مرقات میں لکھا ہے کہ لَایَرْتَفِعُ جَمِیْعُ الْعِلَلِ الظَّاهِرَةِ وَالْبَاطِنَةِ اِلَّا بِالذِّکْرِ الْمُؤَثِّرِ فِی الْقَلْبِ الَّذِیْ هُوَ سُلْطَانُ الْاَعْضَاءِ یعنی ظاہری اور باطنی بیماریوں کا خاتمہ ایسے ذکر سے ہوگا جس کا اثر دل تک پہنچے اور یہ وہ ذکر ہے جو اخلاص اور شوق وعظمت کے ساتھ ہو، اگر یہ نہیں تو پھر فائدہ بھی نہیں۔

ذکر بھی اور اصلاح کی فکر بھی

ذکر کے انوارات وتجلیات اور اس کی برکتیں اترتی ہیں، لیکن قلب اگر گناہ اور اخلاق رذیلہ سے آلودہ ہو، تو انوارات، یا تو دل تک پہنچتے ہی نہیں، یا پھر اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا، اس لیے ذکرِ کثیر کے ساتھ ساتھ، اصلاحِ قلب کی فکر کرنا بھی ضروری ہے، صرف ذکر کی پابندی اور ذکر کی طرف توجہ ہو، لیکن ظاہری اور باطنی عیب پر نظر نہ ہو، نہ اپنے اندر عیب کی تلاش ہو، اور نہ ہی اصلاح کی فکر ہو، تو ذکر کے اثرات دل پہ باقی نہیں رہتے بلکہ بسا اوقات نقصان اور مضر ہوسکتا ہے، رسالہ قشیریہ میں لکھا ہے: کہ مریدین میں تین چیزوں کا ہونا ضروری ہے: ایک تو یہ کہ گندے خیالات سے اپنے آپ کو خالی رکھیں اور دوسرے یہ کہ اخلاق رذیلہ کی اصلاح کریں اور تیسرے یہ کہ قلب سے غفلت کو دور کریں (تالیفاتِ مصلح الامت: ۵/ ۱۳)

نفی واثبات کا مطلب

کلمۂ توحید جس کو کلمۂ طیبہ اور کلمۂ تہلیل بھی کہتے ہیں، ظاہر کے اعتبار سے تو یہ ذکر ہے،

مگر ذاتی تاثیر کے اعتبار سے قلب وروح کا مُطہر ہے، چوں کہ مومن لا الہ کہہ کر تمام معبودانِ باطلہ کی نفی کرتا ہے، اور الا اللہ کہہ کر ایک ذات وحدہ لاشریک لہ کا اثبات کرتا ہے، اس لئے اس کو نفی واثبات کہتے ہیں، اب نفی واثبات یعنی لا الہ الا اللہ کے کچھ معارف بھی سنیں تاکہ اس کی عظمت اور قدرومنزلت کا احساس ہو اور پھر اسی عظمت کے ساتھ اس کا ذکر ہو، دوازدہ تسبیح یہ ہیں۔

اولا: ۲/سومرتبہ لا الہ الا اللہ

ثانیا: ۴/سومرتبہ الا اللہ

ثالثا: ۶/سومرتبہ اللہ، اللہ

رابعا: سومرتبہ: اللہ، اللہ کا ورد

لا الہ الا اللہ کے معارف

لا الہ الا اللہ کو قول ثابت، کلمۂ تقوی، آسمان وزمین کی کنجی، کلمۂ اخلاص، عروۃ الوثقی، دعوۃ الحق، اور ثمن الجنۃ کہا گیا ہے۔

* یہ کلمہ زمین آسمان سے کہیں زیادہ وزنی ہے، کیوں کہ زمین وآسمان کے چودہ طبق ہیں، مگر یہ سب ظِل اور سایہ کی طرح ہیں، اور سایہ کا کوئی وزن نہیں ہوتا، جب کہ یہ کلمہ ذاتِ خدا پر دلادت کرتا ہے، یعنی ذاتِ خدا کو بتلاتا ہے، اور ذاتِ خدا اصل ہے، اس لیے اس کا وزن بھی زیادہ ہوگیا۔

* جب مومن نے لا الہ کے ذریعہ معبودانِ باطلہ کو فنا کردیا، تو اس کے بدلے مومن کے گناہ فنا ہوجاتے ہیں، پھر جب الا اللہ کے ذریعہ وجودِ باری کو ثابت کرتا ہے، تو اس کے بدلے نیکیاں ثابت ہوجاتی ہیں۔

* کلمۂ ایمان میں ذاتی نام اللہ ہے، نہ کہ کوئی صفاتی نام، مثلا: لا الہ الا الرحمن، لا الہ الا الغفار نہیں ہے، بلکہ لا الہ الا اللہ ہے اس سے پتہ چلا کہ ذاتی نام کا ذکر ہونا چاہیے، کیوں کہ ذات کے ذکر سے مذکور یعنی ذاتِ خدا سے محبت ہوتی ہے۔

* اس سے معبودان باطلہ کی نفی ہوتی ہے، جب کہ معبودان باطلہ کی دو قسم ہیں: ایک آفاقی معبود، یعنی انسان کے جسم کے باہر کے معبود اور ایک انفسی معبود، یعنی انسان کے اندر کا معبود، جس کو آپ خواہشاتِ نفس کہتے ہیں، اَفَرَاَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوَاهُ گویا پڑھنے والا ان دونوں معبود کی نفی کرتا ہے اس لئے دونوں جہاں میں کامیاب ہوتا ہے۔

* لا الہ الا اللہ کے حروف جوفی ہیں، یعنی درمیان دہن سے نکلتے ہیں، جس سے اشارہ ہے کہ درمیان دل سے نکلنا چاہیے، نہ کہ سرسری اور غفلت کے ساتھ۔

* اس کے تمام حروف بے نکتہ ہیں، اس میں اشارہ ہے کہ ذاتِ باری ہر قسم کے نکتہ چینی اور عیب سے خالی اور پاک ہے۔

* جہنم کے سات دروازے ہیں، اور یہ سات کلمہ پر مشتمل ہے، جس میں اشارہ ہے کہ ساتوں کلمہ کو پڑھنے والا جہنم کے ساتوں دروازوں سے آزاد ہو جائے گا۔

* کلمہ کے دونوں جزء میں بارہ بارہ حروف ہیں، جس میں اشارہ ہے کہ سال کے بارہ مہینوں کے گناہ معاف ہو جائیں گے۔

* بارہ حروف اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ اعضائے معصیت بھی بارہ ہیں (دو قدم، دو ہاتھ، دو آنکھ، دو کان، زبان، دل، دماغ، اور شرمگاہ) لہذا ان حروف کا ورد کرنے والا اپنے تمام اعضائے معصیت کے گناہوں سے بری ہو جائے گا۔

* یہ کلمہ چوبیس حروف پر مشتمل ہے اور دن رات کے چوبیس گھنٹے ہوتے ہیں، لہذا اس کے پڑھنے والے سے چوبیس گھنٹے کے گناہ معاف ہو جائیں گے۔

* حضرت موسی علیہ السلام کے زمانے میں ۲۴۰ رسال تک ایک شخص کفر پہ رہا، مگر جب لا الہ الا اللہ موسی کلیم اللہ پڑھا، تو چوبیس حروف میں سے ہر حرف کے بدلے دس سال کے گناہ معاف ہوئے اس طرح ۲۴۰ رسال کا کفر مٹ گیا۔

* اس کلمہ کی جڑ زمین میں ہے، اور اس کی شاخ آسمان میں، اشارہ ملا کہ زمین پہ

پڑھو گے تو وہاں باعزت پہنچو گے۔

* حضرت شرحبیل بن حسن نے مصر کے قلعہ کی دیوار کی طرف لا الہ الا اللہ پڑھتے ہوئے اشارہ کیا تو دیوار گر گئی، اگر ہم بھی اسی جذبے سے پڑھیں تو کفر و معصیت کی دیوار گر جائے گی۔

* بروزِ قیامت ننانوے دفتر والے گنہگار کی مغفرت، اس کلمہ سے ہو جائے گی، کیوں کہ لا کی تلوار نے سب کو فنا کر دیا، خواجہ صاحب کا شعر کتنا برمحل ہے:

تیغ لا سے قتل غیر حق ہوا — پھر دیکھیے بعد اس کے کیا بچا
باقی رہا اللہ باقی سب فنا — مرحبا اے عشق تجھ کو مرحبا

لفظ اللہ کے معارف

لفظِ اللہ کا ورد بھی عظمت وجلال اور شان کبریائی کے استحضار کے ساتھ اگر کریں، تو اس کی برکت دوچند ہو جاتی ہے، اور ذاتِ باری کے انوارات اس کے قلب میں اترنے لگتے ہیں۔

* لفظِ اللہ ایک ایسا عظیم نام ہے، جس کی حفاظت تکوینی طور پر ہوئی ہے کہ جب سے دنیا قائم ہوئی، تب سے لے کر اب تک کسی نے بھی کسی انسان یا کسی اور مخلوق کا نام اللہ نہیں رکھا، اللہ نے اپنے نام کو اس طرح محفوظ رکھا کہ دشمنان دین بھی یہ نام رکھنے پر قدرتی طور پر قادر نہ ہو سکے۔

* لفظِ اللہ ذاتِ باری کو کس قدر پسند ہے کہ اس نام کو قرآن کریم میں ۲۶۹۸ دفعہ ذکر فرمایا ہے، جب کہ ایک شمار کے مطابق قرآن کی آیات ۶۶۶۶ ہیں، اس اعتبار سے اگر اوسط نکالیں تو ہر دو تین آیت کے بعد آپ کو لفظِ اللہ نظر آجائے گا۔

* لفظِ اللہ ایسے حروف سے مرکب ہے، کہ اس کی ادائیگی میں ہونٹ بھی نہیں ہلتے، لہٰذا اگر کوئی شخص محفل میں ہوتے ہوئے بھی اسمِ ذات کا ورد کرتا رہے، تو کسی کو پتہ بھی نہ چلے۔

* لفظِ اللہ میں ایسے حروف ہیں کہ جن کی ادائیگی نہایت ہی آسان ہے، چھوٹے بچے

بھی بآسانی ادا کر لیتے ہیں۔

* لفظِ اللہ ایک ایسا لفظ ہے کہ بہت سے مقام پر ابتدا بھی اللہ سے، اور انتہا بھی اللہ سے، چنانچہ اذان کے شروع میں اللہ اور اخیر میں اللہ، نماز کی ابتدا میں اللہ، اور نماز کی انتہا میں اللہ، بچے کے کان میں ابتدا اللہ سے، اور اس کی نمازِ جنازہ میں انتہا اللہ سے۔

* لفظِ اللہ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ لفظِ اللہ ایک ایسا لفظ ہے جو مضاف نہیں ہوسکتا، یعنی اس کی اضافت کسی دوسرے اسم کی طرف نہیں ہوسکتی، کیوں کہ مضاف ہونا ایک نقص کی دلیل ہے، ہاں مضاف الیہ ہوسکتا ہے، جیسے: کتاب اللہ، عبداللہ وغیرہ۔

* لفظِ اللہ ایک ایسا لفظ ہے کہ حروفِ نداء اگرچہ پانچ ہیں، مگر ان میں سے صرف ''یا'' حرفِ نداء ہی لفظِ اللہ پر آسکتا ہے، دوسرے حروفِ نداء کے ذریعے اللہ کو منادی نہیں بنا سکتے ،اس کی وجہ:

● یا حرفِ نداء قریب اور دور دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے، اور اللہ کی ذات انسانوں سے قریب بھی ہے، اور عظمت وجلال کی وجہ سے بندے سے دور بھی ہے۔

● قرآن کریم میں جتنے بھی منادی ہیں وہ سب ''یا'' کے ساتھ ہیں، گویا تمام حروف میں نداء افضل ہے، اور لفظِ اللہ بھی افضل، تو الافضل فالافضل کا خیال کرتے ہوئے اسی کو خاص کیا گیا

● یا حرفِ نداء کے تلفظ میں آسانی ہے، تاکہ اللہ کو بکثرت پکارنے میں آسانی رہے۔

● تمام حروفِ نداء میں حرفِ نداء کا حذف کرنا بھی جائز ہے، گویا کبھی ظاہراً محذوف ومستور ہوتا ہے، لیکن معناً ملحوظ ہوتا ہے، اور چوں کہ اللہ کی ذات ظاہر بھی ہے اور باطن بھی، اس مناسبت سے یا کا استعمال زیادہ بہتر ہوا۔

خلاصہ یہ کہ جب بھی لا الہ الا اللہ یا صرف اللہ، اللہ کا ذکر کریں تو ان معارف کو پیشِ نظر رکھیں، اس سے ذکر میں دلجمعی، یکسوئی پیدا ہوگی، اور قلب میں نشاط وانشراح آئے گا۔

مجلس《۱۲》

دوامِ ذکر

الحمد للہ و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد۔

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیٰماً وَّقُعُوْداً وَّعَلٰی جُنُوْبِھِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ ھٰذَا بَاطِلاً سُبْحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ (سورۃ آل عمران: ۱۹۱)۔ صدق اللہ العظیم۔ سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون و سلام علی المرسلین و الحمد للہ رب العالمین۔

اللھم صل علی سیدنا محمد و علی آل سیدنا محمد و بارک و سلم۔

ابتدا بھی ذکر اور انتہا بھی ذکر

سید کائنات، فخر موجودات، محبوب دوجہاں، نبی کریم ﷺ کی ابتدا بھی ذکر کے ساتھ ہوئی اور آپ کی انتہا بھی ذکر کے ساتھ ہوئی، چنانچہ جس وقت آپ کی ولادت شریفہ ہوئی اس وقت بھی زبان مبارک سے سب سے پہلے جو پرنور کلام نکلا وہ یہ تھا: ’’اللہ اکبر کبیرا والحمد للہ کثیرا و سبحان اللہ بکرۃ و اصیلا‘‘ گویا آپ کی ابتداء ذکر کے نور سے روشن ہوئی اور جس وقت آپ کی وفات کا وقت آیا اس وقت آخری جو جملہ نکلا وہ: ’’اللھم بالرفیق الاعلی‘‘ تھا گویا آپ کی رحلت بھی پیارے اللہ کی یاد پہ ہوئی۔ (مدارج النبوۃ: ۲/ ۳۲)

محبوب خدا ہر دم ذکر میں

جب ابتدا اور انتہا دونوں ذکر کے ساتھ تھی تو پھر پوری حیات طیبہ میں آپ ﷺ کس قدر ذکر کرتے ہوں گے، آپ کا قلب اور آپ کی زبان اطہر کس قدر ذکر میں مشغول رہا کرتی ہوگی اس کا اندازہ حضرت عائشہؓ کی حدیث سے ہوتا ہے، حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں: ’’کَانَ النَّبِیُّ

ﷺ "یذکر اللہ علی کل احیانہ" (ترمذی ۲/ ۱۷۲) یعنی آپ ﷺ ہر وقت اللہ رب العزت کا ذکر کیا کرتے تھے، آپ کا یہ ذکر خواہ ذکر لسانی ہو یا ذکر قلبی، بہرصورت آپ کی یہ صفت مبارکہ دائمی تھی، گویا ٦٣ رسالہ زندگی ذکر خداوندی، اور یاد باری کے ساتھ ساتھ گزری۔

یہاں یہ سوال ہوسکتا ہے کہ ہر دم ذکر کیسے ممکن ہے؟ جبکہ آپ ﷺ کھانا بھی تناول فرماتے، طبعی حاجات بھی پوری فرماتے، حضرات صحابہ سے گفتگو بھی فرماتے، مہمان نوازی بھی کرتے، اہل خانہ، اقرباء اور احباب کے ساتھ بھی وقت گزارتے، حضرات صحابہؓ کو دین کے تقاضوں پر روانہ بھی کرتے، رشد و ہدایت کا سلسلہ بھی رہتا تو پھر ہر دم ذکر کرتے رہنا کیسے ہوسکتا ہے؟ عارفین نے اس کا حل فرمایا کہ ذکر کی دو قسمیں ہیں، ایک کو ذکر قلبی اور دوسرے کو ذکر لسانی کہتے ہیں، آپ کے ذکر کے بھی دو انداز تھے، کبھی تو زبان سے ذکر کرتے اور اکثر دل سے ذکر کرتے، بلکہ آپ کا دل ہر دم ذاکر رہتا، "وَاذْكُرْ رَبَّكَ فِي نَفْسِكَ" کا مصداق رہتا، اسی لحاظ سے حضرت عائشہؓ نے آپ کی یہ کیفیت بیان فرمائی۔

ذکر قلبی کی عجیب شانِ نرالی

قلبی ذکر کی شان یہ ہے کہ انسان زبان سے چاہے کچھ بول رہا ہو، آنکھ سے کچھ دیکھ رہا ہو، ہاتھ سے کچھ کر رہا ہو، مگر دل اپنے محبوب کی یاد میں مشغول رہتا ہے، گویا اس شعر کا مصداق رہتا ہے.

ہم تم ہی بس آگاہ ہیں اس ربط خفی سے
معلوم کسی اور کو یہ راز نہیں ہے

تم سا کوئی ہم دم کوئی ہم ساز نہیں ہے
باتیں تو ہیں ہر دم مگر آواز نہیں ہے

یہی کیفیت، یہی انداز یہی حال قلب اطہر کا تھا، آپ کی برکت، آپ کے طفیل اور آپ کے صدقہ آپ کے ہر اس امتی کو بھی یہ دولت نصیب ہوتی ہے،

یادِ الٰہی وٹامن کی طرح

خدا کی یاد، حمد و ثنا اور ذکر و تسبیح کو سمجھنا چاہیں، تو کہہ سکتے ہیں کہ ذکر و تسبیح وٹامن کی طرح

،مراقبہ اینٹی بائیوٹک کی طرح ،اور یادِالٰہی وِنڈو کی طرح ہے کہ جب بندہ فکر وطلب اور محنت ومجاہدہ میں لگا رہتا ہے،تو اس کے قلب کو یادِالٰہی کی دولت نصیب ہوتی ہے، جو وِنڈو کی طرح ہوتی ہے، کچھ بھی کرتے رہو، دل کا یہ پروگرام چلتا رہتا ہے،اور دل اللہ، اللہ کرتا رہتا ہے۔

ذکرِ قلبی بسترِ مرگ پر بھی

جب سالک کو ذکر قلبی کی دولت نصیب ہوتی ہے،تو اسے وہ ایک انمول نعمت نظر آتی ہے، لوگوں میں ہونے، یا جسمانی تکلیف کی بنا پر، زبان سے ذکر نہیں کر پاتا تو اس کو حسرت نہیں ہوتی کیوں کہ وہ ذکر قلبی میں مشغول ہوجاتا ہے،اور یوں خاموش نظر آتا ہے،مگر یادِالٰہی میں مشغول رہتا ہے۔

حضرت مولانا غلام حبیب نقشبندیؒ فرمایا کرتے تھے: ذکر قلبی جس کو ذکر وحی کہا جاتا ہے، اس کا درجہ ذکر لسانی سے بالاتر ہے، کیونکہ جس کا دل جاری ہو گیا، مرتے دم تک بلکہ بسا اوقات موت کے بعد بھی وہ ذکر جاری وساری رہتا ہے،مگر ذکر لسانی ہمیشہ کے لئے نہیں رہتا، کیونکہ زبان پر اگر فالج لگ گیا تو زبان ذکر کرنے سے بند ہوجاتی ہے۔ (مجالس حبیب:۱/۲۱۱)

ذکرِ قلبی .I.C.U میں بھی

بسا اوقات انسان کبھی ایسے مرض میں مبتلا ہوجاتا ہے کہ زبان کو حرکت دینا بھی مشکل ہوتا ہے، ایسی صورت میں ذکر قلبی، یادِالٰہی میں ہی مشغول رہ سکتا ہے، اس کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں رہتا، چنانچہ میرے ایک بہت ہی عزیز، محب ومخلص مرحوم جناب ماسٹر سلیم صاحب تھے، ایک دفعہ ان کو بہت ہی سنگین ہارٹ اٹیک ہوا، ہوسپیٹل میں داخل ہوئے، جب شفایاب ہوئے،تو اس عاجز سے کہنے لگے کہ ایک تجربہ کی بات عرض کرنے آیا ہوں جسے آپ اپنے لوگوں کو سنائیں۔

جب میں ہاسپیٹل میں تھا، اور ہر طرف سے مشینیں لگی تھیں، ناک، منہ اور سینہ پر وائر لگے تھے، اس وقت مجھے آپ کی مجلس یاد آئی کہ آپ مجلس میں دل سے ذکر کرنے کی جو مشق کراتے ہیں، وہ بہت ضروری اور اہم ہے، کیونکہ اس وقت مجھے دل کے سوا اپنی زبان سے ذکر

کرنے کا کوئی چارہ نہ تھا، زبان ہلانا بھی مشکل تھا، دل سے ہی ذکر کرسکتا تھا، تو خیال آیا کہ قلبی ذکر ضرور سیکھنا چاہئے، کیوں کہ آخری لمحے میں یا شدید بیماری کے دوران یا زبان پر فالج کا اثر ہو تو یہی طریقہ کارآمد ہوسکتا ہے، چنانچہ میرے لیئے بھی یہی ممکن تھا۔

حضرت ابوہریرہ ؓ اور دوام ذکر

حضرت ابوہریرہ ؓ کی شان کس قدر بلند ہے! ایک طرف محدثانہ شان بھی ہے، عابدانہ اور زاہدانہ انداز بھی ہے، اور کبھی گورنری کا تاج بھی ہے، پھر بھی اللہ کی یاد اور ذکر سے غفلت ونسیان برداشت نہیں، ہمیشہ تسبیح وتہلیل میں مشغول رہا کرتے، چنانچہ ایک تھیلی بنا رکھی تھی جس میں کچھ کنکریاں رہتیں جن پر تسبیح پڑھتے رہتے، اور تھیلی سے نکال کر باہر رکھتے جاتے، جب تھیلی خالی ہوجاتی تو باندی کو فرماتے کہ اسے اندر رکھو، وہ اندر رکھ دیتی، یہ اس لئے کہ ایک خاص مقدار میں تسبیح وتہلیل کا معمول باقی رہے، اس سے پتہ چلا کہ سالکین وذاکرین کو ذکر و تسبیح اور درود پاک وغیرہ کی ایک مقدار طے کرلینی چاہئے، اور یہ عزم رکھنا چاہئے کہ اس مقدار کو ہمیں ضرور پوری کرنی ہے۔ (فضائل ذکر: ۱۶۴)

دوام ذکر پر فرشتوں کی دعائے رحمت

حضرت ابوامامہ ؓ مشہور صحابی ہیں، اکثر وبیشتر ذکرخدا اور یاد باری میں رہا کرتے تھے، ان کا محبوب ترین معمول چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے، آتے جاتے ذکر خدا تھا، اور فرشتوں کو کثرت ذکر بہت پسند بھی ہے، چنانچہ ایک شخص آپ ؓ کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا کہ میں نے خواب کی حالت میں دیکھا ہے کہ جب کبھی آپ ؓ اندر جاتے یا باہر آتے یا کھڑے ہوتے یا بیٹھے ہوتے ہیں تو فرشتے آپ کے لئے دعا کرتے ہیں، آخر آپ کی کیا خصوصیت ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ اگر تمہارا دل چاہے تو تمہارے لئے بھی دعا کرسکتے ہیں، اس کے بعد اس کو یہ آیت ”یَاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا“ (احزاب: ۴۱) سنا کر یہ اشارہ دیا کہ اللہ کی رحمت اور فرشتوں کی دعا تمہارے ذکر پر مبنی ہے، جتنا کروگے اتنا ہی ادھر سے ملے گا۔ (فضائل ذکر: ۳۶)

ذکر خفی اور ذکر خامل کی شان

اللہ کی محبت اور اللہ سے ربط و تعلق قوی اور مضبوط بنانے کا کامیاب راستہ کثرت سے ذکر الٰہی ہے، خواہ زبان سے ہو یا قلب سے، تاہم اگر محنت و مجاہدہ اور شوق و تمنا کے ساتھ براہ راست دل کو ہی ذاکر بنالیں اور دل یادِ الٰہی میں لگا رہے، دل سے اللہ اللہ کی آواز نکلتی رہے، تو دل بہت جلد روشن و منور ہوجاتا ہے، انوارات کی بارش اور تجلیات کا نزول ہونے لگتا ہے، حدیث پاک میں ہے: نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کو ذکرِ خامل سے یاد کیا کرو، کسی نے پوچھا: ذکر خامل کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مخفی ذکر۔

ایک پر ستّر پایئے

آج دنیا میں انسان کتنے ہی ٹوٹے پھوٹے مکان کو مرمت (repair) کر کے خوبصورت خوشنما بنا دیتا ہے، کتنے ہی جنگل جھاڑی دار، کانٹے دار جگہ کو صاف کر کے مہکتے پھولوں کا گلشن بنا دیتا ہے، کتنی ہی گندگی اور بدبودار جگہ کو خوبصورت گارڈن بنا دیتا ہے، کیا ہم اور آپ دل پر تھوڑی سی محنت کر کے دل کو اللہ اللہ کہنے والا نہیں بنا سکتے؟ یقیناً بنا سکتے ہیں تو عزم و حوصلہ بڑھایئے! شوق و ولولہ بڑھایئے! پھر ایک پر ستّر پایئے، دل ایک بار اللہ کہے گا، زبان کے ستّر بار کہنے سے بہتر ہوگا۔ چنانچہ حدیث کی مشہور کتاب بیہقی میں ہے کہ جس ذکر کو فرشتے بھی نہ سن سکیں وہ اس ذکر پر جس کو وہ سنیں ستّر درجے بڑھا ہوا ہے۔ اسی بنا پر کسی بندۂ خدا نے کہا ؎

میان عاشق و معشوق رمزے ست ۔۔۔ کراماً کاتبین را ہم خبر نیست

ذکر قلبی والے ارب پتی کی طرح

جس شخص کو ذکر قلبی اور ذکر خفی کی دولت نصیب ہوجاتی ہے، وہ عرب پتی کی طرح ہے، جس طرح ذکر قلبی، بیٹھے بیٹھے، چلتے پھرتے، ہر گھڑی، ہر آن کیا جا سکتا ہے، اور تجارت، خرید

وفروخت، لین دین کرتے ہوئے بھی یادِ الٰہی میں رہا جا سکتا ہے، اس کے برعکس زبان سے دو کام نہیں ہو سکتے، یا تو گاہک سے گفتگو کرے گا یا اللہ کا ذکر کرے گا۔

پوری رات ذکر کا چسکا

حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ (۹۴۵ھ/ ۱۵۳۰ء) کو، ذکر کی ایسی لذت ملنے لگی تھی کہ پوری پوری رات ذکر میں مشغول رہتے، رات گزرنے کا خیال تک نہ رہتا، صبح ہو جاتی، مگر پتہ نہ چلتا، ذکر کا اس قدر غلبہ ہو گیا تھا کہ خود ان کے صاحبزادے آتے تو ان کا نام دریافت کرتے کہ کون ہو تم؟ وہ نام بتلاتے پھر اس کے بعد کچھ نہ پوچھتے، اور ذکر میں مستغرق ہو جاتے۔ (ارشادات حضرت گنگوہیؒ: ۷۰)

ہاتھ میں تسبیح کے دانے بھی رکھئے

جنہیں ذکر کا چسکا لگ جاتا ہے، انہیں یادِ دلبر کو بھلانا گوارا نہیں ہوتا، ان کا دل محبوب کی یاد میں محو ہوتا ہے، تاہم دنیا کے کام کاج، احباب کی ملاقات، اولاد کی شفقت و محبت یاد سے تادیر غافل نہ کر دے، اس کے لئے اہل ذکر ہاتھ میں تسبیح بھی رکھا کرتے ہیں، اور رکھنا بھی چاہئے۔

حضرت جنید بغدادیؒ (۲۹۷ھ/ ۹۱۰ء) سے ان کے مرید نے پوچھا کہ آپ کے ہاتھ میں یہ تسبیح کے دانے کیوں؟ جبکہ آپ کا مقام کتنا بلند و بالا ہو چکا ہے، انہوں نے فرمایا کہ میں نے بھی اپنے شیخ سری سقطی کے ہاتھ میں تسبیح دیکھی، تو ان سے بھی یہی سوال کیا جو تم نے مجھ سے کیا، انہوں نے بھی یہی جواب دیا کہ میں نے اپنے شیخ معروف کرخیؒ کے ہاتھ میں تسبیح دیکھی، تو تعجب سے ان کو بھی یہی کہا کہ اس مقام و مرتبہ کے باوجود پھر بھی ہاتھ میں تسبیح کے دانے؟ انہوں نے کہا میں نے بھی اپنے شیخ حضرت بشر حافیؒ کے ہاتھ میں تسبیح دیکھی، جب بشر حافی سے یہی سوال ہوا، تو بشر حافیؒ نے بھی یہی فرمایا کہ میں نے جب حضرت عمر مکیؒ کے ہاتھ میں تسبیح دیکھی تو حیرت سے پوچھا کہ آپ کے ہاتھ میں تسبیح کے دانے؟ انہوں نے بھی یہی کہا کہ میں نے بھی اپنے شیخ حضرت حسن بصریؒ

کے ہاتھ میں جب تسبیح دیکھی تو ان سے پوچھا انہوں نے فرمایا کہ ہم نے تصوف کی ابتداء میں اسی سے کام لیا، اور اسی سے ترقی ملی تو اب یہ گوارہ نہیں کہ اس کو چھوڑ دوں، میں چاہتا ہوں کہ دل سے بھی، زبان سے بھی اور ہاتھ سے بھی ہر طرح سے اللہ کا ذکر کروں۔ (فضائل اعمال:۱۶۵)

اس سے پتہ چلا کہ تسبیح کے دانے مذکرہ ہیں، انسان کو اللہ کی یاد دلاتے اور شوق کو بڑھاتے ہیں، اس راہ میں بنیادی چیز ہے شوق و رغبت کا ہونا، اور اپنے اللہ کو والہانہ انداز میں یاد کرنا!

ایک سبحان اللہ تخت سلیمانی سے بہتر

ذکر قلبی کے اہتمام کے ساتھ ساتھ، ذکر لسانی بھی کرتے رہنا چاہئے، ایسا نہیں ہے کہ پھر زبانی ذکر بالکل نہ کیا جائے، یہ ایک بہت بڑی غلط فہمی ہوگی کہ زبان سے ذکر ہی نہ کرے، کیونکہ بہت ساری دعائیں، ادعیۂ ماثورہ، اذکار یہ زبان سے متعلق ہیں، اور زبانی ذکر کے بھی فضائل و مناقب، فوائد و ثمرات اپنی جگہ مسلم ہیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام ایک دفعہ، شاہانہ لشکر کے ساتھ، تخت سلیمانی پر سفر کر رہے تھے، کسی گھاٹی میں ایک نوجوان اللہ کے ذکر و تسبیح میں بیٹھا ہوا تھا، جب اس نے آپؑ کے شاہانہ تخت و تاج، لاؤ لشکر کو دیکھا تو کہنے لگا: کیا ہی عمدہ اور خوشنما حکومت ہے!! حضرت سلیمان علیہ السلام نے، اس سے فرمایا کہ تم جو ایک مرتبہ سبحان اللہ کہتے ہو، یہ پوری دنیا کی حکومت سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔ (روض والریاحین:۱۲۰)

ذکر میں کثرت بھی اور تسلسل بھی

کسی بھی اہم چیز کے نافع بلکہ انفع ہونے کے لئے کچھ نہ کچھ آداب و شرائط ہوا کرتے ہیں، ان کو ملحوظ رکھا جائے تو فوائد بدرجۂ اتم حاصل ہوتے ہیں۔

میرے شیخ اوّل عارف باللہ محی السنۃ حضرت مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئیؒ (۱۴۲۶ھ/ ۲۰۰۵ء) فرمایا کرتے تھے: ذکر کا نفع جب ہوتا ہے کہ کثیر بھی ہو، اور تسلسل بھی ہو، جیسے پیاس لگی ہو اور کوئی ایک چمچہ پانی پلا دے تو کیا پیاس سے تسکین ہوگی؟ اسی طرح اگر ایک مرتبہ خوب سیر ہو کر پلا دے، اور پھر پانی نہ پلائے تو کیا وہ عمر بھر کے لئے کافی ہے؟ پس! معلوم ہوا کہ ذکر کثیر ہو، اور اس کا تسلسل بھی ہو، اور ذکر کی تعداد کسی اہل اللہ سے یعنی اپنے دینی مرشد سے تجویز کر کے متعین کرنی چاہئے۔ (مجالس ابرار بحوالہ انمول موتی: ۶/ ۲۷)

بے توجہی سے ذکر نہ کریں

غفلت، بے توجہی، لاپرواہی، یہ سب ملتے جلتے لفظ ہیں، توجہ اور یاد کی ضد ہیں، جس طرح یاد کا تعلق قلب سے ہے، غفلت کا تعلق بھی قلب سے ہی ہے، تو غفلت کو دور کرنے کا مطلب ہی یہ نکلا کہ دل میں یاد رہے، اگر یاد نہیں تو غفلت ہے جو نہایت سنگین پوائیزن کی طرح ہے، جس سے روحانی کمزوری ہوتی ہے، اور اعمال ترک ہونے لگتے ہیں، لیکن اگر کوئی انسان اپنے آپ کو غفلت سے بچائے اور غفلت کے ماحول میں اللہ کا ذکر کرے تو اللہ کو وہ ذکر کتنا پسند ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ ”ذِکْرُ اللّٰہِ فِی الْغَافِلِیْنَ کَالشَّجَرِ الْخَضْرَاءِ فِیْ وَسْطِ الْھَشِیْمِ“ غافلوں کے درمیان ذکر کرنے والا ایسا ہے جیسے سوکھے ہوئے درختوں کے درمیان سرسبز شاداب درخت، لہٰذا اگر دل کی شادابی چاہئے روح کی تازگی چاہئے، ذہن و دماغ کی روشنی چاہئے تو پھر غفلت بھرے ماحول میں بھی ذکر کا فائدہ اٹھایئے، اللہ رب العزت ہمیں توفیق عطا فرمائے۔۔

مجلس《۱۳》

ذکر اور مجاہدے

الحمد للہ و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد۔

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم، بسم اللہ الرحمن الرحیم، اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْھِمْ آیَاتُہٗ زَادَتْھُمْ اِیْمَاناً وَعَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ (انفال: ۲) وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا۔ سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون و سلام علی المرسلین و الحمد للہ رب العالمین۔

اللھم صل علی سیدنا محمد و علی آل سیدنا محمد و بارک و سلم۔

اللہ کا ذکر معیت الٰہی ، رحمت ربانی ،نسبت خداوندی، رقت قلبی، تجلیات ربانی ،اور انوارات رحمانی کا ذریعہ ہے،ان احوال و کیفیات کے جلد حاصل ہونے اور زیادہ سے زیادہ فیض یاب ہونے میں محنت ومجاہدہ مداومت و پابندی کثرت ذکر پر استقامت لازم اور ضروری ہے، نیز اللہ رب العزت کا نام جس قدر تعظیم وتکریم ،عظمت وتقدیس اور ادب واحترام کے ساتھ لینگے اس سے بہت جلد فیضان ہوگا ، بشر حافیؒ بے پناہ عظمت باری کی بنا پر ایک لمحے میں ولایت کے مقام تک پہنچ گئے، امام سیبویہ (۱۸۰ھ) نحوی کی مغفرت صرف اس بات پر ہوگئی کہ دنیا میں صرف اور صرف اللہ ہی ایک ایسا لفظ ہے جو سب سے زیادہ اعرف اور اعلم ہے، اس کے مقابلے میں کوئی بھی اعرف اور اعلم ہو ہی نہیں سکتا، اللہ کے نام کے ساتھ تعظیم وتکریم کا یہ انداز اتنا پسند آیا کہ اسی پر ان کی مغفرت ہوگئی۔ (اسعاد القاری)

ذکر کا فائدہ: معیت الٰہی

اللہ کی معیت اور اللہ کے ساتھ ہونے کا خیال ودھیان ذکرِ کثیر سے حاصل ہوتا ہے، یہ

اللہ کی بڑی نعمت ودولت ہے،اس سے عبادتوں میں روح پیدا ہوتی ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''انا مع عبدی اذا ذکرنی وتحرکت بی شفتاہ'' کہ جس وقت میرا بندہ ذکر کرتا ہے اور میری یاد میں اس کے ہونٹ حرکت کرتے ہیں تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ (ابن حبان:۸۱۵)

اللہ پاک کی معیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی رضا ،اللہ کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے،اور اسکا یہ عمل عند اللہ مقبول ہے،معیت کا ایک دوسرا مطلب یہ ہے کہ کوئی بھی چیز کسی وقت اللہ کی نظر سے دور نہیں، بلکہ اللہ کی نگاہ ہر چیز کو محیط ہے،اور ہر جگہ اور ہر وقت وہ علیم وخبیر ہے۔

گویا اس حدیث قدسی میں جس معیت کا ذکر ہے کہ میں بندہ کے ساتھ ہوتا ہوں،اس سے مراد اللہ کی رضا ہے کہ جب میرا بندہ میری رضا کے لئے ذکر کرتا ہے تو اس کو میرے قرب ورضا کی دولت حاصل ہوتی ہے،اور جو نعمت چاہتا ہے اسے وہ نعمت مل جاتی ہے۔

انابت الی اللہ کے فائدے

رب کریم کی عبادت واطاعت جس شکل میں ہو،نیکی اور خیر کے کام جس راہ سے ہو اس کا مقصد رجوع الی اللہ، انابت الی اللہ اور ذات خدا سے ربط وتعلق کی کیفیت پیدا کرنی ہے، جبکہ انابت کی کیفیت کے لئے ذکرِ کثیر بہت ہی زیادہ موثر ہے، چنانچہ ذکر کرتے کرتے انابت الی اللہ کی کیفیت حاصل ہوجاتی ہے،جس سے چند اہم فوائد حاصل ہوتے ہیں، حضرت اقدس مولانا غلام حبیب نقشبندی مجددیؒ فرمایا کرتے تھے:

ذکر کثیر سے جو انابت حاصل ہوتی ہے،اس سے مصیبت وآفت ٹلتی ہے،اطمینانِ قلب کی دولت نصیب ہوتی ہے، ارشاد ربانی ہے: ''وَ اَنِیۡبُوۡۤا اِلٰی رَبِّکُمۡ وَ اَسۡلِمُوۡا لَہٗ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ یَّاۡتِیَکُمُ الۡعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنۡصَرُوۡنَ'' (زمر:۵۴) پھر بڑے عجیب انداز میں فرماتے، کہ جس قوم میں اطاعت وفرمابرداری نہ ہو، انابت الی اللہ نہ ہو تو اس کا معاملہ سنگین ہوسکتا ہے۔ ''وَاِنۡ یَّشَاۡ یُذۡہِبۡکُمۡ اَیُّہَا النَّاسُ

وَیَأْتِ بِاٰخَرِیْنَ وَکَانَ اللّٰہُ عَلٰی ذٰلِکَ قَدِیْراً" [نساء:۱۳۳]۔ (مجالس حبیب:۱؍۲۰۲)

انابت کا ایک اہم فائدہ یہ بھی ہے کہ عبادت کا انداز بہتر ہوجاتا ہے، ہر عمل میں حسن آجاتا ہے، خشوع وخضوع کی کیفیت پیدا ہوتی ہے، اور گناہوں سے نفرت، بلکہ گناہ کو دیکھنے سے بھی شرم وحیاء محسوس کرنے لگتا ہے۔

ذکر کا فائدہ: نسبت مع اللہ

ذکر کے دو اہم فائدے ہیں: ایک فائدہ تو آخرت میں پورے طور پر ظاہر ہوگا اور وہ ہے رضائے خداوندی۔ اور ایک فائدہ نسبت مع اللہ کا حاصل ہونا، اس نسبت سے عبادات واطاعت میں سہولت ہوتی ہے۔ پھر یہ نسبت کبھی اچانک ظاہر ہوتی ہے، اسی بنا پر بعض مشائخ فرماتے ہیں کہ کبھی کبھی خدا کا نام اس طرح نکل جاتا ہے کہ سالک کو واصل کردیتا ہے،

حضرت امداد اللہ مہاجر مکیؒ (۱۳۱۷ھ) فرمایا کرتے تھے، کہ دیکھو! اگرچہ پیٹ آخری لقمہ سے بھرتا ہے، لیکن پیٹ بھرنے میں پہلے لقمہ کو اتنا ہی دخل ہے جتنا آخری لقمہ کو، اسی طرح وصلِ الٰہی (اللہ تک پہنچنا) اگرچہ آخر میں ایک دفعہ اللہ کے نام سے ہوتا ہے، لیکن اس میں پہلی مرتبہ اللہ کہنے اور ذکر وشغل کرنے کو بھی دخل ہے، اس لئے جتنا ہوسکے ذکر کرتے رہنا چاہئے، اپنے حق میں بے فائدہ نہ سمجھے، کہ مجھے تو فائدہ نہیں ہورہا ہے، مایوس نہ ہونا چاہئے، بلکہ ذکر کرتے رہنا چاہئے، ایک نہ ایک دن اللہ کی طرف سے نسبت عنایت ہوجاتی ہے۔ (تہذیب الاخلاق بحوالہ اپنی اصلاح کا مکمل نصاب)

ذکر میں جذب وکیف کا اثر

اللہ سے ربط وتعلق، اور قرب ووصل میں، ذکر کے خاص انداز کو، بڑا دخل ہے، ذاکر کا انداز اگر جذب وکیف والا ہو، والہانہ انداز ہو، تو بہت جلد انسان منزل تک پہنچ جاتا ہے، اور اسے ذکر کی لذت وحلاوت، کچھ اس قسم کی ملنے لگتی ہے کہ بس اس کا جی چاہتا ہے، کہ یادِ محبوب

میں مست بیٹھا رہوں۔ خواجہ عزیز الحسنؒ جو بہت ہی زیادہ پُرکیف، پرسوز اور معنی خیز اشعار کہا کرتے تھے، وہ فرماتے ہیں ؂

تمنا ہے کہ اب کوئی جگہ ایسی کہیں ہوتی اکیلے بیٹھے ہوتے، یاد ان کی دل نشیں ہوتی

ذکر میرا مجھ سے بہتر ہے

انسان فرش پہ ذکر کرتا ہے عرش پہ اس کا تذکرہ ہوتا ہے، انسانوں میں رہ کر ذکر کرتا ہے فرشتوں میں اس کا ذکر خیر ہوتا ہے، یہ کتنی بڑی سعادت ہے! اسی بنا پر کہا جاتا ہے کہ ؂

ذکر میرا مجھ سے بہتر ہے کہ اس محفل میں ہو

میرے مرشد اوّل حضرت محی السنۃؒ (۱۴۲۶ھ/ ۲۰۰۵ء) فرمایا کرتے تھے کہ جب کسی بڑے عہدے دار کے پاس کسی کا ذکر ہو جائے اور پتہ چلے کہ وہ اس کی تعریف کر رہے تھے تو اس انسان کو خوشی بھی ہوگی اور اس سے ملنے کا جی بھی چاہے گا، اسی طرح اندازہ لگاؤ کہ کسی کا تذکرہ اللہ تعالی کے یہاں ہو جائے وہ بھی فرشتوں کی محفل میں، تو اس کے لئے کتنی خوشی اور فرحت کی بات ہے! چنانچہ قرآن کریم میں فرمایا گیا: ''فَاذْكُرُوْنِیْ اَذْكُرْكُمْ''۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جو لوگ سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ، پڑھتے ہیں، تو یہ کلمات عرش کے چاروں طرف گشت لگاتے ہیں، ان سے ہلکی سی بھنبھناہٹ کی آواز ہوتی ہے، اور اپنے پڑھنے والوں کا تذکرہ کرتے ہیں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ کوئی تمہارا تذکرہ کرنے والا اللہ کے پاس موجود ہو جو تمہارا ذکر خیر کرتا رہے۔ (فضائل اعمال بحوالہ مسند احمد: ۴۶۲)

جب ذکر کی مجلس میسر ہو تو اس کو بہت زیادہ غنیمت سمجھنا چاہئے، دنیوی وساوس و خیالات کی وجہ سے مجلس ذکر سے اعراض نہ کرنا چاہئے، بلکہ اس میں شریک ہو کر پوری دلچسپی کے ساتھ فائدہ اٹھانا چاہئے۔

بغیر محنت ومجاہدہ اور جفاکشی یہ دولت نہیں ملتی

معیت الٰہی ہو یا نسبت الی اللہ، یا انابت الٰہی یہ وہ دولت ہے جو انسان کو مقام قرب

تک پہنچاتی ہے، اور وصل الٰہی کا درجہ حاصل کراتی ہے، مگر دستور خدا ہے کہ جو نعمت بڑی ہوتی ہے وہ عام طور پر راحت و سہولت اور آرام طلبی سے نہیں ملتی بلکہ جگر کو پاش پاش کرنا پڑتا ہے، جذبات کو قربان کرنا پڑتا ہے، رات و دن محنت ومجاہدہ کرنا پڑتا ہے، اور ہر صبح وشام دامن پھیلانا پڑتا ہے، تب جا کر یہ دولت ہاتھ آتی ہے، اپنے اکابر کی زندگی کو دیکھئے کہ کس طرح انہوں نے اس دولت کو پانے کے لئے اپنے آپ کو کھپایا اور دور دراز کا سفر تک کیا،

یادِ خدا میں خضر کی ملاقات بھی گوارا نہیں

اللہ کا وصل وقرب حاصل ہونے کے بعد خلوت ویکسوئی، جلوت وانجمن کا لطف ہی کچھ اور ہوتا ہے، بلا ضرورت مخلوق سے زیادہ ربط وتعلق گوارہ نہیں ہوتا، بلکہ وہ تو ذاتِ خدا سے انس و ہم نشینی کی لذت میں مست رہتا ہے، حضرت خضر علیہ السلام، حضرت ابراہیم ادہمؒ (۱۴۰ھ/ ۷۶۸ء) کی ملاقات کے لئے تشریف لے گئے، سلام ومصافحہ کے بعد، حضرت ابراہیم ذکر میں مشغول ہو گئے، حضرت خضر کو بڑا تعجب ہوا کہ یہ تو بڑے ہی بے فکر آدمی ہیں؟ ان سے کہہ بھی دیا کہ تم تو، بڑے ہی بے طلب معلوم ہوتے ہو؟ لوگ تو برسوں سے مجھے ملنے کی تمنا کرتے ہیں، لیکن ان کو ملنا نصیب نہیں ہوتا، تم سے میں خود ملنے آیا، لیکن تم نے میری طرف توجہ نہ کی؟ حضرت ابراہیم ادہمؒ نے فرمایا کہ جسے خدا سے ملنے سے فرصت ہو وہ آپ سے ملنے کی تمنا کیا کرے۔

ذکرِ خدا میں محدث سے ملنا گوارا نہیں

حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ (۱۲۴۰ھ/ ۱۸۲۴ء) کی خدمت میں ملک شام کے علاقہ گرد سے علامہ خالد کردیؒ تصوف وسلوک کی منزل طے کرنے کے لئے تشریف لائے، حضرتؒ نے ان کے اسباق شروع کرادئے، وہ ذکر واوراد میں ہمہ تن مشغول ہو گئے، ان پر مجاہدہ اور شیخ کی توجہ کی برکت سے ایک عجیب کیف کا عالم رہا کرتا تھا، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ

(۱۲۳۹ھ/ ۱۸۲۳ء) کو پتہ چلا کہ دہلی تشریف لائے ہیں، توان کی عظمت کی وجہ سے، ان کی ملاقات کے لئے گئے، لیکن علامہ خالد کردیؒ نے ملاقات سے معذرت کردی، یہ کہا کہ میں جس مقصد کے لئے آیا ہوں، ابھی منزل تک نہیں پہنچا، اس لئے ملاقات سے معذور سمجھیں، انشاء اللہ میں خود ہی آپ کی ملاقات کے لئے واپسی سے پہلے حاضر ہو جاؤں گا۔

شوقِ ذکر اور لذتِ ذکر دیکھئے! اور ذکر و فکر کا شغل دیکھئے! تھوڑی دیر کا خلل بھی برداشت نہ ہوا اور خدا کی یاد سے اٹھنا گوارا نہ ہوا، اس مجاہدہ اور شوق و جذب پر اللہ نے انہیں اس طرح نوازا!! کہ جب اپنے وطن واپس گئے، تو وہاں عشق و محبت کی لہریں دوڑا دیں۔ علامہ ابن عابدین شامیؒ جیسے فقیہ وقت، ان کے دامن دل سے، اپنے دامن دل کو وابستہ کیا، اور فیض وانوارات سے اپنے دل کو روشن و منور کیا۔

حضرت عمرؓ و علیؓ کی ملاقات بھی گوارا نہیں

حضرت اویس قرنیؒ (۳۷ھ/ ۶۵۷ء) کے بارے میں عام طور پر مشہور ہے کہ خدمت ِ والدہ کی وجہ سے، ان کو بے پناہ مقام و مرتبہ ملا، یہ صحیح ہے کہ انہوں نے والدہ کی خدمت میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، مگر بعض عارفین نے لکھا ہے، کہ ان کی عزت و رفعت، مقام و مرتبہ کی بنیاد، اللہ رب العزت سے خصوصی ربط و تعلق اور والہانہ، عاشقانہ نسبت بھی ہے جو انہیں مجاہدہ، اور بکثرت یادِ الٰہی میں رہنے کی وجہ سے حاصل ہوا۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ سے فرمایا تھا کہ جب اویسِ قرنیؒ سے ملاقات ہو تو ان سے دعا کرانا، یہ دونوں حضرات دوران سفر جب یمن پہنچے، علاقۂ قرن تک گئے، اور ان سے ملاقات کی، تو دعا سلام کے بعد مزید گفتگو اور ساتھ بیٹھنے سے انہوں نے معذرت کردی اور کہا انشاء اللہ آخرت میں ملاقات ہوگی، گویا یادِ الٰہی میں اتنا خلل بھی گوارا نہ ہوا کہ اگر ہم گفتگو کریں گے تو اتنی دیر ذکر سے خالی یا غافل رہ جائیں گے۔

یہی ہیں وہ حضرات جن کی زندگی ہمارے لئے درس عبرت ہے اور غفلت وسستی کو دور کرنے کے لئے تازیانہ ہے، ان حضرات کی زندگی کو اسوہ بنا کر اپنے اندر شوق پیدا کریں، عزم و ارادہ بڑھائیں، وقت کی حفاظت کریں۔

ذکر وتسبیح پر اللہ کا محبت بھرا جواب

مومن بندہ اپنے اللہ کو الگ الگ انداز سے یاد کرتا ہے، کبھی لا الہ الا اللہ کے ذریعہ، تو کبھی سبحان اللہ کے ذریعہ، کبھی الحمدللہ کے ذریعہ، تو کبھی اللہ اللہ کے ذریعہ، جب سبحان اللہ سبحان اللہ بار بار کہتا ہے اے اللہ! تیری ذات پاک ہے، تو ہر عیب سے منزہ ہے، تیری شان شانِ تقدس ہے، تو ہمارے یوں کہنے سے کہ اللہ تو پاک ہے، اس کی پاکی، اس کی عظمت وتقدس میں کوئی فرق نہیں پڑتا، اسی طرح ہم بار بار کہیں الحمدللہ، الحمدللہ کہ اللہ ساری حمد وثنا، ساری تعریفیں، ساری عظمت تیرے لئے، ساری صفاتِ حمیدہ تیرے لئے ہیں، تو ہمارے بار بار اس طرح کہنے سے اس کی شانِ عظمت، شانِ کبریائی میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا، تو پھر اس کہنے کا کیا فائدہ؟

بڑی عجیب حکمت لکھی ہے کہ جب بندہ کہتا ہے سبحان اللہ سبحان اللہ، اللہ تو پاک ہے، اللہ تو پاک ہے، تو اللہ فرشتوں سے کہتے ہیں، دیکھو نا! میرا بندہ بار بار کہتا ہے اللہ تو پاک، اللہ تو پاک، میں تو بے عیب اور پاک ہوں ہی، اے فرشتو! تم گواہ رہنا اس کے کہنے کے بدلہ میں، میں نے خود اس کو گناہوں سے پاک کر دیا، اسی طرح جب بندہ کہتا ہے الحمدللہ الحمدللہ، تو اللہ کہتے ہیں کہ فرشتو! دیکھو! میرا بندہ بار بار میری حمد وثنا بیان کرتا ہے، اس کے بار بار کہنے کی وجہ سے خود اس کو اپنی رضا وخوشنودی دیکر قابل مدح اور قابل تعریف بناتا ہوں۔ ظاہر ہے جب رب کریم بندہ کو خود پاک اور قابل مدح بنائے گا، اعلان فرشتوں میں کرے گا تو اس کا ٹھکانہ جنت ہی ہوگا، پھر جب بندہ بار بار کہتا ہے اللہ اکبر اللہ اکبر، اور اللہ کی عظمت کو بیان کرتا ہے، تو اللہ فرماتے ہیں کہ میرے بندے کو دنیا اور آخرت میں عظمت عطا کردوں گا، گویا بندہ کے ذکر کا کتنا بہترین

جواب اور بدلہ ملا کہ خالق کائنات نے فرما دیا کہ تمہیں گناہوں سے پاک کر کے قابلِ مدح، قابلِ تعریف بنا دیا، اور عظمت عطا کر دی، اللہ کی کتنی بڑی شان رحیمی ہے، پھر بھی ہماری زبان پر ذکر و تسبیح کے کلمے نہ ہوں تو پھر حسرت کے علاوہ اور کیا ہے۔

غفلت و سستی کا انجام

جب ذکر الٰہی سے معیتِ الٰہی، نسبتِ الٰہی اور حضوری کی کیفیت حاصل ہوتی ہے پھر اس کے حاصل ہونے کے بعد ذکر سے اگر غفلت ولا پرواہی کی جائے اور ذکر کو چھوڑ دیا جائے تو اس کا نقصان اور خسارہ یہ ہے، کہ وہ انسان اتنا دور چلا جاتا ہے کہ خود اپنے آپ سے بے خبر اور مقصدِ حیات کو بھول جاتا ہے، ارشادِ ربانی ہے: ''وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْ'' اس آیت میں تو ایسے لوگوں کے ساتھ رہنے سے بھی منع کیا گیا جو خدائے پاک کو فراموش کر بیٹھے، کیوں کہ ایسے لوگوں کے ساتھ رہنے سے غفلت آنے لگتی ہے، اور کبھی زبان سے کوئی ایسی نامناسب اور بے ادبی کی بات نکل جاتی ہے کہ ذکر سے محروم ہو جاتا ہے۔

شیخ شہاب الدین سہروردیؒ (۶۹۴ھ) نے اپنی کتاب ''عوارف المعارف'' میں ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک دن وہ ذکر کرنا چاہتے تھے، مگر زبان چل نہیں پا رہی تھی، بہت پریشان ہوئے، آہ وزاری کے ساتھ دعا کی کہ، یا اللہ میرا جو بھی قصور ہو، مطلع فرما دیں، تا کہ توبہ واستغفار کر لوں، الہام ہوا کہ فلاں وقت گستاخی سے ایک برا کلمہ تمہاری زبان سے نکلا تھا، آج اس کا خمیازہ بھگت رہے ہو، اس الہام کے بعد بہت روئے، گڑگڑائے تو زبان ذکر میں چل پڑی۔ (کمالات اشرفیہ: ۳۱۴)

غلط زبان کا انجام

ذاکر کو ذکر کی لذت ملنے لگتی ہے دل میں ایک خاص کیفیت محسوس ہوتی ہے پھر اچانک دل مردہ نظر آتا ہے، ذکر کی حلاوت ختم ہو جاتی ہے، بلکہ ذکر کے لئے زبان تنگ ہو جاتی ہے، دوسروں کو دیکھ کر جذبہ تو ہوتا ہے مگر ذکر کر نہیں پاتا، غور کرنا چاہئے کہ کہیں زبان کے غلط استعمال نے ہمیں محروم تو نہیں کر دیا، اسلئے راہِ سلوک میں زبان کی حفاظت نہایت ضروری ہے۔

مجلس «۱۴»

ذکر کا ناغہ دل کا فاقہ

الحمد للہ و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد۔

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم، بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ تَتَجَافٰی جُنُوْبُھُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ خَوْفاً وَّ طَمَعاً وَ مِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ فَلَاتَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَھُمْ مِنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ جَزَآءً بِمَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْراً کَثِیْراً وَّسَبِّحُوْہُ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلاً۔ (سجدہ:۱۶) صدق اللہ العظیم۔

اللھم صل علی سیدنا محمد و علی آل سیدنا محمد و بارک وسلم۔

جو جس قدر اہم وہ اسی قدر آسان

کائنات کا ذرہ ذرہ اللہ کی قدرت کا مظہر ہے، ہر تخلیق اللہ کی شان حکمت کو بتلاتی ہے، کوئی بھی ایسی چیز نہیں، جس میں اللہ کی شان حکمت پوشیدہ نہ ہو، انسان کی تمام ضرورتوں کو اللہ نے پیدا کیا، اس کی ہر ضرورت کا خیال رکھا، انسان کے لئے جو جس قدر ضروری ہے، اس کو اتنا ہی عام اور آسان بنا دیا، اور جس کی زیادہ ضرورت نہیں، اسے اتنا عام اور آسان نہیں کیا، چنانچہ انسان کی زندگی، اس کی صحت، اس کی راحت وسہولت جس چیز پر موقوف نہیں، اور جس پر انسانی وجود کا دارومدار نہیں، وہ بہت زیادہ عام بھی نہیں اور آسان بھی نہیں، مثلاً سونا چاندی انسانی زندگی اور اس کی راحت وسہولت کے لئے ضروری نہیں، اس لئے یہ عام بھی نہیں اس کی مقدار زیادہ بھی نہیں، بلکہ کم یاب ہے، اور اس کی قیمت بھی زیادہ ہے۔

اس کے برعکس سانس کے بغیر، انسان زندہ نہیں رہ سکتا، آکسیجن کے بغیر جی نہیں سکتا، سمندر کی تہہ میں جائے، یا پچاس ہزار فٹ کی بلندی پر، وہاں بھی آکسیجن کی ضرورت ہے،

گویا آکسیجن پر زندگی کا مدار ہے، تو اللہ تعالیٰ نے اس کو بالکل عام کر دیا، زمین و آسمان کا درمیانی خلاء ہوا اور فضا سے بھر دیا، پھر مزید اسے اس قدر لطیف بنایا، کہ اس کے لئے کچھ کرنا بھی نہیں پڑتا، خود بخود آکسیجن اس کے دل و دماغ تک پہنچ جاتا ہے۔

انسانی زندگی کے لئے ہوا کے بعد سب سے اہم اور ضروری پانی ہے، رب کریم کا حکیمانہ انداز دیکھئے کہ پانی کو کس قدر عام کیا، کتنا زیادہ بنایا کہ پوری دنیا کا دوتہائی حصہ سمندر پر مشتمل ہے، ایک حصہ جو خشکی کا ہے، اس میں بھی دریا، ندی، تالاب، کنواں، چشمہ اور جھیل بنادئے، تاکہ انسان کی ضرورت ہر جگہ بآسانی پوری ہو سکے۔اس طرح اور بھی چیزوں پر غور کریں کہ انسانوں کے لئے جو چیز جتنی ضروری ہے اسی قدر آسان اور عام ہے۔

ذکر ہے کس قدر آسان!

اسی طرح اخروی زندگی اور قلب و روح کے لئے، جو چیز سب سے زیادہ ضروری اور اہم ہے، اور جس پر روح و قلب کی حیات کا مدار ہے، وہ ہے ذکر، اللہ رب العزت نے ذکر کو تمام اعمال کے مقابلہ میں، سب سے زیادہ سہل اور آسان بنا دیا، کہ ذکر کے لئے نہ طہارت ضروری، نہ مسجد و مصلی، بلکہ کھڑے، بیٹھے، چلتے پھرتے بھی کر سکتے ہیں، سمندر کی تہہ، پہاڑ کی چوٹی، درخت کی ٹہنی، سواری کی پشت، خلوت و جلوت اور پاکی و ناپاکی میں بھی کر سکتے ہیں۔اس کے برعکس نماز ہو یا روزہ، حج ہو یا عمرہ، تلاوت ہو یا زکوۃ ان میں سے ہر ایک کے لئے کوئی نہ کوئی شرط ضرور ہے، اگر ذکر میں کوئی شرط ہوتی تو پھر بندہ بہت سے موقعے سے محروم رہ جاتا۔

اس میکدہ میں کوئی محروم نہیں

رب کریم کی حکمت کا تقاضہ ہوا کہ میرا کوئی بندہ رنجیدہ، غم زدہ، افسردہ اور ملول خاطر نہ ہو، وہ حسرت میں نہ رہے کہ میں ذکر کیسے کروں؟ کیونکہ میں ابھی پاک صاف نہیں ہوں، یا مسجد و مصلیٰ پر نہیں ہوں، یا میں ابھی اس کیفیت میں نہیں۔ اللہ نے اس حسرت سے بچاتے ہوئے ذکر کو بالکل عام کر دیا، پھر بھی اگر ہم ذکر سے فائدہ نہ اٹھائیں، تو ہمارے لئے سوائے حسرت کے اور کیا ہے؟

کمزور بھی محروم نہ رہ جائے

حضرت ام ہانیؓ کی روایت ہے کہ وہ نبی اکرم ﷺ کے پاس آئیں، اور عرض کیا کہ میں بوڑھی ہو چکی ہوں، بہت سے نفل اعمال مجھ سے نہیں ہو پاتے، آپ مجھے کوئی عمل بتا دیجئے کہ میں بیٹھی بیٹھی کرتی رہوں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ’’سبحان اللہ‘‘ سو مرتبہ پڑھ لیا کریں، عرب کے سو غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب ملے گا، ’’الحمد للہ‘‘ سو مرتبہ پڑھ لیا کریں، اس کے پڑھنے سے سامان سے لدے ہوئے سو گھوڑے، اللہ کی راہ میں دئے جائیں، ان کے برابر ثواب ملے گا، پھر فرمایا ’’اللہ اکبر‘‘ سو مرتبہ پڑھ لیا کریں، سو اونٹ اللہ کی راہ میں قربان کرنے کے برابر ثواب ملے گا، اور اگر ’’لا الہ الا اللہ‘‘ پڑھ لیں تو زمین وآسمان کے برابر اللہ ثواب عطا کریں گے، اس سے بڑھ کر کسی کا کوئی عمل نہیں جو مقبول ہو۔ (مسند احمد: ۲۶۴)

اگر نوافل پر عمل نہ ہو سکے

شریعت کے جتنے احکام ہیں، فرائض ہوں یا واجبات، سنن ہوں یا مستحبات، ان کا مقصد اللہ رب العزت سے ربط وتعلق کو مضبوط وقوی کرنا اور قرب الٰہی حاصل کرنا ہے، قرب الٰہی کے اسباب میں بڑا سبب نوافل ہیں، رب کریم نے ہم کمزوروں پر کس قدر رحم فرمایا کہ اگر عذر ومرض اور کمزوری وبیماری کی وجہ سے اگر نفل ومستحب پر عمل نہ ہو سکے تو بعض ذکر پر اللہ کی طرف سے اس قدر اجر وثواب ملتا ہے کہ ان نوافل پر ملنے والے اجر وثواب کے برابر ہو جاتا ہے تاکہ بندے کا دامن خالی نہ رہ جائے اور حسرت وناامیدی میں پڑ نہ جائے۔

نوافل کے برابر اجر وثواب

حضرت قبیصہ بن مخارقؓ ایک دفعہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پہنچے اور عرض کیا کہ میری ہڈیاں کمزور ہو گئی ہیں، میرا جسم نحیف وکمزور ہو گیا ہے، مجھ سے سارے نفل اعمال نہیں ہو پاتے، تو آپ مجھے کوئی ایسا عمل بتا دیجئے، جو میرے لئے نفع بخش بھی ہو، اور کافی بھی۔ نبی

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال فرمایا کہ کیا تم اسی مقصد کے لئے آئے ہو انہوں نے کہا، کہ جی ہاں، آپ نے فرمایا کہ تم جس درخت جس پتھر کے پاس سے گزرے وہ درخت و پتھر تمہارے لئے دعائے مغفرت کر رہے تھے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ صبح وشام، تین تین مرتبہ سبحان اللہ العظیم وبحمدہ پڑھ لیا کرو۔ (مسند احمد: ۶۶/۷)

ٹمٹماتا چراغ بھی کام آجاتا ہے

ترکِ ذکر پر جو وعید ہے، اس سے بچنے کے لئے کم سے کم تھوڑا بھی ذکر کر لے، چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے، مسجد آتے جاتے بھی انسان ذکر کر لے تو کم از کم ترک ذکر کی وعید سے بچ جائے گا۔ ایک بزرگ سے کسی نے کہا کہ فلاں شخص ذکر، ریا کے طور پر کر رہا ہے، انہوں نے فرمایا کہ تو تو ذکر ریائی بھی نہیں کرتا، تو کس منھ سے کہتا ہے؟ وہ تو ٹمٹماتا چراغ لے کر پل صراط سے پار ہو جائے گا، اور تم تو ٹمٹماتے چراغ سے بھی محروم ہو، ایسے ہی شخص کے بارے میں کہا گیا

سودا قمار عشق میں خسرو سے کوہ کن　　　بازی اگرچہ پا نہ سکا سر تو کھو سکا
کس منھ سے اپنے آپ کو کہتا ہے عشق باز　　　اے روسیاہ تجھ سے تو یہ بھی نہ ہو سکا

ذکر سے کوئی معذور نہیں

جب رب کائنات نے ذکر کو اس قدر آسان اور سہل بنا دیا، پھر بھی ہم اگر ذکر نہ کریں؛ بلکہ ذکر سے اعراض کریں تو اس پر سخت وعید ہے، چنانچہ ارشاد ربانی ہے: ''وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِکْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْکًا'' جو میرے ذکر سے اعراض کرے گا ہم اس کی زندگی کو تنگ بنا دیں گے۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے تھے: اللہ نے کوئی ایسا فریضہ بندہ پر عائد نہیں کیا جس کی حد متعین نہ کی ہو، اور حالتِ عذر میں، چھوڑنے پر معذور قرار نہ دیا ہو، سوائے ذکر کے۔ اس کی کوئی حد متعین نہیں کی، اور اس کے ترک پر معذور بھی قرار نہیں دیا، ہاں! اگر کوئی مجنون ہو تو الگ بات ہے۔ (تفسیر مظہری: ۳۵۱/۷)

ترک ذکر فساد کا ذریعہ

آج جس طرف دیکھئے فساد، اختلاف، خودغرضی، مفاد پرستی اور دل آزاری کا بازار گرم ہے، اور عجیب عجیب معصیت! کہ اگلے لوگوں کو اس کا تصور بھی نہ ہوا ہوگا، اور گناہ کی اتنی شکلیں کہ ان کو اس کا خیال بھی نہ آیا ہوگا، آج کے دور میں ان تمام خرابیوں کی بنیاد، یادِ خدا سے غفلت، ذکر خدا سے بے اعتنائی، اور خدائی پکڑ سے بے فکری ہے، ایسی خرابیوں، اور گناہوں کے وسوسے سے اگر بچنا ہوتو ذکر کثیر کا راستہ اپنانا ہوگا، ذکر کثیر ہے کہ جس کی نورانیت سے عزم واستقامت کی شان پیدا ہوتی ہے، معصیت سے بچنا آسان ہوتا ہے، تقوی کی دولت نصیب ہونے لگتی ہے، لہذا اگر فساد زمانہ سے بچنا ہوتو ذکر کو لازم پکڑیئے، ورنہ فساد کے دلدل میں لت پت رہئے۔

ترک ذکر سے دل کی قساوت

جب انسان ذکر کرتا رہتا ہے تو اس کے اثرات اس کے دل پہ پڑتے ہیں، دل میں رقت، نرمی، سوز وگداز، محبت وخشیت کی کیفیت رہتی ہے، لیکن اگر بے توجہی، لاپرواہی، نعمت کی ناقدری کے ساتھ ذکر کرنا چھوڑ دیتا ہے تو اس سے زیادہ نقصان ہوتا ہے، دل بہت جلد سخت ہوجاتا ہے، قساوت قلبی اور سنگ دلی اس کا حصہ بن جاتی ہے، اس قساوت کو دور کرنے کے لئے کچھ زیادہ ہی محنت درکار ہوتی ہے، نیز آہ وزاری کے ساتھ توبہ واستغفار بھی قساوت کو دور کرنے میں زیادہ موثر ہے، اس لئے ذاکر کو کبھی بھی، ذکر چھوڑنا نہ چاہئے۔

- حکیم ترمذیؒ (۲۵۵ھ/ ۹۰۵ء) فرماتے ہیں کہ اللہ کا ذکر دل کو تر کرتا ہے، نرمی پیدا کرتا ہے، لیکن جب دل اللہ کے ذکر سے خالی ہوتا ہے، تو نفس کی گرمی اور شہوت کی آگ سے ، خشک ہوکر سخت ہوجاتا ہے، دل کے ساتھ سارے اعضاء بھی سخت ہوجاتے ہیں، اور اطاعت سے رک جاتے ہیں۔
- حضرت مالک بن دینارؒ (۹۷ھ/ ۷۴۸ء) فرماتے ، جس کا دل مخلوق سے ہٹ کر اللہ

کے ذکر سے مانوس نہ ہوا، اسکا عمل برباد اور قلب اندھا ہوسکتا ہے، گویا اس کی عمر ضائع ہوگئی۔

(روضۃ الصالحین: ۲/ ۱۱۷)

● حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانیؒ (۶۶۱ھ/ ۱۲۶۱ء) فرمایا کرتے تھے، کہ مرید کو چاہئے کہ ماسوی اللہ کو دل سے دور کردے، اور حق تعالی کی یاد میں مشغول رہے، اگر اس کو اللہ تعالی کے ذکر کے ساتھ موانست نہ ہوسکی، تو محبت الہی کی وہ بو بھی نہ سونگھ سکے گا۔

ذکر سے غافل، مردہ کی طرح

حضرت ابوالحسن خرقانیؒ (۴۲۵ھ) کو پتہ چلا، کہ فلاں علاقہ میں، ایک بہت بڑے اللہ کے ولی ہیں، سوچا کہ ان کی ملاقات وزیارت کو جاؤں، ملاقات کی غرض سے نکلے، راستہ میں تھک گئے، ایک درخت کے نیچے آرام کرنے لگے، درخت پر کچھ پرندے بیٹھے ہوئے تھے، ایک پرندے نے دوسرے پرندوں سے اس بزرگ کا نام لے کر کہا کہ فلاں علاقہ میں جو اللہ کے ولی ہیں وہ تو گزر گئے، ان کا انتقال ہوگیا، حضرت ابوالحسن خرقانیؒ جو صاحب کشف بزرگ تھے، حیران ہوئے کہ یا اللہ! میں جن کی ملاقات کے لئے جارہا ہوں وہ تو گزر گئے، اب جانے کا کیا فائدہ؟ واپس جانا چاہئے، پھر خیال آیا کہ چلو ان کی قبر کی زیارت کرآتے ہیں، وہاں پہنچے تو دیکھا کہ وہ بزرگ تو ہشاش وبشاش زندہ ہیں، سلام دعا کے بعد انہوں نے کہا کہ حضرت! تعجب کی بات ہے کہ انسان تو انسان، اب تو پرندہ بھی جھوٹ بولنے لگا، بزرگ نے پوچھا کہ کیا مطلب؟ پورا ماجرا سنایا کہ ایک پرندہ دوسرے پرندے سے کہہ رہا تھا کہ آپ تو گزر گئے، انہوں نے تھوڑی دیر سر جھکایا پوچھا کہ اچھا کس دن کی بات ہے؟ شیخ نے کہا: فلاں دن تھا اور فلاں وقت، یہ سن کر فرمایا کہ پرندے کبھی جھوٹ نہیں بولتے، اس نے سچ کہا، کیونکہ جس وقت پرندے نے کہا ٹھیک اس وقت میں اللہ کی یاد سے غافل تھا، میرے دل پر یاد الہی کے بجائے غفلت طاری تھی، اس لئے اللہ نے اس کی زبان سے کہلادیا کہ وہ تو مرچکا، یعنی اس کا دل مرچکا۔

زندہ بدن میں مردہ دل

حدیث پاک میں ذکر نہ کرنے والے کو مردہ کہا گیا، چنانچہ حدیث کے الفاظ یہ ہیں قَالَ النَّبِیُّ ﷺ مَثَلُ الَّذِیْ یَذْکُرُ رَبَّہٗ وَالَّذِیْ لَا یَذْکُرُ رَبَّہٗ مَثَلُ الْحَیِّ وَالْمَیِّتِ۔ (بخاری)

اس سے پتہ چلا کہ ذکر سے غافل مردہ کی طرح ہوتا ہے، گویا اللہ کی یاد سے غافل زبان، اس آنکھ کی طرح ہے جو بینائی سے محروم ہو، اس کان کی طرح ہے جو شنوائی کی صلاحیت کھو چکا ہو، اور اس ہاتھ کی طرح ہے جو مفلوج ہو کر بیکار ہو چکا ہو، گویا جس طرح مردہ جسم سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا، اور مردہ جسم اپنے آپ سے کسی تکلیف کو دور نہیں کر سکتا، اسی طرح مردہ دل نہ کسی کو فائدہ پہنچا سکتا ہے، نہ باطنی امراض سے بچا سکتا ہے، کسی نے کیا خوب کہا ہے

فَنِسْیَانُ ذِکْرِ اللّٰہِ مَوْتُ قُلُوْبِھِمْ / وَاَجْسَامُھُمْ قَبْلَ الْقُبُوْرِ قُبُوْرُ

وَاَرْوَاحُھُمْ فِیْ وَحْشَۃٍ مِنْ جُسُوْمِھِمْ وَلَیْسَ لَھُمْ حَتّٰی النُّشُوْرِ نُشُوْرُ

یعنی اللہ کی یاد سے غافل ہو جانا اور فراموش کر دینا ان کے دلوں کی موت ہے، اور ان کے جسم، زمین والی قبروں سے پہلے مردہ دلوں کی قبر ہے۔

ان کی روحیں ان کے جسم سے وحشت محسوس کرتی ہیں، اور ان کے لئے قیامت وحشر سے پہلے کوئی زندگی نہیں ہے۔ (مدارج السالکین لابن قیم، بحوالہ اپنی اصلاح کا مکمل نصاب)

ہم زندہ جسم میں مردہ دل لے کر پھریں یہ عقلمندی نہیں، یہ دھڑکتا دل اللہ کی یاد میں رہے یہی ہمارے لئے سعادت کی بات ہے۔

زندگانی نتواں گفت حیاتیکہ مرا است
زندہ آنست کہ بادوست وصالے دارد

مجھے یہ ڈر ہے کہ دلِ زندہ تو نہ مر جائے
کہ زندگانی عبارت ہے تیرے جینے سے

دل مردہ کے کیڑے مکوڑے

ذکر سے دل زندہ رہتا ہے اور ذکر نہ کرنے سے دل مردہ ہوجاتا ہے، جس طرح مردہ جسم تھوڑے وقفہ کے بعد سڑنے لگتا ہے، کیڑے مکوڑے پیدا ہونے لگتے ہیں، بدبو پھوٹنے لگتی ہے، اوراس سے خوف اور ڈر محسوس ہونے لگتا ہے، اسی طرح مردہ دل سے گناہوں کے کیڑے مکوڑے ظاہر ہونے لگتے ہیں (بداخلاقی، حسد، کینہ، ناشکری، بے صبری، عجب وکبروغیرہ)، اس لئے دل کومردہ رکھنے کے بجائے زندہ رکھنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

دل مردہ کا علاج

ذکر وہ دولت ہے جوتمام اعمال صالحہ کی روح اور جان ہے، یہی ذکر پروانۂ ولایت ہے، جسے مل جائے اسے وصل نصیب ہوجائے، جسے نہ ملے وہ دور اور مہجور ہوجائے، یہی وہ دوا ہے جس سے دل زندہ رہتا ہے، چنانچہ کسی شاعر نے کیا ہی عجیب بات کہی ہے ؎

اِذَا مَرِضْنَا تَدَاوَیْنَا بِذِکْرِکُم　　فَنَتْرُکُ الذِّکْرَ اِحْیَانًا فَنَنْتَکِسْ

یعنی جب ہم بیمار پڑتے ہیں توتمہاری یاد سے اپنا علاج کرتے ہیں، اور جب کسی وقت یاد سے غافل ہوجاتے ہیں تو مرنے لگتے ہیں۔

دل میں اگر انقلاب لانا ہو؟

دل میں انقلابی تبدیلی چاہئے، بہت جلد دلوں کی زندگی، دل میں رحمانی نورانی کیفیت چاہئے، عبادتوں کی لذت وحلاوت، نشاط وکیف چاہئے، اورعبادتوں کا شوق وذوق بڑھنا چاہئے توکسی صاحبِ نسبت کی صحبت میں طلب وادب کے ساتھ جانا، ہمہ تن متوجہ رہنا بہت ہی مفید ہے، علامہ اقبال نے کیا خوب کہا تھا

تمنا دردِ دل کی ہے توکرخدمت فقیروں کی　　نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں

اسی طرح اپنے معمولات کو پابندی سے پورا کرنا روزانہ دل کے لئے ٹونک کی طرح ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دل کی مردنی سے بچائے۔ آمین یارب العالمین۔

مجلس《۱۵》

سکونِ دل

الحمدللہ و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد۔

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم ،بسم اللہ الرحمن الرحیم، اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُھُمْ بِذِکْرِ اللّٰہِ اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ۔[رعد:۲۸] فَوَیْلٌ لِّلْقٰسِیَۃِ قُلُوْبُھُمْ مِّنْ ذِکْرِ اللّٰہِ اُولٰئِکَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ۔[زمر:۲۲] صدق اللہ العظیم۔

اللھم صل علی سیدنا محمد و علی آل سیدنا محمد و بارک و سلم۔

نعمتوں سے بھری یہ دنیا

آج کی دنیا نعمتوں سی بھری دنیا کہلاتی ہے، ہر ملک اور ہر علاقہ ساز وسامان، راحت و سہولت، عیش وعشرت سے لبریز ہے، جسمانی راحت وآسائش کی چیزوں، سفر وحضر کی سہولتوں سے موجودہ دور لبالب ہے، آج کے اس مشینی دور میں جس قدر اسباب اور سہولتیں پائی جاتی ہیں، ان کے بارے میں پچھلے لوگوں کو نہ تو خیال آیا ہوگا، اور نہ ہی میسر، ہونا یہ چاہئے تھا کہ جیسے جیسے راحت وآسانی کی چیزیں، عیش وعشرت کے ساز وسامان، سہولت کے اسباب بڑھتے گئے، من کی چاہت اور کھانے پینے کی چیزیں بڑھتی گئیں دلوں میں سکون زیادہ ہونا چاہئے، اطمینان قلب بڑھنا چاہئے، خوشیوں اور شادمانیوں کی کیفیت دلوں میں ہردم رہنی چاہئے، مزاج ودماغ ہردم خوشگوار پر بہار رہنا چاہئے۔

آج کا انسان کس قدر پریشان

مگر یہ ایک حقیقت ہے کہ اس دور کا انسان جس قدر بے چینی، پریشانی اضطرابی کیفیت، ذہنی ٹینشن (Tension)، اور خلجان وانتشار میں مبتلا ہے، اتنا کبھی بھی پریشان نہ رہا، کبھی اتنا بے قرار نہ رہا، کبھی اس قدر اضطراب وانتشار کی کیفیت میں نہ رہا، کتنے ایسے ہیں جن

کے دن رات مصیبت وعذاب بنے ہوئے ہیں، کانٹوں بھرے لمحات گزر رہے ہیں، یوں دیکھا جائے تو نعمتوں میں پلتے اور پیسوں میں کھیلتے نظر آتے ہیں، مگر اللہ تعالی کے ارشاد: ''وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِکْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا'' [سورۂ طٰہٰ: ۱۲۴] (جو میرے ذکر سے اعراض کرے گا اس کی زندگی کو تنگ کر دیں گے) کے مصداق بنے ہوتے ہیں۔

سکون کی تلاش میں ٹھوکر کھا گیا انسان!

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سکون، اطمینان اور طمانینت قلب کی تلاش میں ہی انسان ٹھوکر کھا گیا، اور سمجھنے لگا کہ دل کی یہ دولت ناز ونعمت، عیش وعشرت، ساز وسامان، اونچے اونچے فلیٹ، عمدہ عمدہ گاڑیوں میں ہی ملے گی، جبکہ دل کی دولت، دل کی بہار، دل کی خوشیاں اور سکون دل ان چیزوں میں نہیں، اگر ایسا ہوتا تو آج جس کے پاس سونے چاندی کے خزانے، ہیرے جواہرات، فلک بوس مکانات، قیمتی صوفے، زرق برق کپڑے ہیں، وہ سب سے زیادہ پرسکون نظر آتے، ان کی پیشانی پر کبھی پریشانی نظر نہ آتی، حالانکہ تجربہ اس سے بالکل برعکس ہے، عموماً ایسے لوگ کچھ زیادہ ہی پریشان، بے چین وبے قرار ہیں، اوران کے احوال قابل رحم ہیں، ان کے احوال کو دیکھ کر محسوس ہوتا ہے کہ ''مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ'' [نساء: ۱۲۳] (جو بھی برا کرے گا اس کو اس کی سزا مل کر رہے گی) کا مصداق بنا ہوا ہے۔اور ''بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا'' [اعلیٰ: ۱۶] کا مظہر اور مصداق بنا ہوا ہے کہ جو کچھ ہے، دنیوی زندگی ہے، مگر اسے کیا خبر؟ کہ وہی زندگی اس کو بے چین اور بے قرار کئے رہتی ہے، اگر ''وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى'' [اعلیٰ: ۱۷] پر نظر ہوتی اور دارِ آخرت کو ہی ترجیح دیتا تو سکون اس کے سایے کے ساتھ ساتھ چلتا، مگر وہ پریشان انسان ہے جو ہر دم پریشانی کی چھاؤں میں گزر بسر کر رہا ہے، جب کہ اس کی نظر اس پر ہونی چاہیے تھی۔

نہ دنیا سے نہ دولت سے نہ گھر آباد کرنے سے
تسلی دل کو ہوتی ہے خدا کو یاد کرنے سے

بے چین دل کی دوا

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالی نے سکون دل اور دل کی بہار کسی اور چیز میں رکھی ہے، اور وہ ہے ذکر خدا، جس کا تذکرہ اللہ نے قرآن میں کیا: ''اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ'' [سورۂ رعد:۲۸] میرے بندے دل کا سکون وقرار، خوشی وشادمانی چاہئے اور اضطراب وبے قراری سے نجات چاہئے تو ذکر خدا اور یاد الٰہی سے ہی حاصل ہوسکتی ہے، کسی بندۂ خدا نے کیا خوب کہا ہے

کتنی تسکین وابستہ ہے تیرے نام کے ساتھ
نیند کانٹوں پر بھی آتی ہے آرام کے ساتھ

جو جس قدر غافل وہ اسی قدر پریشان

ذاکر کبھی بھی اپنے دل میں بے چینی کی آگ لئے نہیں پھرتا، لیکن جس کو ذکر سے شوق نہیں، رغبت نہیں، اور ذکر کی پابندی نہیں، وہ چاہے نرم وگداز گدے پر سوتا ہو، وہ گدا اس کے حق میں پھول نہیں، کانٹوں کا بچھونا ہوتا ہے، کتنے ایسے ہیں کہ کروٹ بدل بدل کر رات گزار دیتے ہیں، دواؤں کے سہارے نیند میں رہتے ہیں، گویا جو ذکر خدا سے جتنا دور، پریشانیوں سے اتنا ہی قریب، اور جو ذکر خدا سے جتنا مانوس، سکون وشادمانی اس کے دل سے اتنی ہی قریب۔

ہر تاثیر کسی نہ کسی شرط کے ساتھ

یہ ایک حقیقت ہے کہ ہر چیز کی کوئی نہ کوئی تاثیر ضرور ہوتی ہے، لیکن تاثیر وفوائد کے ظاہر ہونے کے لئے، کچھ نہ کچھ شرطیں بھی ہوتی ہیں، اس کے استعمال کے مخصوص طریقے اور انداز بھی ہوتے ہیں، اگر ان شرطوں کا خیال کیا گیا تو تاثیر ظاہر ہوگی، ورنہ نہیں، چنانچہ دواؤں کے فائدے مسلم ہیں، مگر اس کی تاثیر ظاہر ہونے کے لئے چند چیزیں ضروری ہیں:

* ڈاکٹر نے جتنی مقدار طے کی ہے اتنی لینی ہے، اگر اس کو فریز میں رکھنی ہے تو فریز میں ہی رکھنی ہوگی، اگر دودھ کے ساتھ لینی ہے تو دودھ بھی لینا پڑے گا، گویا استعمال کا جو طریقہ بتایا ہے اس کے مطابق استعمال کریں گے تو پورا فائدہ ہوگا، ورنہ فائدہ ہو ضروری نہیں، نیز جن چیزوں سے پرہیز کرنی ہے ان سے بچنا بھی ضروری ہے، ورنہ تو نزلہ یا سخت بخار میں دوا بھی لیتے ہوں اور ٹھنڈا پانی، آئس کریم بھی لیتے ہوں تو فائدہ کیسے ظاہر ہوگا؟

ذکر کی تاثیر کب ظاہر ہوگی

اسی طرح ذکر کی پوری تاثیر اسی وقت ظاہر ہوگی، جبکہ خاص مقدار میں ہو، پابندی کے ساتھ ہو، ناغہ نہ ہو، شوق وذوق کے ساتھ ہو، غفلت اور سرسری طور پر نہ ہو، اور یہ چیزیں یا تو ہمیں احادیث سے معلوم ہوں گی، یا اولیاء کرام نے اپنے نور بصیرت سے جو کچھ طے کیا ہے اس سے معلوم ہوں گی، یہی وجہ ہے کہ ان حضرات نے ذکر کی جو کیفیت بتلائی ہے، ذکر کا جو خاص والہانہ انداز ان سے منقول ہے، اس طرح اگر ذکر تھوڑی دیر بھی کریں تو اس کا فائدہ بہت ہی زیادہ اور جلد ہوگا۔

ذکر کے اہم فائدے

* ذکر کا ایک اہم فائدہ یہ ہے کہ دل میں نور آتا ہے، قلب مجلّی، مصفّی ہوتا ہے، اور دل میں نورانیت آتی ہے۔۔۔ایک ہے ایمان کا نور، ایک ہے عمل کا نور، اور ایک ہے ذکر کا نور۔ جب انسان پابندی کے ساتھ، شوق ورغبت کے ساتھ ذکر کرتا ہے، تو ذکر الٰہی کا نور اس کے قلب میں آتا ہے، اور یہی قلب اس نور کا محل اور گہوارہ ہوتا ہے۔ چنانچہ مولانا رومیؒ نے فرمایا ؎

من نہ گنجم در زمین و آسمان ... لیک گنجم در قلوب مومناں

* ذکر کا دوسرا اہم فائدہ: ذوق وشوق اور پابندی کے ساتھ ذکر کرنے سے معیت

الٰہی، حضوری اور استحضار کی کیفیت حاصل ہوتی ہے، ہر دم دھیان وخیال اللہ کی طرف لگا رہتا ہے، جس کو کثرتِ ذکر سے یہ دولت نصیب ہو جاتی ہے، وہ یہ نہیں کہ سکتا کہ مجھے عبادت ونماز میں جی نہیں لگتا، وساوس وخیالات کے ہجوم رہتے ہیں، کیونکہ جب عام حالات میں حضوری کی کیفیت اور استحضار کی حالت نصیب ہوگئی تو پھر عبادت وتلاوت میں یہ کیفیت بدرجۂ اولی ہوگی، پھر اسے وساوس وخیالات کا گزر کہاں!!

* تیسرا اہم فائدہ: بکثرت ذکر کرنے والوں کو ''قوتِ ارادی'' کی نعمت حاصل ہوتی ہے، یعنی دوامِ ذکر اور معمولات کی پابندی سے قوت ارادی (Determination power) بڑھ جاتی ہے، یہ ایک ایسی نعمت ہے کہ جو ہر کام کو کر گزرنے اور اسے اختتام تک پہنچانے میں بہت ہی زیادہ مددگار ثابت ہوتی ہے، بالفاظ دیگر

- قوت ارادی وہ ڈرائیونگ فورس ہے، جو بندہ کو منزل تک پہنچا دیتی ہے۔
- یہ وہ قوت ہے جس سے انسان اپنی مائنس (ناکامی) کو پلس (کامیابی) بنالیتا ہے
- اپنی شکست کو، فتح میں تبدیل کرلیتا ہے۔
- ناموافق کو، موافق بنالیتا ہے۔
- نفرتوں کو، محبتوں سے بدل دیتا ہے۔
- غم کو، خوشی میں تبدیل کردیتا ہے۔

چنانچہ جن لوگوں نے بڑے کارنامے انجام دئے ہیں، ان میں یہ قوت زیادہ ہوتی ہے، گویا کثرت ذکر سے ایک ایسا پاور آجاتا ہے کہ ہر مشکل کام کرنا آسان ہوجاتا ہے۔

* چوتھا فائدہ: اپنی قوت کو ایک جگہ مرکوز کرنا (power of concentration) اپنی قوت کو ایک جگہ مرکوز کرنے کی صلاحیت وہ نعمت ہے کہ جس سے انسان اہم سے اہم اور مشکل سے مشکل کام کو بہت آسانی کے ساتھ انجام دے سکتا ہے۔ (خطبات ذوالفقار: ۱۳/ ۴۴)

* پانچواں فائدہ نور کا جھرمٹ: قیامت کا منظر کتنا ہی ہولناک، اور خوف ناک ہوگا،

کہ حاملہ عورت کا حمل ساقط ہوجائے گا، دودھ پلانے والی عورت اپنے بچہ کو بھول جائے گی، ارشاد ربانی ہے ''یَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا أَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكَارَىٰ وَمَا هُم بِسُكَارَىٰ'' [حج:۲]

ایسے ہولناک دن میں بھی انسان کو، جس چیز سے سب سے زیادہ سکون وراحت اور اطمینان قلب حاصل ہوگا، وہ ہے ذکر کا نور، چنانچہ جب انسان قبر سے اٹھے گا، تو اس کے آگے آگے ''لا الہ الا اللہ'' کا نور ہوگا، سر پر ''اللہ اکبر'' کا نور ہوگا، دائیں طرف ''سبحان اللہ'' کا نور ہوگا، بائیں طرف ''الحمدللہ'' کا نور ہوگا، اور پیچھے کی طرف ''لاحول ولاقوۃ الا باللہ'' کا نور ہوگا۔ گویا پانچوں طرف سے ذکر الٰہی کا نور اس کی حفاظت میں ہوگا، اور وہ نور کی جھرمٹ میں محشر کی طرف رواں دواں ہوگا، قرآن کریم میں ہے: ''وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ نُورُهُمْ يَسْعَىٰ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ'' [تحریم:۸]۔

* چھٹا فائدہ: سکونِ دل، دنیا کی زندگی میں اس سے بڑھ کر اور کوئی دولت نہیں
* ساتواں فائدہ: ذکر کا اہم فائدہ محبت الٰہی کا ملنا ہے،

بغیر شیخ معمولات خودرو گھاس کی طرح

ذکر اور معمولات کی تاثیر، اس وقت زیادہ ظاہر ہوتی ہے جبکہ انسان کسی مربیٔ کامل، شیخ طریقت، صاحب نسبت کی نگرانی میں شروع کرے، اور شیخ اپنے نور باطن سے محسوس کرلے کہ اس کے حق میں کونسا ذکر اور کتنی مقدار مناسب ہے، اگر کوئی شخص اپنے طور پر معمولات طے کرلے اور پابندی بھی کرنے لگے پھر بھی اس میں وہ تاثیر ظاہر نہیں ہوسکتی۔

اسی لئے حضرت مولانا غلام حبیب نقشبندیؒ فرمایا کرتے تھے کہ بغیر شیخ اپنے طور پر معمولات کرنا خودرو گھاس کی طرح ہے۔

حضرت اقدس تھانویؒ فرمایا (۱۳۶۲ھ/ ۱۹۴۳ء) کرتے تھے چاقو میں کاٹنے کی تاثیر

ضرور ہے، مگر کاٹنے والا ہاتھ چاہیئے، اسی طرح ذکر کے ساتھ ذکر سکھلانے والا بھی کوئی چاہیئے تب اس کی خاص تاثیر ظاہر ہوگی۔

ذکر میں اگر غفلت نہ ہو

جو ذکر قلب کو منور و روشن کرتا ہے، رحمت وسکون کو اتارتا ہے، یہ وہ ذکر ہے جو پوری توجہ، پورے دھیان، پورے خیال کے ساتھ ہو، ادھر ادھر کے وسوسے اور خیالات میں وہ بھٹک نہ رہا ہو، وساوس کے ہجوم میں ششدر اور حیران نہ ہو، فکر کی گندگی میں مبتلا نہ ہو، بلکہ اس کے دل کا رخ اللہ کی طرف ہو، اس کے دل کا لَو رحمت باری کی طرف ہو، اور ہمہ تن وہ اللہ کی طرف متوجہ ہو، ایسے ذکر سے فائدہ زیادہ ہوگا، ورنہ خاطر خواہ فائدہ نہ ہوگا۔

غفلت سے مایوس نہ ہوں

ذکر میں دھیان وخیال، معیت وحضوری بہت ہی محمود ومستحسن ہے، تاہم از خود غفلت طاری ہو، طبیعت میں اضمحلال ہو، نشاط اور چستی نہ ہو تو اس سے مایوس ہو کر ذکر چھوڑنا نہ چاہیۓ، بلکہ لگے رہنا چاہیۓ۔ ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ ایک مرید نے اپنے پیر سے کہا کہ میں ذکر کرتا ہوں، مگر دل غافل رہتا ہے، پیر نے جواب دیا کہ ذکر برابر کرتے رہو، اور اس پر اللہ کا شکر بھی کرتے رہو کہ اس نے کم از کم زبان کو یاد کی توفیق تو عطا فرمائی! البتہ توجہ اور حضوری کے لئے اللہ سے دعا کرتے رہو۔ (فضائل اعمال)

ذکر میں اگر کیفیت محسوس نہ ہو

تاہم ذکر میں اگر سرور وکیفیت، انشراح وانبساط اور لذت ومزہ محسوس نہ ہو، تو مایوس نہ ہونا چاہیۓ، میرے مرشد اوّل حضرت شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئیؒ فرمایا کرتے تھے: اللہ کا ذکر کرنا ہی مقصود ہے، کیفیات اور حالات کا ملنا مقصود نہیں، جس طرح دو طالب علم ہوں، ایک

طالب علم عمدہ نمبر سے کامیابی حاصل کرے، مگر اس کو کسی کی طرف سے کچھ مٹھائی اور انعام نہ ملے، جس سے بددل ہوکر شکایت کرتا پھرے کہ کچھ حاصل نہ ہوا، تو اس کو یہی کہیں گے کہ اصل غرض نتیجہ کا ٹھیک ہونا اور عمدہ کامیابی ہے، جس پر ترقی کا مدار ہے، جو تمہیں حاصل ہے، اور مٹھائی وغیرہ یہ عارضی چیز ہے، اس پر ترقی کا مدار نہیں۔ (مجالس محی السنۃ:۸۶)

پہلے کی طرح ذکر میں لطف نہ رہا

مشہور ومعروف عالم دین حضرت مولانا معین الدین صاحب مرادآبادیؒ نے ایک مرتبہ حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب نوراللہ مرقدہ سے عرض کیا کہ حضرت! ذکر میں لطف ومزہ شروع شروع میں بہت آتا تھا، اب وہ نہیں آتا، ارشاد فرمایا: کورا گھڑا، جب شروع شروع میں اس کے اندر پانی بھرا جاتا ہے تو اس میں سُوں سُوں کی آواز ہوتی ہے، بعد میں یہ آواز ختم ہو جاتی ہے، اسی طرح ذکر کا حال ہے، جب شروع میں کیا جاتا ہے تو لطف ومزہ محسوس ہوتا ہے، بعد میں جب قلب میں ذکر راسخ ہوجاتا ہے تو محسوس نہیں ہوتا۔ (ملفوظات فقیہ الامت:۴۲ قسط:۳)

صدا لگاتے رہئے

ذکر وتلاوت نماز وعبادت میں اگر لطف وحلاوت نہ ملے تو دلگیر نہ ہوں، بلکہ مسلسل لگے رہیں، تڑپ اور شوق کے ساتھ اس کی یاد میں مشغول رہیں، اور اپنا یہ جذبہ رکھیں۔

ضربیں کسی کے نام کی — دل پہ یوں ہی لگائے جا
گو نہ ملے جواب کچھ — دریوں ہی کھٹ کھٹائے جا
کھولیں یا نہ کھولیں در — اس پر نہ ہو تیری نظر
تو تو بس اپنا کام کر — یعنی صدا لگائے جا

ہم تو اسی در کے گداگر ہیں، جس در سے کبھی کوئی مایوس نہیں لوٹا، اسی در سے اگر شاہوں کو ملا تو گداگر کو بھی، ہم گداگروں کو اس کے در کو تھام کر رکھنا چاہئے، اور ذکر کے ساتھ دامن پھیلائے رکھنا چاہئے۔

مجلس﴿۱۶﴾

ذکر عام اور ذکر خاص کی تاثیر

الحمدﷲ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی امابعد۔

اعوذ باﷲ من الشیطان الرجیم، بسم اللہ الرحمن الرحیم ،یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ○ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ،صدق اللہ العظیم سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون وسلام علی المرسلین والحمدﷲ رب العالمین۔

اللھم صل علی سیدنا محمد وعلی آل سیدنا محمد وبارک وسلم

بندگی اور نیازمندی کا اصل معیار

انسان کی سب سے بڑی عزت وشرافت کا مدار عبدیت ہے، کہ عبد اور بندہ بن کر بندگی اور نیازمندی کے ساتھ زندگی گزارے، بندگی، عبدیت اور نیازمندی یہ نہیں کہ چند مخصوص اعمال اور معمولات ووظائف کرتا رہے، اور دیگر حقوق سے لاپرواہ رہے، بلکہ اصل بندگی یہ ہے کہ جب جس وقت جو حکم الٰہی یا فرمان نبوی آجائے اس کو بجالائے ،مثلاً: تلاوت میں ہو، یا ذکر میں، والدہ اگر آواز دے تو فوراً ان کے قدموں میں حاضر ہوجانا، یہی عبدیت اور یہی اللہ کی بندگی ہے، اگر تلاوت وذکر میں ہو اور پیاسا پانی مانگ رہا ہو تو تلاوت چھوڑ کر پانی پلادینا یہی اللہ کی بندگی اور نیازمندی ہے، تہجد کا ارادہ ہو مصلے پے کھڑا ہو، گھر میں کوئی بیمار کراہ رہا ہو، تہجد کے بجائے اس کی خدمت میں لگ جانا یہی بندگی کا تقاضا ہے، گویا جہاں شریعت کا جو تقاضا ہو وہاں اس پر عمل کرلینا اصلِ عبدیت، بندگی اور نیازمندی کہلائے گا۔

ذکر لسانی، قلبی اور عملی

قرآن کریم میں کثرتِ ذکر کی بے حد تاکید وتلقین ہے، اس کا یہ مطلب نہیں کہ ذکر کو

کرتے رہو، ذکر میں لگے رہو اور دیگر حقوق پامال ہوتے رہیں، اسی بنا پر مشائخ نے ذکر کی تین قسمیں کی ہیں:

ایک ہے ذکر لسانی: یعنی زبان سے ذکر کرتے رہنا

ایک ہے ذکر قلبی: یعنی دل کا اللہ کی طرف متوجہ رکھنا

اور ایک ہے ذکر عملی، ذکر عملی کا مطلب یہ ہے کہ جس وقت شریعت کا جو حکم ہو اس کو پورا کرنا خود یہ بڑا ذکر ہے ولذکر اللہ اکبر، یعنی اللہ کی اطاعت و فرماں برداری یہ بڑا ذکر ہے، دوسری جگہ ارشاد ہے: وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا جس نے میرے ذکر یعنی اطاعت سے اعراض کیا، اس کی زندگی تنگ ہو جائے گی۔

اس آیت میں ذکر سے مراد ذکر عملی اور ذکر عام ہے، اس سے معلوم ہوا کہ زبانی ذکر تو ہو مگر دیگر احکام چھوٹتے ہوں، معاملات صاف نہ ہوں، رشتے ناطے ٹوٹتے ہوں، حقوق ادا نہ ہوتے ہوں تو ایسے ذاکر کو حقیقتِ ذکر حاصل نہیں، اور نورِ ذکر اس کو میسر نہیں، اگر کوئی کہے کہ میرا قلب جاری ہے، ہر دم قلب اللہ اللہ کرتا ہے، لیکن کینہ، حسد یا قطع تعلق وغیرہ میں مبتلا ہے تو حقیقت میں اس کا قلب جاری نہیں، بلکہ یہ سفسطہ اور دھوکہ ہے، کیوں کہ قلب کے جاری ہونے کی علامت یہ ہے کہ اس کا ظاہر و باطن شرع کے بالکل مطابق ہو۔

ذکر عام اور ذکر خاص

بعض حضرات نے ذکر کی دو قسمیں کی ہیں: ذکر خاص اور ذکر عام؛ ذکر عام سے مراد اطاعت ربانی اور فرماں برداری ہے، گویا ذکر عام کا مطالبہ ہر دم ہے کہ انسان قلباً بھی ذاکر ہو، لساناً بھی ذاکر ہو، اور جسماً بھی ذاکر ہو، یعنی قلب کا اصل ذکر یہ ہے کہ اخلاق رذیلہ سے پاک وصاف ہو، اخلاق حمیدہ سے متصف ہو، قلب میں یادِ الٰہی بسی ہو، اور لساناً ذکر کا مطلب یہ ہے کہ زبان سے کوئی ایسی بات نہ نکلے جو اللہ کو پسند نہ ہو بلکہ کوئی بات نکلے تو کلمۂ خیر نکلے: مَنْ كَانَ

یُؤمِنُ بِاللہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیَقُلْ خَیرًا اَوْلِیَصْمُتْ کا مصداق ہو نیز زبان ذکر الٰہی سے تروتازہ رہے اور جسماً ذکر کا مطلب یہ ہے کہ جسم کا ہر عضو (آنکھ، کان، ہاتھ، پاؤں وغیرہ) اطاعت وفرماں برداری سے سرشار اور گناہوں سے محفوظ ہو۔

ذکر قلبی کا وسیع دائرہ

ذکرِ قلبی کا دائرہ بہت وسیع ہے، رب کریم سے دل میں امیدِ رحمت رکھنا یا خوف وخشیت رکھنا یہ بھی ذکرِ قلبی میں داخل ہے، مومنوں کی تعریف میں اللہ نے ارشاد فرمایا: یَرْجُوْنَ رَحْمَتَہٗ وَیَخَافُوْنَ عَذَابَہٗ ظاہر ہے کہ رحمت کی امید رکھنا اور عذاب سے ڈرنا یہ قلب کا فعل اور دل کا عمل ہے، گویا یہ قلبی کیفیات ہیں، جن سے اللہ کی طرف توجہ اور دھیان قائم رہتا ہے، اسی طرح کائنات میں غور وفکر کرنا یا صفاتِ باری میں غور وفکر کرنا پسندیدہ بھی ہے، مستحسن بھی ہے بلکہ ایک ساعت کا غور وفکر کرنا قیامِ لیل سے بہتر ہے، تو یہ غور وفکر بھی ذکرِ قلبی میں داخل ہے، گویا ذکر قلبی صرف اور صرف دل کے اللہ اللہ کرنے کا نام نہیں، بلکہ وہ تمام تر قلبی کیفیات جن سے دل کا لو اللہ کی طرف لگتا ہے، ذکرِ قلبی میں شامل ہے۔

ذکرِ عام کا مطالبہ

غرض ذکر عام کا مطالبہ ہر بندے سے ہر دم ہے، اور جس چیز کا مطالبہ بندے سے ہو، اس کے پورا نہ کرنے پر میدانِ حشر میں سوال ضرور ہوگا، لہٰذا خانقاہی نظام کے تحت چلنے والے، یا بیعت ہو کر ذکر ومعمولات کرنے والے، اس بات کو ذہن میں بیٹھالیں کہ اللہ کے یہاں حقیقی ذاکر اور حقیقی سالک ہم اسی وقت ہوں گے، جب پورے طور پر اللہ کے مطیع وفرماں بردار بن کر رہیں، ہاں جو ذکر خاص ہے یعنی زبان ودل سے ذکر، اس کی پابندی اور اس کی مداومت کی برکت سے، ذکر عام (اطاعت) کی صفت بہت جلد اور بدرجہ اتم آجاتی ہے۔

ذکر سے عمل للہ اور عمل باللہ

مومن کے عمل کی دو حیثیت ہے: ایک کو عمل للہ کہتے ہیں، اور ایک کو عمل باللہ، عمل للہ کا مطلب ہے اخلاص وللٰہیت کے ساتھ، اجر وثواب کے لیے عمل کرنا، اور عمل باللہ کا مطلب ہے ہر عمل کے وقت، اللہ کی طرف توجہ، دھیان، اور خیال رکھنا، معیت اور حضوری کی کیفیت کا ہونا، اس سے عمل کی روح بلند ہوتی ہے، مقامِ قرب جلد حاصل ہوتا ہے، دل کی دنیا رحمتوں کی آماجگاہ بنتی ہے

جب ذاکر ذکر کثیر کرتا ہے تو ابتداءً ذکر بلکہ ہر عمل میں اجر وثواب پیش نظر ہوتا ہے، مگر ذکر کثیر اور صحبتِ شیخ کی برکت سے عمل باللہ کی دائمی صفت حاصل ہوتی ہے، جس سے اس کے درجات بلند ہوتے رہتے ہیں، ذکر خفی، ذکر قلبی، ذکر روحی کی کیفیت میں مدد ملتی ہے، گویا ذکر کثیر سے توفیق عمل، حسن عمل، عمل للہ، اور پھر عمل باللہ کی کیفیت حاصل ہوتی ہے۔

چھوٹے ذکر پر اس قدر ثواب تو کثرتِ ذکر کیوں؟

بعض اذکار وہ ہیں جو مختصر ہیں؛ لیکن اس کی فضیلت، اس کا اجر وثواب بے مثال اور بے انتہا ہے، ایسے اذکار کو دیکھ کر محسوس ہوتا ہے کہ پھر کثرتِ ذکر کی کیا ضرورت؟ اور اپنے آپ کو تھکانے سے کیا فائدہ؟ مثلاً: حضرت جویریہؓ کی روایت پیش نظر ہے: ایک دفعہ حضرت جویریہؓ نمازِ فجر سے لے کر اشراق تک مصلی پر بیٹھی تھیں، جبکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فجر کے بعد باہر تشریف لے گئے، واپس آنے کے بعد دیکھا کہ مصلے پر بیٹھیں اللہ کی یاد میں ہیں، آپ نے فرمایا: جس نے یہ کلمہ تین مرتبہ پڑھ لیا فجر سے اشراق تک ذکر کرنے کے برابر ثواب ملے گا، وہ ذکر یہ ہے: (مسلم شریف: ۴۹۰۵)

سُبحَانَ اللہِ وَبِحَمدِہٖ عَدَدَ خَلقِهٖ وَرِضَا نَفسِهٖ وَزِنَةَ عَرشِهٖ وَمِدَادَ كَلِمَاتِهٖ

تو اس قسم کے اذکار کے بعد اب طویل ذکر یا کثرت ذکر کی ضرورت نہ رہ جاتی ہے نہ بظاہر کوئی فائدہ نظر آتا ہے،

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ (۱۷۶۲ء) فرماتے ہیں: کثرت ذکر کی فضیلت اس

اعتبار سے ہے کہ اس سے نسبتِ احسانی حاصل ہوتی ہے، لہٰذا جس شخص کا مقصد اپنے باطن کو ذکر کے رنگ سے رنگین کرنا ہو، یعنی باطن میں احسانی کیفیت (حضوری، یادداشت) حاصل کرنا ہو اس کو ذکر کی کثرت کرنی چاہیے۔

اور جس کا مقصد ثواب حاصل کرنا ہے تو اسے ایسے اذکار کو اختیار کرنا چاہیے، جو معنی ومفہوم کے اعتبار سے بہت ہی فائق اور بلند وبالا ہوں۔ حضرت جویریہؓ کی حدیث یا اس قسم کے اذکار کا مقصد ثواب حاصل کرنے کے آسان طریقے کو بتلانا ہے، خاص کر ان لوگوں کے لیے جو بہت مشغول رہا کرتے ہیں۔ (رحمۃ اللہ الواسعہ: ۴/ ۳۱۲)

ذکر: انابت وتوجہ اور حضوری کا ذریعہ

کسی بھی عمل میں اگر اللہ کی طرف دھیان وتوجہ نہ ہو تو وہ عمل بے روح اور بے جان ہے، جس میں دھیان وتوجہ شامل ہو، انابت وحضوری کی کیفیت ہو تو اس کی قدر وقیمت بہت بلند وبالا ہوتی ہے، اس کیفیت کے حاصل ہونے کے لیے کچھ نہ کچھ قربانی دینی ہوگی، حضرت مفتی شفیعؒ فرمایا کرتے تھے کہ اگر سالک وذاکر کی یہ تمنا ہے، کہ دل اللہ کی طرف لگا رہے، دل میں یادِ الٰہی قائم رہے، تو یہ نعمت دو باتوں سے حاصل ہو سکتی ہے: ایک کثرت ذکر سے، اور ایک اہل اللہ کی صحبت سے،

آج کے سالکین کی یہ تمنا تو ضرور ہے کہ ہمیں حضوری، ہمہ دم یادالٰہی اور انابت کی دولت نصیب رہے مگر نہ ذکر کثیر پر مداومت کرتے ہیں، نہ صحبتِ شیخ کی فکر، تو یہی کہا جائے گا کہ: ''ایں خیال است ومحال است وجنوں''

ذکر کے کچھ انمول فائدے

رب کریم نے اپنی شان کریمی اور شان رحمت کا بہت بڑا حصہ اپنے ذکر میں رکھا ہے، علامہ ابن قیمؒ (۷۵۱ھ/ ۱۳۵۰ء) نے اپنی کتاب مدارج السالکین میں ذکر کے ایک سو ایک فائدے لکھے ہیں، تاکہ سالکین جب پڑھیں تو ان کا جذبۂ ذکر ابھرتا رہے، شوق ذکر بڑھتا رہے

،حضرت مولانا غلام حبیب نقشبندیؒ نے مجالس حبیب میں بھی اپنے مخصوص انداز میں بہت سے فوائد ذکر کیے ہیں، انہیں کے الفاظ میں سنا دینا مناسب معلوم ہوتا ہے:

(۱) ذکر سے شیطان دفع ہو جاتا ہے، اور ذکرِ الٰہی، شیطان کی قوت کو توڑ دیتا ہے۔

(۲) ذکر، دل و دماغ سے غم وفکر کو دور کرتا ہے۔

(۳) چہرہ اور دل کو منور کرتا ہے، رزق کو کھینچ لاتا ہے۔

(۴) ذکر کرنے والے کو ہیبت، اور حلاوت کا لباس پہنایا جاتا ہے۔
یعنی ان کو دیکھنے سے رُعب پڑتا ہے اور دیکھنے والوں کو حلاوت نصیب ہوتی ہے۔

(۵) ذکر، دل اور روح کی غذا ہے، دونوں کو غذا نہ ملے تو دونوں اس طرح کمزور ہو جاتے ہیں جیسے بدن کو غذا (کھانا) نہ ملنے سے کمزور ہو جاتا ہے۔

(۶) قلب کا زنگ صاف کرتا ہے۔

(۷) ذکر دلوں میں سکون و وقار پیدا کرتا ہے۔

(۸) راقم کہتا ہے کہ آدمی کے دل میں ایک گوشہ ہے، جو اللہ تعالیٰ کے ذکر کے علاوہ کسی چیز سے پُر نہیں ہوتا، جب ذکر دل پر مسلط ہو جاتا ہے، تو وہ نہ صرف اُس گوشہ کو پُر کرتا ہے ، بلکہ ذکر کرنے والے کو بغیر مال کے غنی کر دیتا ہے، اور بغیر کُنبہ اور جماعت کے لوگوں کے دلوں میں عزت والا بناتا ہے، اور بغیر سلطنت کے بادشاہ بنا دیتا ہے۔ اور خدانخواستہ اگر کوئی شخص ذکر سے غافل ہوتا ہے، تو وہ باوجود مال و دولت، کنبہ اور حکومت کے ذلیل ہو جاتا ہے۔

(۹) ذکر پراگندہ کو مجتمع اور مجتمع کو پراگندہ کرتا ہے، دور کو قریب اور قریب کو دور کرتا ہے۔ پراگندہ کو مجتمع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کے دل پر جو متفرق ہموم وغموم اور تفکرات و پریشانیاں ہوتی ہیں، ان کو دور کر کے جمعیتِ خاطر پیدا کرتا ہے، اور مجتمع کو پراگندہ کرنے کا مطلب یہ ہے، کہ آدمی کی جو لغزشیں اور گناہ جمع ہو گئے ہیں، ان کو پراگندہ کر دیتا ہے، اسی طرح جو شیطان کے لشکر آدمی پر مسلط ہیں ان کو پراگندہ کر دیتا ہے اور آخرت کو جو دور ہے قریب کر دیتا

ہے اور دنیا جو قریب ہے، دور کر دیتا ہے۔

(۱۰) ذکر ایک درخت ہے جس پر معارف کے پھل لگتے ہیں۔ صوفیہ کی اصطلاح میں ،احوال اور مقامات کے پھل لگتے ہیں، اور ذکر کی جتنی کثرت ہوگی، اُتنی ہی اس درخت کی جڑ مضبوط ہوگی اور جتنی جڑ مضبوط ہوگی، اتنے ہی زیادہ اس پر پھل آئیں گے۔

(۱۱) ذکر کی مجلسیں فرشتوں کی مجلسیں ہیں۔

(۱۲) جو شخص سُبحَانَ اللهِ وَ بِحَمدِہٖ سُبحَانَ اللهِ العَظِیمِ سات مرتبہ پڑھے، ایک گنبد اس کے لئے جنت میں تعمیر ہو جاتا ہے، بشرطیکہ اس وظیفہ کو صحیح سالم، اپنے خلوص قلب اور دل کی صفائی کے ساتھ پڑھے، اور وہ صحیح عقیدے کا ہو، یعنی موحد ہو اور اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت بھی ہو، تب اس کے لئے جنت میں گنبد تعمیر کیا جاتا ہے۔ (رواہ البخاری)

قرآن مجید میں ایک جگہ ارشاد ہے: مَن جَاءَ بِالحَسَنَةِ فَلَهُ عَشرُ اَمثَالِهَا۔ (جو شخص کوئی نیک کام کرے گا اس کو دس حصہ ملیں گے۔) (انعام ع ۲۰)

یعنی جو شخص ایک نیکی صحیح سالم لے کر ہمارے پاس آئے، یہ نہیں کہا کہ جو شخص ایک نیکی کرے بلکہ یہ کہا کہ نیکی لے کر آئے، یہ مشکل کام ہے۔ ظاہر ہے کہ جب عقیدہ صحیح نہ ہو تو سارا عمل بے کار، اور اگر اخلاص نہ ہو تو بھی سب کچھ بیکار۔

(۱۳) ذکر کی وجہ سے ہر مشقت آسان ہو جاتی ہے، ہر دشوار چیز سہل ہو جاتی ہے، ہر قسم کے بوجھ میں خفت ہو جاتی ہے، اور ہر مصیبت زائل ہو جاتی ہے۔

(۱۴) ذکر کی کثرت سے، نفاق سے بَری ہونے کا اطمینان (اور سند) ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے منافقوں کی صفت بیان کی وَلَا یَذکُرُونَ اللهَ اِلَّا قَلِیلًا یعنی نہیں ذکر کرتے مگر تھوڑا سا،

حضرت شیخؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے ذکر کثیر چاہتے ہیں، ذکرِ قلیل تو منافق اور مشرک بھی کرتے ہیں۔ (مجالس حبیب: ۱/ ۱۱۸)

ذکر کا اثر دیگر اعمال پر بھی

صبح کے ناشتے سے جس طرح جسم کو توانائی، ایزجی ملتی ہے، دن کے کام کاج اور دیگر مشاغل میں آسانی پیدا ہوتی ہے اسی طرح ذکر، تسبیح تہلیل اور استغفار وغیرہ سے روح کو روحانی غذا ملتی ہے، جس سے دن رات کے معمولات اور اعمال بحسن وخوبی ادا ہوتے ہیں، نیز معاصی سے اجتناب، گناہوں سے حفاظت، اور نفس کی مخالفت آسان ہوجاتی ہے، اس سے اندازہ لگائیے کہ ذکر کے فوائد کتنے دوررس ہیں کہ اعمال واحکام کی ادائیگی، نفسانی، شہوانی، فساد ونقصان سے بچنے کا ذریعہ ہے پھر بھی ہم غفلت وسستی کریں تو اس کو محرومی کے سوا کیا کہیں گے۔

ذکر سے قناعت پسندی بھی

دل میں زہد وقناعت اور استغنائیت و بےلوثی کا ہونا عظیم نعمت ہے، اگر دل قناعت سے خالی ہو تو حب مال اور حرص وطمع سے انسان بچ نہیں پاتا، دولت کی ہوس میں بے تاب رہتا ہے، مال وزر پر ہمیشہ للچائی ہوئی نظر ڈالتا ہے، یہ ایک نہایت مذموم صفت ہے، جبکہ قناعت سے دل کو سکون ملتا ہے، اپنے پاس جو کچھ ہے اسے دیکھ کر دل شکر سے لبریز رہتا ہے، اور اس کی زبان حمد وثنا سے تروتازہ رہتی ہے، اگر حرص وطمع کو ختم کرنا ہو، قناعت پسندی کی صفت سے دل کو آراستہ کرنا ہو تو کثرتِ ذکر اس کا موثر معجون ہے، جس سے دل ہمیشہ معمور وآباد رہتا ہے، اور اللہ کی دید کی لذت، اور لذت آشنائی حاصل ہوتی ہے، پھر تو ظاہری اور باطنی غنا کی کیفیت میں مست رہتا ہے، کسی نے کیا عجیب کہا:

عجب چیز ہے لذت آشنائی　　دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو

قناعت پسندی کی صفت کے بعد دل کا یہ جذبہ رہتا ہے:

تسلی دل کو ہوتی ہے خدا کو یاد کرنے سے　　نہ دنیا سے نہ دولت سے نہ گھر آباد کرنے سے

مجلس《۱۷》

ذکر کا وسیع دائرہ

الحمد للہ و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفی امابعد۔

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم، بسم اللہ الرحمن الرحیم۔اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْھِمْ آیَاتُہٗ زَادَتْھُمْ اِیْمَاناً وَعَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ، (انفال:۲)اَلذّٰاکِرِیْنَ اللّٰہَ کَثِیْراً وَّالذّٰاکِرَاتِ اَعَدَّ اللّٰہُ لَھُمْ مَّغْفِرَۃً وَّاَجْراً عَظِیْماً (احزاب:۳۵)۔ وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِکْرِیْ فَاِنَّ لَہٗ مَعِیْشَۃً ضَنْکاًسبحان ربک رب العزۃ عما یصفون و سلام علی المرسلین و الحمد للہ رب العالمین۔

اللھم صل علی سیدنا محمد و علی آل سیدنا محمد و بارک و سلم۔

ذکر شریعت کا مغز ہے

دین و شریعت کے جتنے بھی شعبے اور احکام و اعمال ہیں، ان تمام پر اگر غور کریں گے تو محسوس ہوگا کہ ذکر اور دعا کی حیثیت، مقصود اور مغز کی ہے، ذکر سے یادِ الٰہی کو دل میں بسانا ہے، اللہ سے ربط و تعلق کو بڑھانا ہے، اور دعا سے اپنی نیازمندی، بے چارگی اور بے کسی کو ظاہر کرنا ہے۔

جس طرح معدہ کے لئے کوئی بھی غذا اس وقت تک مرغوب و پسندیدہ نہیں ہوتی جب تک اس میں نمک، یا مٹھاس یا ترشی نہ ہو۔

اسی طرح اللہ کی بارگاہ میں کوئی بھی عمل قابل قبول نہیں، جب تک کہ اس میں ذکر اور دعا کا حصہ شامل نہ ہو، یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں ہر اہم عمل کے اختتام پر ذکر کا حکم ہے، مثلاً: وقوف عرفہ کے بعد، وقوف مزدلفہ، صلوٰۃ خوف، نماز جمعہ، بلکہ کسی بھی نماز کے بعد، اور یہ حکم امت کو بھی ہے، اور پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی، یہ اس لئے کہ ذکر کی وجہ سے اس میں قبولیت و محبوبیت

کی شان پیدا ہو جاتی ہے۔

ذکر عام اور خاص کا مفہوم

قرآن وحدیث میں ذکر کا لفظ، صرف زبانی یا قلبی ذکر کے لئے استعمال نہیں ہوا، بلکہ ذکر کا ایک عام معنی ہے اور ایک خاص معنی اور بندہ ان دونوں کا مکلف ہے، ذکر اپنے وسیع اور عام معنی کے لحاظ سے نماز، تلاوت، قرآن، دعا واستغفار بلکہ اوامر ونواہی کو بھی شامل ہے، ''مَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِکْرِیْ فَاِنَّ لَہٗ مَعِیْشَۃً ضَنْکاً'' (طٰہٰ: ۱۲۴) میں ذکر عام ہی مراد ہے۔

لیکن مخصوص عرف واصطلاح میں، ذکر سے مراد، تسبیح وتقدیس اور اللہ کی توحید والوہیت کو بیان کرنا ہے، اللہ کی عظمت وکبریائی کو بیان کرنا، اس کی صفات کو زبان سے دہرانا اور اس کی طرف دھیان رکھنا ذکر اللہ کہلاتا ہے، اس ذکرِ خاص کے ذریعہ روحانی ترقی جلد ہوتی ہے، اور ملأ اعلیٰ سے اس کا خاص ربط ہوتا ہے۔

ذکر صوری اور ذکر حقیقی

حضرت اقدس مولانا اشرف علی تھانویؒ (۱۳۶۲ھ/ ۱۹۴۳ء) فرماتے ہیں، کہ اللہ کو یاد کرنا دو طرح سے ہوتا ہے، ایک ہے صوری، اور ایک ہے حقیقی۔

ذکر صوری زبان سے یاد کرنے کو کہتے ہیں، اور ذکر حقیقی ادائے حقوق کو کہتے ہیں، ان دونوں میں زبان سے ذکر، ذکر اللہ کا ایک فرد ہے، مگر یہ ناقص ہے، اور ذکر حقیقی یعنی تمام حقوق کی ادائیگی، یہ ذکر اللہ کا کامل فرد ہے۔ اگر کسی شخص میں دونوں چیزیں ہوں، یعنی حقوق کی ادائیگی بھی ہو، اور زبان سے ذکر بھی ہو، تو زہے نصیب! سبحان اللہ! اسے تو درجۂ کمال حاصل ہے، کیوں کہ اللہ کے حقوق کی بہت سی قسمیں ہیں مثلاً عقائد، اعمال، اخلاق، معاملات، حقوق العباد وغیرہ، گویا سارے ہی احکام ذکر کے دائرے میں آ گئے۔

ایک جگہ فرماتے ہیں کہ ذکر کی دو قسمیں ہیں: ایک صورتِ ذکر، اور ایک حقیقتِ ذکر۔

جو لوگ اعمال بجا نہیں لاتے، صرف ذکرِ لسانی یا قلبی کرتے ہیں، ان کو تو صورتِ ذکر حاصل ہے، لیکن حقیقتِ ذکر حاصل نہیں، مگر ہاں! ذکرِ لسانی بھی بے کار نہیں، بلکہ نافع اور مفید تو ہے، جس کو کامل اور اعلیٰ درجہ حاصل نہ ہو وہ اسی کو غنیمت سمجھے۔ (شریعت وطریقت: ۲۸۰،۲۸۱)

ذکر کا اثر انگ انگ پر

ذکر واذکار میں لگے رہنا، اور راہِ سلوک سے وابستہ رہنا، اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ہم چند معمولات تو کرلیں، لیکن ہماری زندگی میں دیگر اعمال واخلاق نہ ہوں، لہٰذا اگر اخلاقیات سے ہم کورے اور خالی ہوں، نہ تو آدابِ زندگی ہو، نہ ہی حسنِ معاشرت، اور نہ ہی حسنِ اخلاق کے نمونے، بلکہ ذکر وتسبیح کی وجہ سے نفس میں کچھ عجب آنے لگے، دوسروں کے حقوق پامال ہونے لگیں اور ہمیں اس کی پرواہ بھی نہ ہو، تو گویا ذکر کا اثر اور فائدہ ہم کو حاصل نہیں، اور نہ ہی راہِ سلوک کی حقیقت کو ہم سمجھ سکیں۔

اسی بنا پر حصن حصین میں منقول ہے: ''کُلُّ مُطِیعٍ لِلّٰہِ فَھُوَ ذَاکِرٌ'' یعنی جو شخص اللہ کی فرمانبرداری کرنے والا ہے دراصل وہی سچا ذاکر اور اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے والا ہے، حتیٰ کہ اگر اللہ تعالیٰ کے حکم الٰہی کو بجالانے کی نیت سے کھانا بھی کھائے تو وہ بھی ذکر ہے، بلکہ پابندیٔ دین مقصود ہو، تو وہ بھی ذکر ہے، اسی طرح استنجاء بھی اگر اس نیت سے کرے کہ اس سے فارغ ہو کر عبادت میں مشغول ہوگا تو وہ بھی ذکر ہے۔ (تہذیب الاخلاق، بحوالہ اپنی اصلاح کا مکمل نصاب)

دل کے محراب کو درست کیجئے

صحبتِ شیخ اور ذکر کثیر کا مقصد، رضائے الٰہی، اور ذات باری سے ربط وتعلق کو قوی اور مضبوط بنانا ہے، ذات باری کی رضا اور خوشنودی اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتی، جب تک کہ دین وشریعت کے تمام شعبوں پر اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ عمل نہ ہو، احکامات کی پابندی، معاصی اور گناہوں سے مکمل اجتناب نہ ہو، حقوق اللہ اور حقوق العباد کا پاس ولحاظ نہ ہو، کسی ایک شعبے کو

مضبوطی سے پکڑ لینا اور دوسرے شعبوں سے بے فکر رہنا، بلکہ اس کے خلاف کرنا، یہ نہ تو کوئی عقلمندی ہے، نہ ہی دینداری؟ اس لئے دل کے محراب کو اور ذہن وفکر کو درست کیجئے، کہ صرف ذکر کر لینا یا خانقاہ میں آتے جاتے رہنا، یا رمضان میں اعتکاف کر لینا کافی ہوگا، ہرگز نہیں۔

دل میں اصل تصویر کو دیکھئے

معمولات اور ذکر وغیرہ سے دل میں روشنی ضرور آتی ہے، مگر ضرورت ہے کہ ہم اپنے من میں ڈوبیں، دل کو جھانکیں، تا کہ اصل تصویر نظر آئے، انسان جب صدق دل سے، اپنے دل کے دریچہ کو کھولتا ہے، تو دل کے امراض نظر آتے ہیں، مثلاً عجب وکبر، حسد وکینہ، ریا نام ونمود، تحقیر وبدگمانی، حب مال وحب جاہ، بے جا غصہ وانتقامی جذبہ یہ سب باطنی امراض ہیں، جن کو دور کرنا فرض ہے۔

اصلاحی تعلق بھی ہو اور غیبت وکذب بیانی بھی

ذکر وصحبت کا مقصد شریعت کے سانچے میں ڈھلنا ہے، صرف مراقبہ یا تسبیح کے دانے ہاتھ میں رکھنا مقصود نہیں، بلکہ اصل مقصد اُس زبان کی حفاظت بھی ہے جس سے بیس قسم کے گناہ سرزد ہوتے ہیں، تو ذکر کرنے والا اس عزم کے ساتھ ذکر کرے کہ جس زبان سے میں ذکر کر رہا ہوں، اس زبان کو بیس قسم کے گناہوں میں سے ہر ایک سے، اور خاص کر غیبت، کذب بیانی تمسخر، استہزاء، چغل خوری وغیرہ سے ضرور بچاؤں گا۔

ذکر بھی ہو آنکھوں سے بدنظری بھی

ذکر وتلاوت کرتے ہوئے، اس بات کا عزم وارادہ ہو کہ جن آنکھوں سے قرآنی آیات کو دیکھ رہا ہوں، ان سے کسی غیر محرم کو یا موبائل پر گناہ کو، اور فحش وعریاں تصویروں کو ہرگز نہ دیکھوں گا، ورنہ تو یہ کیسا ذکر؟ کہ تسبیح کے دانے بھی ہاتھ میں ہوں، مراقبہ میں سر جھکے بھی ہوں، مگر آنکھ محفوظ نہ ہو، دل ودماغ میں گندے خیالات کا ہجوم ہو، یہ کیسا ذکر؟ یہ کیسی صحبت؟ یا کیسا جذبہ

اصلاح؟ کہ ”اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْؤُلًا“ (اسراء:۳۶) کا استحضار نہ ہو؟ جواب دہی کا خیال نہ ہو؟ اسلئے ذکر وصحبت کے ساتھ زبان وآنکھ کی حفاظت بھی کیجئے۔

ذکر بھی ہوا اور دل آزاری بھی

ذکر کے جس قدر فوائد وبرکات ہیں، وہ سب مسلم ہیں، مگر یہ کونسی اصلاح ہے، کہ زبان و دل سے ذکر بھی ہے، اور بات بات میں، دل آزاری بھی ہے، اہل خانہ ہو یا اقرباء، دوست و احباب ہوں، یا دوسرے حضرات، ان کے سامنے یا پیٹھ پیچھے، ایسی ناحق بات کہدی کہ جس سے اس کا دل زخمی ہو گیا، دل چھلنی ہو گیا، دل آزاری ہو گئی، اور ہم ہیں کہ اپنی تسبیح و مراقبہ میں مست اور خوش فہمی میں مبتلا ہیں، کہ ہم نے تو کچھ کیا ہی نہیں۔

آبرو ریزی بھی، اور خوش فہمی بھی

شوق ورغبت اور صحبت شیخ کی بنا پر، ذکر کثیر کی توفیق تو ہو جاتی ہے، مگر کبھی کبھی ذاکر عجب وکبر، خود پسندی، پندار اور حب جاہ میں مبتلا ہو جاتا ہے، حقوق العباد کی طرف نظر نہیں جاتی، تواضع، عاجزی، مسکنت کے بجائے دوسروں کی حقارت، اہانت دل میں رہتی ہے، اور نفس احساس ہونے نہیں دیتا، بلکہ دوسروں کی عزت وآبرو سے متعلق ہماری کوتاہی کو حسین انداز میں پیش کر کے، اپنے آپ کو حق بجانب سمجھتا ہے، مولانا رومیؒ فرماتے ہیں: اے غافل! تو لوگوں کی آبرو بگاڑ کر، اور ان کا مال چھین کر، کیا خوش ہوتا ہے، اور اس دن تم کو کیسی حسرت ہوگی، کہ جب تو عدالت کے سامنے کھڑا ہوگا، اور مفلس وحقیر ہوگا، یہ طاقت نہ ہوگی، کہ کوئی حق ادا کر سکو، یا کوئی عذر پیش کر سکو، اس وقت تمہاری وہ نیکیاں جن میں تو نے اپنی عمر صرف کی ہے لیکر حقوق کے بدلے تیرے مدعیوں کو دی جائیں گی۔

ستر نبی کے برابر ذکر، پھر بھی نجات خطرے میں

مولانا رومیؒ (۶۷۲ھ/ ۱۲۷۳ء) مزید فرماتے ہیں کہ کسی کے پاس ستر نبیوں کا ثواب

ہو، اور آدھے پائی کا کوئی مدعی ہو، تو جب تک وہ راضی نہ ہوگا، جنت میں نہ جائے گا، مزید لکھتے ہیں کہ ایک دانگ کے بدلے سات سو مقبول نمازوں کا ثواب مدعی کو دیدیا جائے گا، امام غزالیؒ فرماتے ہیں، کاش تم رات بھر عبادت کرنے اور دن بھر روزہ رکھنے کا اپنے نفس سے حساب لیتے رہو، تو تم کو پتہ چلے گا کوئی دن ایسا نہیں گذرتا جس میں تمہاری زبان پر مسلمان کی غیبت نہ ہو، جو تمہارے حسنات کو ختم کردیتی ہو، تم اس دن کیسے بچ پاؤ گے، جب کہ سینگ والے جانور سے بھی بے سینگ کا بدلہ دلوایا جائے گا۔ (مجالس ابرار: ۴۵۲)

ذکر وصحبت، پھر بھی محرومی

یادرکھئے، غیبت ہو یا کذب بیانی، بدنظری ہو یا دل آزاری، کبھی بھی ہم نور نہیں پا سکتے، دل روشن نہیں ہوسکتا، تجلیات وانوارات ہمارے قلب میں نہیں آسکتے، نسبت الٰہی، معیت ربانی، کی دولت کبھی نصیب نہیں ہوسکتی، اس لئے خانقاہ میں آمد، اور ذکر وصحبت کی وجہ سے اگر عبادت میں جی لگنے لگا، رونا بھی آنے لگا، دعاء میں آنسوں بھی آنے لگے، یہ سب اصلاح، رضائے الٰہی، اور کامیابی کی علامت ہرگز نہیں، جب تک زبان، آنکھ، کان، دل، دماغ پاک و صاف نہ ہوں، معاملات اور حقوق العباد درست نہ ہوں۔

گناہوں سے بچے بغیر نور نہیں مل سکتا

حضرت حکیم اخترؒ (۱۴۳۴ھ/ ۲۰۱۳ء) فرماتے ہیں کہ ذکرِ مثبت (لا الہ الا اللہ) سے جو انوارات پیدا ہوتے ہیں، اس دل میں نفوذ کر جاتے ہیں، جو ذکرِ منفی اعلیٰ درجہ کا کرتا ہے، ذکر مثبت سے مراد ذکر اللہ نوافل تلاوت وغیرہ ہیں، اور ذکر منفی سے مراد گناہ سے بچنا، تقوی سے رہنا، گناہ سے بچنے میں، دل کی آرزو پوری نہ ہونے سے جب دل ٹکڑے ٹکڑے ہوجاتا ہے، تو ذکرِ مثبت (عبادات نافلہ) کے انوار دل کے ریزہ ریزہ میں نفوذ کر جاتے ہیں، فرماتے ہیں اتباع سنت سے نور پیدا ہوتا ہے اور تقوی سے اس نور کی حفاظت ہوتی ہے، جو تقوی کا اہتمام نہیں کرتا وہ انوارِ سنت کو ضائع کرتا ہے۔ (افضال ربانی: ۷۴)

- ذکر سے اگر سکون دل ملتا ہے تو گناہوں سے سکون دل سلب ہوجاتا ہے۔
- نورِ صحبت سے اگر دل روشن ہوتا ہے تو گناہوں سے دل سیاہ ہوتا ہے۔
- ذکر وصحبت سے اگر علم الٰہی کا فیضان ہوتا ہے تو گناہ سے نور علم سے محروم ہوجاتا ہے۔
- ذکر وصحبت سے اگر دل جمعی ہوتی ہے تو گناہ سے پریشانیوں کا ہجوم ہوتا ہے۔
- ذکر وصحبت سے اگر حق وباطل میں امتیاز ہوتا ہے تو گناہ سے یہ امتیاز ختم ہوجاتا ہے۔

کیا ذاکر سب سے بڑا عابد؟

ہر سالک بلکہ ہر مومن کی یہ تمنا ہوتی ہے، کہ میں سب سے بڑا ذاکر، عابد ہوجاؤں، وہ شیخ کے معمولات پر پابندی سے عمل بھی کرتا ہے، جب موقعہ ملا ذکر وتلاوت بھی کرتا ہے، مگر ضروری نہیں کہ عند اللہ وہ سب سے بڑا عابد بن جائے، اس کا شمار بڑے عبادت گذار میں ہوجائے، کیوں کہ عند اللہ سب سے بڑے عبادت گزار کا معیار یہ ہے کہ حرام، ناجائز اور معاصی کو چھوڑ دے، حضرت عقبہ بن عامرؓ نے کہا کہ میں سب سے بڑا عبادت گزار بننا چاہتا ہوں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ ہردم ذکر وتسبیح پڑھتے رہو، مصلے پر بیٹھے رہو، اعتکاف میں لگے رہو، بلکہ فرمایا ’’اِتَّقِ الْمَحَارِمَ تَكُنْ اَعْبَدَ النَّاسِ‘‘ (ترمذی) کہ حرام چیزوں سے، غیبت، توہین، تحقیر، اہانت، دل آزاری، گالم گلوچ، حسد، کینہ، عجب وکبر، وغیرہ سے بچو، تب تم سب سے بڑے عابد بن سکوگے۔

لہذا ذکر وصحبت کے ساتھ پوری ہمت اور پورے عزم بالجزم کے ساتھ گناہوں سے، خاصکر جن کا تعلق بندوں سے ہے، ان سے اپنے آپ کو بچائیں، ہاں: ذکر اور صحبت شیخ یہ دونوں ان گناہوں سے بچنے میں بہت ہی معاون ہوتے ہیں، ان کی برکت سے انسان میں بچنے کی فکر پیدا ہوتی ہے، اور فیض شیخ کی نورانیت سے رزائل زائل ہونے لگتے ہیں، اس لئے یہ دونوں عمل بھی ہوں، اور گناہوں سے بچنے کی فکر بھی ہو۔

اصلاح نفس کی فکر بھی ہو

ذکر خواہ جہری ہو یا سری، زبانی ہو یا قلبی، ذکر کے ساتھ ساتھ اپنے رذائل، اخلاق ذمیمہ اور بری عادتوں کو دور کرنے کی فکر اور کوشش کرنا بھی ضروری ہے، اگر معمولات کی پابندی بھی ہو خانقاہوں میں آمد و رفت بھی ہو، لیکن نہ اپنے ظاہری اور باطنی گناہوں پر نظر ہو، اور نہ ہی ان کو دور کرنے کی کوشش ہو، تو ظاہر ہے کہ اس سے نہ تو انوارات حاصل ہوں گے اور نہ ہی کیفیات، کیوں کہ گناہوں کا چھوڑنا اور آئندہ نہ کرنے کا عزم و ارادہ کرنا، لازم اور ضروری ہے ،لہذا اپنے آپ میں جھانکئے، گناہوں کو تلاش کیجئے اور اپنے آپ کو بچانے کی فکر کیجئے،

نیز اسی کے ساتھ جب ذکر کریں تو یہ نیت بھی کریں کہ میرے اندر جو جو اخلاق ذمیمہ ہیں وہ ذکر کی برکت سے دل سے زائل ہو رہے ہیں، تو اس حسنِ نیت کی برکت سے انشاء اللہ قلبی امراض دور بھی ہوں گے، غرض قلبی امراض جسکا دور کرنا فرض ہے، اس کے لئے اولا اپنے عزم و ارادے سے اس کو چھوڑنا، بچنے کی ہر ممکن کوشش کرنا، اور ذکر کرتے ہوئے ان تمام چیزوں کے زائل ہونے کی نیت رکھنا بھی مفید ہے۔

باطنی امراض کے لئے عمدہ کتاب

امام غزالیؒ (۵۰۵ھ) کی بہت عمدہ اور بہت مفید کتاب ہے، جس کا نام تبلیغ دین ہے، اس میں انہوں نے دل کے تمام امراض، اخلاق رذیلہ وذمیمہ کو الگ الگ بیان کیا ہے، ہر مرض کی پہچان، اس کی علامت لکھی ہے، اور اس کے ازالے کی تدبیریں بھی لکھی ہیں، کہ اس سے بچنے، اس کو زائل کرنے کی کیا کیا تدبیر ہو سکتی ہے، اس عاجز کے شیخ اول حضرت اقدس عارف باللہ مولانا ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ بیعت ہونے والوں کو اس کے مطالعہ کی بہت ترغیب دیتے تھے، اور کبھی کبھی رمضان کی مبارک مجلس میں اس کی تعلیم بھی کرواتے تھے۔

مجلس《۱۸》

ذکر انگ کی کنجی

الحمدللہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی امابعد۔

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ۔ (حدید:۱۶) صدق اللہ العظیم۔

سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون وسلام علی المرسلین والحمدللہ رب العالمین۔

اللھم صل علی سیدنا محمد وعلی آل سیدنا محمد وبارک وسلم۔

بغیر کنجی داخلہ ممکن نہیں

بعض چیزیں اہم اور قیمتی ہوتی ہیں، جن کے لئے تالے چابی کی ضرورت ہوتی ہے، چابی کے بغیر انسان نہ اندر جا سکتا ہے، نہ اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے، اسی طرح بعض اعمال وہ ہیں جن کے لئے اللہ پاک نے چابی بنائی ہے، نماز کی چابی وضو ہے، اس کے بغیر نماز میں داخل نہیں ہو سکتے، احرام کی چابی لبیک ہے، بغیر لبیک احرام میں داخل نہیں ہو سکتے، نعمتوں میں اضافہ کی کنجی شکر خدا ہے، بغیر شکر خدا نعمت میں اضافہ نہیں ہو سکتا، جنت کی چابی لا الہ الا اللہ ہے، اس کے بغیر جنت میں داخل نہیں ہو سکتے، کعبہ کی بھی چابی ہے، جو خاندان بنی شیبہ کے پاس ہے، ان سے چابی لئے بغیر اندر نہیں جا سکتے، اسی طرح زمین وآسمان کی بھی کنجی ہے۔

حضرت عثمانؓ سے مروی ہے کہ قرآنی آیت ''لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ'' کے بارے میں آقا صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ اس کی کنجی کیا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سبحان اللہ، والحمدللہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر'' ہے۔

اسی طرح اللہ تعالی نے دل کی بھی چابی بنائی ہے، چنانچہ دعا ہے: ''اَللّٰهُمَّ افْتَحْ اَقْفَالَ

قُلُوْبَنَا بِذِكْرِكَ وَاَتْمِمْ عَلَيْنَا نِعْمَتَكَ مِنْ فَضْلِكَ وَاجْعَلْنَا مِنْ عِبَادِكَ الصَّالِحِيْنَ''

(عمل الیوم واللیلہ لابن السنی: ۱۰۰، ابن حبان: ۱۹۳)

اللہ ہمارے دلوں کے تالے کھول دیجئے، جب تالا ہوگا تو اس کی چابی بھی ہوگی، دل کی چابی اللہ نے ذکر کو بنایا ہے کہ ذکر سے دل کھلے گا، اس میں ہدایت، رحمت، خیر کثیر، انوارات و تجلیات اور فیوض و برکات داخل ہوں گی۔

فہم قرآن کی کنجی

قرآن کریم کے علوم و معارف، اسرار و رموز، لطائف و حکم سے فیضیاب ہونے کے لئے دل کا مجلی و مصفی ہونا، عالم بالا سے ربط و تعلق کا مضبوط ہونا، نزول رحمت کے قابل ہونا ضروری ہے، اور دل کا اس قابل ہونا ذکر کثیر پر مبنی ہے

جب تک نہ ہو تیرے ضمیر پہ نزول کتاب　　گرہ کشا ہے نہ رازی نہ کشاف

حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحبؒ (۱۴۱۳ھ/ ۱۹۹۲ء) فرمایا کرتے تھے: ذکر و اشغال فہم قرآن کے لئے مثل شرط ہے، جیسے وضو شرط ہے صحت صلوٰۃ کے لئے، جس طرح نماز بغیر وضو کے صحیح نہیں ہوسکتی، اسی طرح قرآن کے صحیح معانی و مطالب سمجھنا بلا ذکر و شغل کے نہیں ہوسکتا، کیونکہ ذکر و شغل سے باطنی صفائی ہوتی ہے، جس سے معانی سمجھنا آسان ہوجاتے ہیں۔ (خطبات مسیح الامت)

جسم کی کنجی

رب کریم نے کثرت ذکر اور ذکر کامل کا مطالبہ کیا ہے، اس کا مقصد اصلی رب کریم سے ربط و تعلق کو بڑھانا ہے، اور ذکر کامل یہ ہے کہ قلب سے بھی ہو، زبان سے بھی ہو، جسم سے بھی ہو، قلب کا ذکر یہ ہے کہ دل میں یاد بسی ہو، زبان کا ذکر یہ ہے کہ زبان ذکر سے تر ہو، اور جسم کا ذکر یہ ہے کہ اعضاء، اطاعت میں لگے ہوں، اور جب پورا جسم ذکر سے سرشار ہوگا تو آنکھ ہو یا کان،

ہاتھ ہو یا قدم، ذہن ودماغ ہو یا انگ انگ، ہر کوئی اطاعت وفرمابرداری میں ڈوبا ہوگا۔

انگ انگ کی کنجی

حافظ ابن حجرؒ (۸۵۲ھ/ ۱۴۴۹ء) فرماتے ہیں کہ ذکر کی سات قسمیں ہیں، اور ہر عضو کے لحاظ سے اس کے مناسب حال ذکر ہے، چنانچہ فرماتے ہیں: (۱) ذکر العینین بالبکاء (۲) والاذنین بالاصغاء (۳) واللسان بالثناء (۴) والیدین بالاعطاء (۵) والبدن بالوفاء (۶) والقلب بالخوف والرجاء (۷) والروح بالتسلیم والرضاء۔ (فتح الباری: ۱۱/ ۲۱۵)

یعنی آنکھوں کا ذکر محبت الٰہی یا خوف الٰہی میں آنسو بہانا، کانوں کا ذکر اللہ اور پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں کی طرف کانوں کا لپکتے رہنا، اور زبان کا حمد وثنا میں تر بتر رہنا، اور ہاتھوں کا جود وسخا سے کشادہ رہنا، اور جسم وبدن کا عبادتوں میں لگے رہنا، اور قلب میں خوف وخشیت اور امید رحمت کا ہوتے رہنا، اور روح کا تسلیم ورضا سے سرشار رہنا۔

انگ انگ پہ زنگ نہ چڑھ جائے

حقیقت میں یہ ہے اعضائے جسم کا ذکر کہ ہر عضو اور انگ کو اللہ کی اطاعت میں لگائے رکھے اور گناہوں سے پورے طور پر بچاتا رہے، ورنہ تو آدمی ذکر بھی کرتا رہے، اور آنکھوں سے گناہوں کو گھورتا بھی رہے، کان سے گیت وسارنگی سے لطف اندوز بھی ہوتا رہے، زبان سے غیبت ودل آزاری میں مبتلا بھی رہے ہاتھوں سے حلال وحرام بھی بٹورتا رہے، بدن غفلت وسستی کے شکنجے میں رہے، دل بے خوف وخطر رہے، نہ اس میں امیدیں ہوں، نہ ہی سزا کا دھڑکا ہو، روح صبر وتوکل کے بجائے آہ وفغاں اور بے صبری کے دلدل میں جکڑی ہو تو اس طرح زبان کا ذکر اس کے حق میں زیادہ مفید نہیں۔

ذکر کی کنجی

ذکر اگرچہ دل کی کنجی ہے، مگر خود ذکر کی بھی ایک کنجی ہے، چنانچہ ایک ایسی حدیث بھی

ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ کے کچھ محبوب بندے، جو دوسروں کے حق میں ذکر کی کنجی بن جاتے ہیں، یعنی ان کے چہرے کو دیکھ کر ان کی صحبت میں بیٹھ کر، دل میں ذکر کی توفیق ہوتی ہے اور زبان ذکر کے لئے کھل جاتی ہے، ایسے لوگوں کے بارے میں حدیث میں ہے کہ تم میں بہترین وہ لوگ ہیں جنہیں دیکھ کر اللہ یاد آتے ہوں، جن کے کلام سے علم میں اضافہ ہوتا ہو، جن کے اعمال سے تمہارے اندر آخرت کی رغبت پیدا ہوتی ہو، اور یہ خوبی اسی وقت ہوسکتی ہے جبکہ ایسے حضرات کثرت سے ذکر کرتے ہوں، ان کے رگ وپے میں یادِالٰہی سرایت کرگئی ہو، لیکن جسے خود ذکر کی توفیق نہ ہوتی ہو اسے دیکھ کر اللہ کی یاد کیا آسکتی ہے؟۔ (فضائل اعمال: ۳۴)

رحمتوں کی کنجی

کلام الٰہی وہ مقدس کلام ہے جو ذات باری سے نکل کر لوح محفوظ میں آیا، لوح محفوظ سے سماءِ دنیا پر آیا، پھر پوری کائنات میں جو سب سے زیادہ مقدس وپاکیزہ اور منور وروشن دل تھا اس دل پر نازل ہوا، یعنی رحمۃ للعالمین ﷺ کے قلب پر نازل ہوا، جو کلام سراسر رحمت ہی رحمت ہے، جس کی ابتداء ہی رحمت کی بشارت سے ہوتی ہے، چنانچہ جب بھی کوئی بندۂ خدا قرآن پڑھتا ہے تو رحمت الٰہی کشاں کشاں اترتی ہے، گویا تلاوت رحمت الٰہی کی کنجی ہے کہ ادھر تلاوت شروع ہوئی اور ادھر رحمت کا دروازہ کھلا، پھر تلاوت کرنے والا رحمتوں کی برسات میں رہتا ہے۔ یہ الگ سی بات ہے کہ ہماری نفسانی ظلمت اس کو محسوس ہونے نہیں دیتی۔ (اعراف: ۲۰۴)

دل مردہ پر قیامت ٹوٹ پڑی

دستور دنیا اور فطرت انسانی ہے کہ جس مقصد کے لئے کوئی بھی چیز بسائی اور سجائی جائے، مقصد پورا نہ ہو تو اسے نیست ونابود اور ختم کردیتے ہیں، اسی طرح دنیا کی تخلیق کا مقصد عبادت ہے، اگر یہ دنیا عبادت سے خالی ہوجائے تو دنیا نیست ونابود ہوجائے گی، اسی کا نام قیامت ہے، عام طور پر قیامت کی دو قسمیں بتلائی جاتی ہیں: ایک ہے قیامت کبریٰ اور ایک ہے قیامت صغریٰ۔

قیامت کبریٰ تو دنیا کے فنا ہونے کا نام ہے، اور قیامت صغریٰ ایک فرد کے مرجانے کا نام ہے، چنانچہ روایت میں ہے: ''مَنْ مَاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِيَامَتُهُ'' (حلیۃ الاولیاء: ٦/ ٢٦٨)

عارفین فرماتے ہیں کہ قیامت صغری کی دو شکلیں ہیں: ایک ہے جسم انسانی کا مردہ ہوجانا، اور ایک ہے قلب کا مردہ ہونا، اور قلب کی مردنی ترک ذکر اور غفلت سے ہوتی ہے، جیسا کہ حدیث پاک میں ذکر نہ کرنے والے کو مردہ دل کہا گیا۔

اگر اس دل کو ذکر کی چابی دیتے رہیں، تو جیسے گھڑی کو چابی دیتے رہنے سے، گھڑی چلتی رہتی ہے، اسی طرح دل کو ذکر کی چابی دیتے رہنے سے، دل زندہ رہے گا، نور سے تابندہ رہے گا، گناہوں سے پاکیزہ رہے گا، پھر تو ایک وقت آئے گا کہ وہ کہا کرے گا

شکر ہے دردِ دل مستقل ہوگیا　　اب شاید میرا دل بھی دل ہوگیا

بوقت موت یہی کنجی کام آگئی

حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، کہ ایک شخص کے پاس ملک الموت پہنچا اور روح نکالنا چاہا اللہ نے فرمایا کہ فرشتے میرے بندہ کی کوئی نیکی ہے تو دیکھو، فرشتے نے جب دیکھا تو کہا کہ اللہ اس کے پاس تو کوئی نیکی نہیں، اللہ نے فرمایا: اس کے دل میں دیکھو، فرشتے نے کہا کہ اس کے دل میں بھی کوئی نیکی نہیں، جبکہ موت بالکل قریب ہے، پھر فرشتہ نے اس کے منہ کو کھولا تو دیکھا اس کی زبان ہل رہی ہے، اور کہہ رہا ہے: لا الہ الا اللہ تو اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا کہ اگر چہ اس کی زندگی میں کوئی نیکی نہیں، مگر کم سے کم اخیر وقت میں مجھ کو یاد تو کر رہا ہے، اے فرشتے! اس کی روح نکال لو، میں نے اس کی مغفرت کردی۔

ابوزرعہ کلمہ پڑھتے ہوئے جوار رحمت میں

حضرت ابوزرعہؒ ایک بڑے محدث گزرے ہیں، ان کا جب اخیر وقت آیا تو شاگردوں نے سوچا کہ ان کے سامنے لا الہ الا اللہ پڑھیں، اور کلمہ کی تلقین کریں، گویا ان کو یاددلانا اور اشارہ

کرنا ہے کہ آپ کلمہ کا ورد کریں، پھر خیال آیا کہ حدیث پاک کے مطابق تلقین کرنا چاہیے، چنانچہ محمد بن مسلم نے سند اس طرح پڑھنی شروع کی، حَدَّثَنَا الضَّحَّاکُ بْنُ مَخْلَدٍ عَنْ عَبْدِ الْحَمِیْدِ اتنا کہکر چپ ہو گئے، تو آپ نے پڑھنا شروع کر دیا، حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِیْدِ عَنْ صَالِحٍ عَنْ کَثِیْرٍ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ: ''قَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ کَانَ اٰخِرُ کَلَامِهٖ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ'' اتنا کہہ سکے اور اسی پر ان کی روح نکل گئی، اللہ تعالیٰ کو اس وقت کے پڑھنے پر کتنا پیار آیا ہوگا کہ ٹھیک اسی وقت ان کی روح قبض کر لی گئی۔ (اولیاءِ رجال حدیث: ۲۷)

بوقت موت طوطے کی ٹیں ٹیں

موت کا وقت نہایت نازک ہوتا ہے، بے قراری، بے چینی اور اضطراب سے انسان دوچار رہتا ہے، ایک دوسرا عالم اس کے سامنے کھل رہا ہوتا ہے، اس کو اپنے عمل سے تہہ دامنی کا احساس، معصیت و نافرمانی پر خوف و ہراس دامن گیر ہوتا ہے، اس عالم حیرانی میں انسان کی وہی حالت لوٹتی ہے جو حالت اس کی اکثر و بیشتر رہا کرتی ہے، چنانچہ بہت سے لوگ بوقت موت روپیے گننے کی طرح بڑبڑانے لگتے ہیں۔

حضرت اقدس قطب الارشاد گنگوہیؒ نے ایک واقعہ سے اس کو سمجھایا کہ ایک شخص نے طوطا پال رکھا تھا جو میٹھی میٹھی باتیں کرتا، اور اپنی بولیوں پر لوگوں کو فریفتہ کیا کرتا تھا، ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ اس کو بلی نے آدبوچا، جس وقت بلی کے پنجے اس پر پڑے، تو اس نے ٹیں ٹیں کہنا شروع کر دیا، اس کو کچھ بھی یاد نہ رہا، ساری بولیاں اور چہچہانا بھول گیا، اور ٹیں ٹیں کرتے ہوئے اس کی روح نکل گئی، اس سے پتہ چلا کہ آدمی بوقت موت سب کچھ بھول جاتا ہے، اور جو اس کی اصلی حالت ہوتی ہے وہی یاد رہتی ہے، اس کے سوا کچھ یاد نہیں آتا، پھر فرمایا کہ ذکر الٰہی اسی واسطے بھی کرتے ہیں کہ آخری وقت میں بھی اللہ ہی کا نام نکلتا رہے (ارشادات حضرت گنگوہیؒ: ۴۳)

بوقت موت اہل ذکر کا حال پُر بہار

● حضرت جنید بغدادیؒ (۲۹۷ھ/ ۹۱۰ء) کا جب انتقال ہونے لگا تو کسی نے بطور تلقین

ان کے سامنے کلمہ پڑھنا شروع کیا، فرمایا کہ اس کو بھولا ہی کب ہوں کہ تم یاد دلانے آئے ہو؟ غور کیجئے کہ موت کا وقت اور سکرات کا عالم کتنا ہوش رہا ہوتا ہے، پھر بھی حضرتؒ کو ملکۂ یادداشت حاصل تھا، گویا ذکر کرتے کرتے اس شعر کے مصداق بن گئے تھے (تذکرۃ الاولیاء: ۲۰۲) ؎

اللہ وہ دل دے جو تیرے عشق کا گھر ہو
محشر کا اگر شور ہو پھر بھی خبر نہ ہو

● حضرت ممشاد دینوریؒ (م: ۲۲۹ھ) کا جب انتقال ہونے لگا، تو کسی نے ان کو جنت کی دعا دی کہ اللہ تعالی آپ کو جنت کی نعمتیں عطا فرمائے، حضرت مسکرانے لگے فرمایا کہ تیس سالوں سے جنت میرے سامنے اپنے پورے باغ و بہار کے ساتھ ظاہر ہوتی رہی؛ مگر ایک دفعہ بھی اللہ تعالی کی طرف سے دھیان ہٹا کر اس کو رغبت کی نظر سے نہیں دیکھا، گویا جنت کے سامنے ہونے کے باوجود اللہ کی حضوری، دھیان، توجہ اور یادِ الٰہی میں کبھی فرق نہ آیا۔

● حضرت عمرو بن فارض (م: ۶۳۲ھ) جنکو سلطان العاشقین کہا جاتا تھا، ان کے اشعار عشق الٰہی میں ڈوبے ہوتے تھے، ان کے بارے میں لکھا ہے کہ بوقت موت ان کے سامنے جنت نظر آئی، رو پڑے، اور ٹوٹے دل سے اللہ سے کہنے لگے کہ اگر میرا یہی بدلہ ہے تو میں نے اپنی زندگی ضائع کردی، اے اللہ! مجھے تو آپ کی رؤیت، مشاہدہ اور دیدار کی تمنا ہے۔ (میزان الاعتدال ۲/۲۶۶)

کہیں زندگی کی یہ آخری شام نہ ہو!

ایک بزرگ سے کسی نے کہا کہ جب دیکھو آپ تو صرف ذکر ہی کی بات کرتے ہو، بس ذکر ہی ذکر، تو فرمایا میں کیا کروں؟ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''من کان آخر کلامہ لا الہ الا اللہ دخل الجنۃ'' جس کی زندگی میں سب سے اخیر میں لا الہ الا اللہ ہو، وہ جنت میں جائے گا اور میں ہر آنے والے لمحے کو اپنی زندگی کا آخری لمحہ سمجھتا ہوں کہ پتہ نہیں آج کی صبح آخری صبح ہو، آج کی شام آخری شام ہو، تو میں پڑھتا ہی رہتا ہوں کہ ہوسکتا ہے کہ میری زندگی کا آخری لمحہ ہو، اس سے پہلے کلمہ ہو، تاکہ بشارت کا مستحق ہوجاؤں۔

باوزن کلمہ کی تمنا

دل ودماغ پر جو چیز چھائی رہتی ہے بوقت موت وہی نظر آتی ہے، لہذا دل ودماغ اور زبان پر اُس کلمہ کا نقش بیٹھا لیجئے، جو گناہوں کے ننانوے دفتر پر وزنی ہوگا، جس کلمہ نے دحیہ کلبیؓ کے ستر قتل کو معاف کرادیا، جس کلمہ نے حضرت وحشیؓ کو دربار نبوت کا چہیتا بنادیا، جس کلمہ نے حضرت ہندہؓ کو صحابیہ کے صف میں شامل کردیا، اور جو کلمہ حسن خاتمہ کا ضامن بنا، ایسے کلمہ کو حرز جان بنالیجئے، اور ہر دم حسن خاتمہ کی تمنا بھی رکھئے۔

یادِ الٰہی کے ساتھ تمنائے موت

اس مختصر سی زندگی میں ہم خدائے پاک کے ایسے محبوب بن جائیں کہ ہماری زندگی کا جب بھی آخری لمحہ آئے تو اللہ پاک ہمیں بھی اپنا کلمہ اپنا ذکر یاد دلادے، اور کلمہ کے ساتھ روح قبض ہو، کیونکہ یہ کلمہ جنتی ہونے کی پہچان ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں والہانہ اور جذب وشوق کے انداز میں محبت کے ساتھ ذکر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

دست بکار دل بیار

اس طرح کی مجالس میں کوشش اسی بات کی ہوتی ہے کہ ہمارے اندر ذکر کا چسکا لگ جائے، کہ ''دست بکار دل بیار'' کے مصداق بن جائیں، یعنی ہاتھ کام میں ہو اور دل یار کی یاد میں ہو، لیکن اس کیفیت کو حاصل کرنے کے لئے شروع شروع میں محنت کرنی ہوگی، کچھ نہ کچھ مجاہدہ کرنا ہوگا۔

مجلس《۱۹》

خاصانِ خدا اور ذکر

الحمد للہ و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد۔

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم، بسم اللہ الرحمن الرحیم، وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ۝ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ۔ صدق اللہ العظیم ، سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون و سلام علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین۔

اللھم صل علی سیدنا محمد و علی آل سیدنا محمد و بارک و سلم

کاشانۂ نبوت میں ذکر

انبیائے کرام علیہم السلام ہوں یا صحابہؓ ، محدثین ہوں یا فقہا، اولیاء ہوں یا ائمۂ کرام، ہر ایک کی زندگی اللہ کے دین کی اشاعت کے لیے وقف تھی ، ہر پل ہر دم رضاء الٰہی کی تلاش میں رہتے اور اسی جذبہ سے خدمت خلق میں بھی مشغول رہا کرتے تھے، مگر ان تمام تر مصروفیات کے باوجود، اپنے فارغ وقتوں میں اللہ کا ذکر ضرور کرتے ،ان حضرات کی زندگی ہمارے لیے مشعل راہ ہے، ہمارے دلوں کو بیدار کرنے اور جذب وشوق کو ابھارنے کے لیے ایک نمونہ ہے، آج کی مجلس میں انہیں اکابر کے کچھ حالاتِ ذکر، اس جذبہ سے سنیں کہ اللہ ہمیں بھی ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق بخشے اور ان کی برکتوں سے راہِ سلوک پہ چلنا آسان ہو۔

حضرت موسیٰ، حضرت ہارون علیہما السلام کا ذکر

فرعون کی سرکشی اپنی انتہا کو ہے، ظلم وقتل اس کے سامنے شرمندہ ہے، کبر وغرور میں غرق ہے، مگر جب ایسے طاغوت کے پاس رب کریم نے حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ کو دعوت دین کے

لیے بھیجا، تو یہ نہیں فرمایا کہ یہ سوچتے جانا، کہ کس انداز میں بات کرنی ہے، اس کے اعتراض کا کیا جواب دینا ہے، بلکہ فرمایا: اِذْهَبْ أَنْتَ وَأَخُوكَ بِآيَاتِي وَلَا تَنِيَا فِي ذِكْرِي کیوں کہ ذکر کی برکت سے قلب کی دعوتی قوت، گفتگو میں بصیرت، اور زبان کی تاثیر بلند ہوجاتی ہے، جس سے مخاطب زیادہ متاثر ہوتا ہے، دیکھیے دعوتِ دین کے موقعہ پر بھی ذکر کی تلقین انبیاء کرام علیہم السلام کو کی جارہی ہے کہ راستے میں، یا وہاں پہنچ کر ذکر کو فراموش نہ کریں بلکہ کام بھی ہو اور خدا کا نام بھی، لہذا جب بھی کوئی داعی کسی کے پاس کسی دینی ضرورت، یا دینی دعوت کے لیے جائے تو یادِ خدا، اور ذکر الٰہی کے ساتھ جانے کی کوشش کریں۔

حضرت زکریا کو ذکر کی تلقین

حضرت زکریا علیہ السلام کی عمر کافی ہو چکی ہے، بظاہر اولاد سے ناامیدی ہے مگر ایک خاص موقعہ آیا بارگاہِ قدس میں اولاد کی دعا کی، دعا قبول بھی ہوگئی اور بشارت بھی مل گئی، عرض کیا رَبِّ اجْعَلْ لِي آيَةً اللہ رب العزت اولاد ہونے کی کوئی نشانی بتلا دیجیے، کیوں کہ میری اہلیہ تو بانجھ جیسی ہے اور میں کافی بوڑھا ہو چکا ہوں، جب اولاد کی نشانی نظر آئے گی تو ہم شکر کیا کریں گے، اللہ پاک نے فرمایا آيَتُكَ أَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ أَيَّامٍ إِلَّا رَمْزًا کہ آپ تین دن تک لوگوں سے بات نہیں کرسکیں گے، البتہ پھر آگے فرمایا وَاذْكُرْ رَبَّكَ كَثِيرًا وَسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ کہ اپنے رب کو خوب یاد کریں اور صبح وشام اس کی تسبیح بیان کریں۔

عارفین فرماتے ہیں کہ آیت میں ذکر قلبی مراد ہے کیوں کہ حضرات انبیا کو ذکر لسانی کے ساتھ ذکر قلبی بدرجہ اتم حاصل ہوتا ہے جیسا کہ حضرت عائشہؓ نبی اکرم ﷺ کے بارے میں بیان کرتی ہیں: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَذْكُرُ اللهَ تَعَالٰى عَلٰى كُلِّ أَحْيَانِهِ کہ آپ ہر دم، ہر پل اللہ کا ذکر کرتے تھے، ظاہر ہے کہ ہمیشہ زبان سے ذکر کرنا تو مشکل ہوگا، کیوں کہ اہل خانہ اور دوسروں سے باتیں بھی ہوتی تھیں، خورد ونوش کا لمحہ بھی ہوتا تھا، اس لیے یہی کہا جائے گا کہ ذکر قلبی کے اعتبار سے آپ ہر دم ذاکر تھے۔

حضرت امام مالکؒ اور ذکر

حضرت امام مالکؒ (۹۷اھ/ ۷۹۵ء) کے بارے میں، شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ نے بستان المحدثین میں لکھا ہے کہ آپ نے اپنے دروازے پر ''ماشاء اللہ'' کا کتبہ لگا رکھا تھا کسی نے پوچھا، کہ اس کی کیا وجہ ہے، فرمایا کہ اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے: وَلَوْلَا اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَکَ قُلْتَ مَاشَاءَ اللّٰہ اس دنیا میں میری جنت میرا گھر ہے، تو میری اس آیت کے پیش نظر خواہش رہتی ہے، کہ جب جب میں گھر میں آؤں، اس کو دیکھ کر میری زبان پر ماشاء اللہ جاری ہو جائے اور یاد الٰہی کے ساتھ گھر میں داخل ہوں۔

اسی طرح انہوں نے اپنی انگوٹھی پر حَسْبُنَا اللّٰہُ وَ نِعْمَ الْوَکِیْل جڑا ہوا تھا کسی نے سوال کیا اس کی کیا وجہ؟ فرمایا: قرآن کریم میں ہے: قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰہُ وَ نِعْمَ الْوَکِیْلُ تو میرا دل چاہتا ہے کہ ہر دم میرے دل و دماغ پر اللہ کا یہ ذکر نقش رہے، غور کیجیے کیا ہم اور آپ عام طور پر گھر میں داخل ہوتے ہوئے ذکر و دعا کا اہتمام کرتے ہیں؟ کیا کوئی ایسی تدبیر کی ہے کہ ہم دوستوں کی محفلوں میں ہوں یا کہیں بازار میں ہوں یا راستے پر اور ہمیں کوئی چیز اللہ کی یاد دلاتی رہے۔

خلفائے اربعہ اور یاد دہانی کی تدبیر

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی زبان پر اکثر اللہ کا ذکر رہا کرتا تھا، چنانچہ ان کی عادت مبارکہ تھی اٹھتے بیٹھتے ہر وقت لا الہ الا اللہ کا ورد کثرت سے کرتے تھے، عارفین نے اس کی حکمت بھی لکھی ہے، کہ ان کی نظر مخلوق کی طرف جاتی ہی نہیں تھی، بلکہ ہمیشہ حضوری اور توجہ الی اللہ کی کیفیت رہتی تھی، اس لیے لا الہ الا اللہ کے ذریعے مخلوق کے ذرہ ذرہ کی نفی کرتے تھے، گویا ان کا ذکر تہلیل لسانی تھا۔

حضرت عمر فاروقؓ اکثر و بیشتر اللہ اکبر اللہ اکبر کہا کرتے تھے، کبھی اللہ اکبر کبیرا کہا کرتے تھے، گویا یہی ان کا ورد تھا، بعض عارفین کا کہنا ہے، کہ ان کی نظر جب مخلوق پر پڑتی تو اللہ کی عظمت کی طرف ان کا دھیان چلا جاتا، ہر چیز میں اللہ کی قدرت کا نظارہ کرتے، اور پھر

بڑے جذب سے کہتے، میرا اللہ کتنا بڑا ہے! میرا اللہ کتنا بڑا ہے! اس کی بڑائی کی کوئی انتہا نہیں، اللہ اکبر کبیرا!

حضرت عثمان غنیؓ کی زبان پر ہر ادلتی بدلتی حالت میں، سبحان اللہ سبحان اللہ کا ورد رہتا تھا، بات بات میں سبحان اللہ کہا کرتے تھے، چوں کہ حضرت عثمانؓ میں شرم وحیا کا مادہ بے پناہ تھا، اور ایسے موقع پر انسان سبحان اللہ بول دیتا ہے۔

حضرت علیؓ اکثر وبیشتر الحمد للہ کہا کرتے تھے، گویا ان کا تکیۂ کلام الحمد للہ تھا، کیوں کہ وہ ذرہ ذرہ میں اللہ رب العزت کی قدرت وعنایت محسوس کرتے، اور ہر پل ہر دم نعمت الٰہی کو محسوس کرتے، تو الحمد للہ... الحمد للہ... کہا کرتے تھے۔ (خطبات فقیر: ۲۲/ ۲۱۷)

امام ابوحنیفہؒ کا ذکر

حضرت امام ابوحنیفہؒ (۱۵۰ھ) کے اخلاص وللّٰہیت اور تعلق مع اللہ کی علامت ہے کہ رب کریم نے قرآن وحدیث کی روشنی میں آپ کے فقہ کو مقبول خاص وعام کر دیا، آپ کی نظر میں، ذکر کی اہمیت اتنی زیادہ تھی کہ جب موقع ملتا یا کسی سے بات چیت کرتے ہوئے درمیان میں وقفہ ہوتا، تو فوراً آپ کی زبان پر: رَبَّنَا اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ كَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَ تَوَفَّنَا مَعَ الْأَبْرَارِ جاری ہو جاتا گویا اتنا وقت بھی بے کار بلا فائدہ ضائع ہو جانا گوارا نہ تھا (الجواہر المضیۃ)

امام ابو یوسفؒ کو ذکر کی وصیت

حضرت امام ابو یوسفؒ (۱۸۲ھ/ ۷۹۸ء) جب قاضی بنائے گئے تو امام ابوحنیفہؒ نے ان کو کچھ نصیحت فرمائی، ان میں ایک یہ بھی ہے کہ ”دوام ذکر کو لازم پکڑے رہنا، لوگوں میں بیٹھ کر کثرت سے ذکر کرتے رہنا تا کہ لوگ آپ سے سیکھ کر ذکر کرنے والے بن جائیں“، اس کی وجہ یہ سمجھ میں آتی ہے کہ دوامِ ذکر سے قلب مجلی و مصفی ہوتا ہے، انوارات وتجلیات کی بارش ہوتی رہتی ہے، جس سے کسی بھی معاملہ کی اصل حقیقت کھلتی ہے، فیصلہ کرنے میں بصیرت اور آسانی ہوتی ہے

، غالباً اسی بنا پر امام اعظم نے یہ وصیت نہیں فرمائی کہ فقہ وفتاویٰ کی عبارتوں پر نظر رکھنا، بلکہ دوام ذکر کی نصیحت فرمائی، اس سے سبق ملتا ہے اہل علم کو، ائمہ حضرات کو، اہل افتاء اور اصحاب قضا کو، کہ موقعہ بموقعہ زبان کو ذکر سے تروتازہ رکھیں، دل کے رخ کو اللہ کی طرف لگائے رکھیں اور وَ أَنِيبُوا إِلَى اللهِ کے مصداق بنے رہیں۔

سامان خریدتے ہوئے بھی لذتِ ذکر

خاصانِ خدا کی صفت اور خوبی اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں ارشاد فرمائی ہے : رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللهِ کہ اللہ کے کچھ بندے ایسے ہوتے ہیں کہ جنہیں تجارت وبزنیس، خرید وفروخت، اور لہو ولعب کی چیزیں اللہ کے ذکر سے غافل نہیں کرتیں، ایسے ہی مخصوص بندوں میں، حضرت نور محمد جھنجھانویؒ تھے، جب بازار تشریف لے جاتے سامان خریدتے تو پیسے کا بٹوہ دوکاندار کے سامنے اُچھل دیتے کہ بھائی کتنا حساب ہوا لے لو، میرے پاس اتنا وقت نہیں کہ حساب کروں اور پیسہ گن کردوں، میں اتنی دیر ذکر کرتا رہوں گا۔۔ایک دفعہ ایک اچکا دوڑتا ہوا آیا اور بٹوہ چھین کر لے بھاگا، تو پلٹ کر بھی آپ نے نہیں دیکھا کہ کون جائے اور وقت ضائع کرے۔

داؤد طائیؒ اور حضرتِ جرجانیؒ

حضرت داؤد طائیؒ (۱۶۵ھ/۷۸۱ء) روٹی چبا کر کھانے کے بجائے چورہ چورہ کر کے کھاتے تھے، کسی کے پوچھنے پر فرمایا: چبا کر کھانے میں پچاس آیت کے برابر وقت زیادہ لگتا ہے اس لیے اتنا وقت بچ جائے اور ذکر وتلاوت میں لگ جائے۔

حضرت جرجانیؒ (۵۳۱ھ) ہمیشہ ستو کھایا کرتے، حضرت سری سقطیؒ نے سوال کیا، روٹی کیوں نہیں کھاتے؟ فرمایا کہ جتنا وقت روٹی چبا کر کھانے میں لگتا ہے، اتنے وقت میں ستر مرتبہ سبحان اللہ کا ذکر بآسانی ہوجاتا ہے۔

ابن حجرؒ اور ذکر

علامہ ابن حجرؒ (۸۵۲ھ/۱۴۴۹ء) فتح الباری لکھتے ہوئے جب قلم کا قط درست کرتے، تو

اتنی دیر سبحان اللہ پڑھا کرتے، کسی کے سوال پر فرمایا کہ میں نہیں چاہتا کہ اتنی دیر ذکر سے خالی رہوں۔

رابعہ بصریہؒ اور ذکر

رابعہ بصریہؒ (۱۸۰ھ/ ۸۰۱ء) ہمہ دم عبادت وتلاوت اور ذکر میں مشغول رہا کرتیں، ان کے پاس کبھی کبھی خواتین آتیں، زیادہ بات نہ کرتیں، بلکہ کبھی تو مذمت کے طور پر فرماتیں کہ شیطان کے ذکر سے کیا فائدہ؟ اس سے بہتر ہے کہ محبوب کے ذکر میں مشغول رہوں، یہ ہے ایک عورت کا جذبہ کہ لایعنی بے سود باتوں میں اپنا قیمتی لمحہ ضائع کرنا گوارا نہ تھا۔

حضرت شاہ عبد الرحیمؒ اور ذکر

جس طرح رب کریم اپنے مخصوص بندوں کو ''طیٔ ارض'' کی نعمت سے نوازتے ہیں کہ چند لمحوں میں طویل مسافت طے کر لیتے ہیں، اسی طرح کچھ بندوں کو طیٔ زمان کی نعمت عطا کرتے ہیں کہ تھوڑے وقتوں میں طویل زمانے کے برابر کام کر لیتے ہیں، چنانچہ ایسے حضرات تھوڑے وقتوں میں پورے قرآن کی تلاوت بھی کر لیتے ہیں اور مختصر وقتوں میں بڑی مقدار میں ذکر کر لیتے ہیں، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ میرے والد ماجد شاہ عبد الرحیم صاحبؒ (۱۱۳۱ھ) ایک مرتبہ جس دم کرتے تو دوسو مرتبہ لا الہ الا اللہ کا ورد کر لیتے پھر سانس چھوڑتے تھے، اس سے اندازہ لگائیں کہ کس قدر محنت ومجاہدہ کیا ہوگا کہ اللہ نے اتنی بڑی مقدار کو چند لمحوں میں آسان کر دیا۔

حضرت گنگوہیؒ اور مولانا الیاسؒ

مفتی اعظم حضرت مفتی محمود الحسن گنگوہیؒ (۱۴۱۶ھ) فرماتے ہیں کہ جس دن حضرت گنگوہیؒ کا وصال ہوا اس دن بھی آپ نے اپنے وقت پر ذکرِ جہری فرمایا، اسی طرح جس دن

حضرت مولانا الیاسؒ (۱۹۴۴ء) کا انتقال ہوا اس دن بھی آپ نے صبح کو ذکرِ جہری فرمایا، ان حضرات کے لیے ذکر غذاءِ جسمانی اور غذاء روحانی کی طرح تھا، جس کے بغیر ان کو سکون نہیں ہوتا تھا، یہ ہیں ہمارے اکابر جو اپنے وقت کو ذکر میں گزارتے تھے۔

سفر میں ذکر کا عجیب انداز

خوش نصیب ہیں اللہ کے وہ بندے جو سفر میں آتے جاتے، اللہ کے ذکر، تلاوت قرآن صلوۃ وسلام اور استغفار میں مشغول رہتے ہیں، اس کے فائدوں میں ایک بڑا فائدہ کہ رحمت کا فرشتہ ساتھ ہولیتا ہے اس کو دعائے رحمت دیتا رہتا ہے، حضرت ابوفروہؓ سفر میں نکلے ایک میل سفر طے کرلیا، مگر عجیب اتفاق کہ خیالوں کے ہجوم میں ذکر نہ کر سکے، یاد آیا کہ اتنی دور تک ہم ذکر نہ کر پائے، واپس لوٹے پھر ذکر کے ساتھ سفر شروع کیا، اور جہاں تک ممکن ہوسکا پورے سفر میں ذکر کرتے رہے جب منزل پر پہنچے، تو رب کریم سے کہا خدایا! فروہ کو نہ بھولنا کیونکہ وہ تم کو نہیں بھولا۔ (صحابہ کی پاکیزہ زندگی: ۳۴۷)

سفر میں ذکر کا انوکھا انداز

سفر میں ذکر مطلوب بھی ہے اور آسان بھی، رحمتوں کے چھاؤں میں چلنے کا ذریعہ بھی ہے اور فرشتہ رُحمت کی رفاقت بھی، کیا خوش نصیب ہیں اللہ کے وہ بندے جو سفر میں ذکر کو اپنا توشہ بنالیں۔

حضرت عبد اللہ بن عبد الملکؒ ایک بزرگ گزرے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ میرے والد مکرم، عبد الملک سفر کے درمیان مجھے فرماتے، اچھا فلاں جو درخت آگے نظر آرہا ہے، وہاں تک تسبیح پڑھتے چلو، جب وہاں تک پہنچتے، تو پھر فرماتے، اچھا آگے جو عمارت نظر آرہی ہے وہاں تک الحمد للہ پڑھتے چلو اس طرح آگے جو کچھ نظر آتا اس کو نشانہ بنا کر پڑھواتے رہتے، اس طرح ذکر کے ساتھ ہم دونوں کا سفر آسانی سے طے ہوجاتا اور غفلت کے بجائے یاد الٰہی کے ساتھ منزل تک پہنچ جاتے (کتاب الزہد: ۲۴۳)

روزانہ دو لاکھ تسبیح

ذکر کی لذت وحلاوت مل جانے کے بعد، جب تک انسان ذکر نہ کرلے بے لطف زندگی محسوس ہوتی ہے، اور ذکر کرتے ہوئے وقت کے گزرنے کا احساس تک نہیں ہوتا، نہ زبان کے تھکنے کا، نہ انگلی کے دکھنے کا، اور نہ ہی دماغ کے خشک ہونے کا، خطرہ رہتا ہے۔

حضرت معروف ہانیؒ بہت زیادہ ذاکروشاغل آدمی تھے، کسی نے پوچھا کہ آپ ہردم ذکر میں مشغول رہتے ہیں، زبان ہلتی رہتی ہے کیا آپ کی زبان تھکتی نہیں؟ آپ کتنی مرتبہ تسبیح پڑھتے ہیں؟ فرمایا شب وروز میں دو لاکھ تسبیح پڑھتا ہوں ہاں ممکن ہے کبھی شمار میں غلطی ہوجائے تو اور بات ہے، ایسے حضرات کے شوق وذوق اور شغل کو دیکھ کر یہ شعر یاد آتا ہے:

جی ڈھونڈتا ہے اب وہی فرصت کے رات دن　　بیٹھا رہوں تصور جاناں کیے ہوئے

حضرت امداداللہؒ کا شاہ عبدالغنیؒ کو والہانہ ذکر کی تلقین

دھیان وتوجہ، جذب وشوق اور والہانہ انداز سے ذکر کرنے کی تاثیر، اور اس کے فوائد دوچند ہوجاتے ہیں، ہمارے اکابر میں شاہ عبدالغنی پھول پوریؒ جو حضرت شاہ وصی اللہ صاحبؒ (۱۹۶۷ء) کے خلیفہ تھے، دوہزار تسبیح پڑھا کرتے تھے، ایک دفعہ خواب میں حضرت امداداللہ مہاجر مکیؒ (۱۳۱۷ھ) نے فرمایا عبدالغنی (۱۳۸۳ء) تم دوہزار کے بجائے صرف دوسو مرتبہ ذکر کیا کرو، مگر والہانہ اور محبت بھرے انداز میں کرو، شوق اور جذب کے ساتھ کیا کرو، فرماتے ہیں جب میں نے پورے شوق اور والہانہ انداز میں ذکر کرنا شروع کردیا تو اس پر مجھے وہ فوائد اور برکتیں محسوس ہوئیں جو دوہزار مرتبہ ذکر میں محسوس نہیں ہوئیں، اس سے سمجھ میں آیا کہ بے توجہی اور بے فکری سے ذکر بہت زیادہ مفید نہیں، اگر ہمیں دل کی دنیا جلد بدلنے کی تمنا ہے تو شوق ورغبت کے ساتھ مداومت وپابندی کے ساتھ ذکر کرنا ہوگا، اور غفلت سے بچتے ہوئے اپنے وقت کو ذکر میں لگا کر دست بکار دل بیار کی صفت پیدا کرنی ہوگی۔

مجلس《۲۰》

اہلِ علم اور ذکر

الحمد للہ و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد۔

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم، بسم اللہ الرحمن الرحیم، فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ۝ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا، صدق اللہ العظیم

اللھم صل علی سیدنا محمد و علی آل سیدنا محمد و بارک و سلم۔

نورِ نبوت کے امین

اللہ رب العزت نے اس امت کے علماء کو بہت سی فضیلتوں سے نوازا، علومِ نبوت اور کیفیاتِ نبوت کا امین بنایا، انبیاء کا وارث اور قوم کا رہبر منتخب کیا ہے، محدثین نے باب العلم کے تحت کئی ایسی روایتیں ذکر کی ہیں، جن سے اہل علم کے فضل وکمال اور فضیلت وسعادت کا پتہ چلتا ہے، تاہم آج کی گفتگو میں نہایت ہی غور طلب پہلو پر ہم آپ کی توجہ مرکوز کرنا چاہتے ہیں۔

علماء حق اور علماء سوء

حدیثِ پاک میں علماء کی دو قسمیں بیان کی گئی ہیں، امام دارمیؒ نے روایت نقل کی ہے:

سَئَلَ رَجُلٌ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عَنِ الشَّرِّ فَقَالَ لَا تَسْئَلُوْنِيْ عَنِ الشَّرِّ، وَاسْئَلُوْنِيْ عَنِ الْخَيْرِ يَقُوْلُ ثَلٰثًا ثُمَّ قَالَ اَلَا اِنَّ شَرَّ الشَّرِّ شِرَارُ الْعُلَمَاءِ، وَاِنَّ خَيْرَ الْخَيْرِ خِيَارُ الْعُلَمَاءِ۔

یعنی مخلوق میں سب سے بہتر اگر کوئی جماعت اور مخلوق ہے، تو علماء کی بابرکت جماعت ہے، اگر سب سے بدتر کوئی جماعت ہے تو وہ علماء سوء کی جماعت ہے، ہم اور آپ خدا کے گھر میں ہیں، ذرا اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر غور کریں، کہ ہم کون سی قسم میں داخل ہیں؟ علماء خیر اور علماء ربانی کے زمرے میں، یا علماء سو کی مذموم جماعت میں؟

عالمِ ربانی کون؟

حضرت اقدس اشرف علی تھانویؒ (۱۳۶۲ھ/ ۱۹۴۳ء) فرماتے ہیں: ”جو متقی نہیں جس میں خشیتِ باری نہیں، وہ مولوی کیسا؟ گویا آپ کی نظر میں تقوی اور خشیت سے خالی، مولوی اور عالم کہلانے کے لائق ہی نہیں“

اگر ہم اخلاص وللّٰہیت اور خوف وخشیت سے کورے ہوں، درس وتدریس، وعظ وخطابت کا مقصد حب جاہ، عجب وخود پسندی، نام وری یا دنیا طلبی ہو، تو ہم مولوی اور عالم کہلانے کے لائق نہیں، اسی طرح دل میں حسد ہو، کینہ ہو، عجب ہو، یا گہرے مطالعہ کا مقصد، مسندِ درس کو گرمانا ہو، طلباء میں اپنا علمی تفوق جتلانا ہو، تو یہ وہ مذموم چیزیں ہیں جو اہل علم کو علماء سوء کے زمرے میں داخل کرتی ہیں۔

اپنے آپ کا جائزہ تو لیجیے

کبھی کبھی ہم وعظ وخطابت کے بعد، یا درس وتدریس کے بعد، اپنے دل کا جائزہ تو لیں، اپنے نفس کو ٹٹولیں کہ کہیں ہم اس حدیث کے مصداق تو نہیں؟

مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ لِيُمَارِيَ بِهِ السُّفَهَاءَ أَوْ يَصْرِفَ بِهِ وُجُوهَ النَّاسِ إِلَيْهِ أَدْخَلَهُ اللهُ النَّارَ (مشکوۃ: ۳۲) یعنی جس شخص نے علم حاصل کیا تاکہ علماء سے مقابلہ آرائی کرے، کم علم لوگوں سے بحث ومباحثہ کرے، یا علمی باتوں کو بیان کرکے لوگوں کے دلوں کو، اپنی طرف مائل کرے اللہ تعالی ایسے شخص کو جہنم میں داخل کریں گے، دوسری روایت میں ہے:

قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مَنْ تَعَلَّمَ عِلْمًا مِمَّا يُبْتَغَى بِهِ وَجْهُ اللهِ لَا يَتَعَلَّمُهُ إِلَّا لِيُصِيبَ بِهِ عَرَضًا مِنَ الدُّنْيَا لَمْ يَجِدْ عَرْفَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَعْنِي رِيحَهَا (مشکوۃ: ۳۵) جس علم کا مقصد اللہ کی رضا ہے اس کو اگر کوئی دنیا کمانے کی نیت سے سیکھتا ہے، تو ایسا شخص جنت کی خوشبو نہیں پائے گا۔

غور وفکر کا مقام

ان دونوں حدیثوں میں جو فاسد ارادے اور مذموم نیتوں کا ذکر ہے، یہ سب وہ مخفی عیب ہیں، جن کا پتہ خود کو بھی نہیں چلتا، اور ہم خوش فہمی اور خود پسندی میں مبتلا رہتے ہیں کہ ہم تو خدمت دین میں لگے ہیں، اس لیے گاہے گاہے اپنے دامنِ دل میں جھانکنے کی کوشش کریں، اپنے دل سے سوال کریں، کہ کہیں ہمارے اندر علماء سوء کی کوئی علامت پائی تو نہیں جاتی؟، اور جن کو علماء حق اور علماء خیر کہا گیا، جن کے نمونے ہمارے اکابر ومشائخ تھے اور آج بھی بکثرت ہیں، ان کو دیکھیں کہ وہ علماء حق کے زمرے میں کس طرح شامل ہوئے؟ وہ اخلاص وللّٰہیت کے پیکر کس طرح بنے؟ وہ خوف وخشیت کے حامل کس طرح ہوئے؟ اور ان کے قلوب انوارات وتجلیات کا گہوارہ کس طرح بنے ہم بھی ان کو اپنا پیشوا اور مقتدا بنائیں اور ان کی طرح اس راہ کو اپنائیں، جس راہ کو انہوں نے اپنایا تھا جسے راہِ سلوک کہتے ہیں۔

کہیں جب الحزن کے مستحق تو نہیں

ہمیں اپنی ظاہری اور باطنی حالتوں پر نظر رکھنی چاہیے، خاص کر قلبی امراض کو دلوں میں تلاش کرنا چاہیے، کہ کہیں ہمارے دل میں اخلاقِ رذیلہ، صفاتِ ذمیمہ میں سے کوئی ہے تو نہیں؟ کہیں ہمارے دل میں عجب اور ریا تو نہیں؟، کسی کے لیے حسد تو نہیں؟، کینہ اور بغض تو نہیں؟، پھر اس روایت کو سامنے رکھیے، جو حضرت ابوہریرہؓ نے نقل کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تَعَوَّذُوا بِاللّٰهِ مِنْ جُبِّ الْحُزْنِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَمَا جُبُّ الْحُزْنِ؟ قَالَ وَادٍ فِي جَهَنَّمَ تَعَوَّذُ مِنْهُ جَهَنَّمُ كُلَّ يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ قُلْنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَمَنْ يَدْخُلُهُ قَالَ الْقُرَّاءُ الْمُرَاءُونَ بِأَعْمَالِهِمْ (ترمذی: ۲۳۰۵) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ رب العزت سے جہنم کے جب الحزن نامی حصہ سے پناہ چاہو، صحابہ نے کہا کہ جب الحزن کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جہنم کی ایک وادی ہے، جس سے خود جہنم کے دوسرے حصے، ہر دن سو مرتبہ پناہ چاہتے ہیں، صحابہ

نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں کون لوگ داخل ہوں گے، فرمایا: وہ علماء اور قراء جو اپنے اعمال کو دکھلانے والے ہوں گے یعنی جن میں ریا کاری، نام ونمود، لوگوں کی خوشنودی پیش نظر ہوگی، اور ان میں اخلاص وللّٰہیت نہ ہوگی، اس حدیث کو پیش نظر رکھیں اور اپنے دل کا جائزہ لیں کہ کیا درس وتدریس ہو، وعظ ونصیحت ہو، یا دیگر اعمال، ہماری نیت صرف رضائے الٰہی کی ہوتی ہے، یا کچھ اور؟ یا پھر حسن نیت کے بغیر بلا نیت کام میں لگے ہوئے ہیں۔

اکابر میں امیدِ رحمت بھی اور خوف بھی

ہمارے اکابر ومشائخ جہاں بشارتوں اور فضیلتوں پر مشتمل روایتوں کو سامنے رکھتے، اور رحمتِ الٰہی کی امید، دلوں میں بسائے رکھتے، وہیں ان روایتوں کو بھی ہر دم اپنی نظروں میں رکھتے، جن میں وعیدیں ہیں، جن میں غیض وغضب کا اظہار ہے، انہیں دو خوبیوں نے علم وعمل کا، اخلاص وللّٰہیت کا چمکتا ستارہ بنا دیا، ان کی زندگی لوگوں کے لیے مشعل راہ بنی، ان کے اخلاق وکردار کو دیکھ کر لوگ توبہ تائب ہوتے رہے، اپنی زندگی کو سنوارتے رہے، اور وہ خود اس بات سے ہمیشہ ڈرتے رہے کہ کہیں لوگوں کے دین سے دوری کا ہم ذریعہ نہ بن جائیں،

کہیں ہم بددینی کا ذریعہ نہ بن جائیں

اپنے اکابر کی زندگی کو پیش نظر رکھ کر یہ عزم ہونا چاہئے کہ میرے اعمال واخلاق، اور سیرت وکردار اس قدر عمدہ ہوں کہ دوسرے حضرات ہمیں دیکھ کر اپنے اعمال واخلاق اور سیرت وکردار کو بدلنے کا ارادہ کرلیں، ایسا نہ ہو کہ ہماری زندگی اس حدیث کا مصداق بن جائے، جو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے نقل فرمائی ہے، کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چل رہا تھا، آپ نے ارشاد فرمایا **:لغیر الدجال اخوفنی علی امتی قالها ثلاثا قال قلت یا رسول الله ماهذا الذی غیر الدجال اخوفک علی امتک قال ائمة المضلین** (مسند احمد: ۲۱۳۳۴) آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ مجھے دجال سے بھی زیادہ خطرہ اپنی امت پر ہے، اور یہ بات آپ نے تین دفعہ

ارشاد فرمائی، حضرت ابوذرؓ نے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ جن پر آپ کو دجال سے زیادہ خوف وخطرہ ہے، تو آپ نے ارشاد فرمایا: کہ گمراہ کرنے والے ائمہ، یعنی جو لوگ قوم کے رہبر، انسانوں کے مقتدا ہوں، اور ان کے قول یا فعل سے لوگوں میں دین سے دوری اور آخرت سے بے فکری پیدا ہو، اس روایت میں کس قدر سنگین وعید ہے، کہ دجال سے کہیں زیادہ خطرناک ان لوگوں کو کہا گیا جن کی غفلت بھری زندگی، اور جن کے قول وعمل سے لوگ بد دین اور شریعت سے دور ہو جائیں، علماء اور صلحاء کا مذاق واستہزاء کرنے لگے۔

لمحۂ فکریہ

اس روایت کو پیش نظر رکھ کر ہمیں فکر مند رہنا چاہیے اور دعا کرتے رہنا چاہیے، کہ یا اللہ! ہم کسی بھی انسان کے دین سے دور ہونے، اور ان کے اعمال واخلاق میں کمزوری کا ذریعہ نہ بنیں، بلکہ اپنے بندوں کی زندگی کے بننے سنورنے اور اعمال واخلاق سے مزین ہونے کا ہمیں ذریعہ بنادے، اور ان کے اعمال کو ہمارے حق میں اجر وثواب کا ذریعہ بنادے۔

اکابر کے دل کس حدیث سے لرز گئے؟

ہم جن اکابر کے نقش قدم پر، تعلیم وتعلم، درس وتدریس اور وعظ ونصیحت کی خدمت میں لگے ہیں، ان کے حالاتِ زندگی کو پڑھئے، تو اندازہ ہوگا کہ وہ ہمیشہ مشغول بھی رہتے، اور مجرمانہ انداز میں ڈرتے بھی رہتے، بلکہ تمام تر عبادتوں، ریاضتوں اور دینی خدمات کے باوجود، ان کی زبان پر حدیثِ پاک کا ایک ٹکڑا آتا، تو ان کے دل لرز جاتے اور رونگٹے کھڑے ہوجاتے، حدیث کے اس ٹکڑے، سے پہلے ذرا اس کا پس منظر سنئے، کہ دورِ نبوت میں ایک شخص جس کو مدینہ کی پاکیزہ سرزمین پر رہنے کا موقعہ ملا، بار بار چہرۂ انور کو دیکھنے، آپ کی اقتدا میں نماز پڑھنے کی سعادت ملی، مگر پھر کیا ہوا۔

ایک موقعہ پر سفر جہاد میں وہ آپ کے ساتھ تھا، کافروں کے ہجوم میں گھس کر بہت سے

کافروں کو جہنم رسید بھی کیا، اور پھر وہ خود بھی کام آ گیا، صحابۂ کرام کو اس کی قربانی پر رشک آیا اور فرمایا طوبیٰ له الجنة مگر نگاہِ نبوت اس کے قلب کو دیکھ رہی تھی، کہ دل میں نہ اخلاص ہے نہ للّٰہیت، نہ اعلاء کلمۃ اللہ کا جذبہ ہے، نہ اشاعتِ دین کا ولولہ، بلکہ جو کچھ اس نے کیا وہ صرف اور صرف قومی حمیت، خاندانی غیرت، عجب وریا اور ناموری کے خاطر کیا ہے، گویا دل کا یہ مخفی اور پوشیدہ عیب تھا، جس کا پتہ کسی کو نہ تھا، مگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نگاہِ نبوت سے دیکھ لیا تو آپ نے صحابۂ کرام سے فرمایا کہ یہ تو جہنمی ہے، اس کی تمام تر قربانیوں کے باوجود فرمایا: اِنَّ اللّٰهَ لَيُؤَيِّدُ هٰذَا الدِّيْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ (بخاری) کہ اللہ تعالیٰ اس دین کی نصرت، اس کی مدد، اس کی اشاعت وترویج فاسق وفاجر انسان سے بھی کرا لیتا ہے۔

کہیں ہم اس کے مصداق تو نہیں؟

اس حدیث کو پیش نظر رکھیے، اپنے شب وروز، صبح وشام کے قول وفعل پر ایک نظر ڈالیے اور اپنے دل ودماغ میں دوسروں کے لیے اٹھتے ہوئے خیالات، بدگمانی، تحقیر وغیرہ کو دیکھ لیجیے کہ کہیں ہمارا دل ودماغ ان پوشیدہ گناہِ کبیرہ سے آلودہ اور لبریز تو نہیں؟ اور ہم خوش فہمی میں تو نہیں؟ کہ ہم تو خدمتِ دین میں لگے ہیں، جن کے لیے سمندر کی مچھلیاں بھی دعائے مغفرت کرتی ہیں۔

اہل علم فیض سے محروم کیوں؟

حضرت شاہ وصی اللہ صاحبؒ (۱۹۶۷ء) بہت ہی حسرت اور افسوس کے ساتھ کہا کرتے تھے، کہ کام کرتے کرتے تھک گیا، مگر لوگوں کو جو فائدہ ہونا چاہیے، نہیں ہو رہا ہے، غور کیا کہ آخر نفع کیوں نہیں ہو رہا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے دل میں ڈالا کہ لوگ ذکر اللہ نہیں کرتے، اس لیے فیض سے محروم ہیں، پھر آگے فرماتے ہیں سنئے، آپ لوگ کتنا ہی علم پڑھ لیں مگر جو درجہ ولایت کا ذکر سے ملتا ہے وہ نہ ملے گا، ذکر کے تحت اشتغال بالعلم بھی شامل ہے، سنئے بے شک یہ ذکر ہے، لیکن یہ اس وقت جب کہ

اس سے غفلت زائل ہو جائے، مقصود قلب سے غفلت کی نفی ہے، اگر اشتغال بالعمل سے غفلت کی نفی ہو جاتی ہے تو سبحان اللہ! کیا پوچھنا، مقصود حاصل ہے، ورنہ مشتغلین بالعلم کو بھی مستقل ذکر کرنے کی ضرورت ہوگی، اس لیے عموماً دیکھا جاتا ہے کہ پڑھنے پڑھانے والے کورے کے کورے ہی رہ جاتے ہیں، قیل وقال کو زبان پر جاری کر لیا جاتا ہے زبان پر اس کا اثر نہیں جاتا۔ (تالیفات مصلح الامت: ۳)

کہیں توفیقِ ذکر سلب تو نہیں؟

حضرت مولانا اسماعیل شہیدؒ (۱۸۳۱ء) جو حضرت سید احمد شہیدؒ (۱۲۴۶ھ) کے معتمد خاص اور خلیفۂ اجل تھے، اپنی مشہور ومعروف کتاب صراطِ مستقیم میں فرماتے ہیں: بہت سے ایسے حضرات ہیں، جن کے جسمانی تمام اعضا: دل، دماغ، زبان، عقل ودانش اور فہم وذہانت قابلِ ستائش ہیں، دنیوی ہزاروں تقریریں ان کے قلب وزبان پر رہتی ہیں، لیکن زبانی یا قلبی ذکر کا ارادہ کرتے بھی ہیں، تو زبان میں ثقل، دل میں ادھر ادھر کے خیالات، اس طرح چھا جاتے ہیں کہ ذکر وفکر پر قادر ہی نہیں ہوتے، گویا ذکر کی توفیق ہی سلب کر لی جاتی ہے، اس لیے ہزاروں فہم ودانش اور صحت وقوت کے باوجود زبان پر اللہ کا نام نہیں آتا۔ (تالیفات مصلح الامت: ۳/۶۵)

زبان پہ علمِ نبوت بھی اور غیبت وتحقیر بھی

بہت سے حضرات جو درس وتدریس کی زینت ہوتے ہیں، ان کے علم وتحقیق کا غلغلہ رہتا ہے، مسندِ درس علمی باریکیوں سے لبریز رہتا ہے، مگر تواضع کے بجائے علمی تفوق کا خیال ذہن ودماغ پر چھایا رہتا ہے، ذکر وتسبیح کرنے والوں پر نقد وتبصرہ ان کی زبان کا بہترین ذائقہ ہوتا ہے، خانقاہوں میں آمد ورفت رکھنے والوں پر طنز ومزاح ان کا ایک شیوہ ہوتا ہے، غالباً یہ سب اسی بناء پر ہوتا ہے کہ خود قلب ذکر کی لذت وحلاوت، اور اس کے نورانی رحمانی فیضان سے محروم رہتا ہے، ورنہ تو زبان حرف نہ کھولتے بلکہ جن اکابر ومشائخ کی کتابوں سے استفادہ کرتے ہوئے مسندِ درس کو گرم رکھتے ہیں، ان کی زندگی کو ہی اسوہ اور نمونہ بنا لیتے تو شاید اس اندازِ کلام

سے بچ جاتے جس کے بارے میں امام غزالیؒ نے فرمایا ہے: کہ اہل علم کی غیبت بھی علمی انداز میں ہوا کرتی ہے، گویا غیبت بھی ہوگئی اور نفس خوش بھی رہا کہ ہم نے غیبت تھوڑی ہی کی ہے۔

حضرت شاہ وصی اللہؒ کی حسرت

ایک دفعہ علماء سے مخاطب ہو کر فرمایا: کہ ذکر کی فضیلت احادیث میں کتنی وارد ہے، کیوں عمل نہیں کیا جاتا، چوں کہ خود عمل نہیں کرتے اس لیے دوسروں کو کیا بتلائیں، سنئے آپ لوگ کتنا ہی علم پڑھلیں مگر جو درجہ ولایت کا ذکر سے ملتا ہے وہ نہیں ملے گا، جب محض علم ہی علم رہتا ہے تو عموماً یہ ہوتا ہے کہ دنیا کی کوئی چیز جہاں حائل ہوئی سب علم دھرا رہ جاتا ہے، اور جب ذکر دل میں رچا رہتا ہے اور اللہ کی محبت دل میں بسی رہتی ہے تو یہ دشوار سے دشوار مقام پر سنبھالے رہتی ہے، بھائی آخر کوئی بات ہے، جب ہی تو اللہ تعالی نے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر کی طرف ترغیب دی ہے، اور تمام اہل اللہ نے اس کے فضائل بیان فرمائے ہیں اور اپنے متعلقین سے ذکر کرایا ہے جس کی وجہ سے بڑے بڑے مراتب لوگوں نے حاصل کیے ہیں (تالیفات مصلح الامت: ۳/۱۳۰)

ہم اہل علم جنکو آج بھی عوام محبت اور قدر و منزلت کے ساتھ دیکھتی ہے، اگر علم و عمل اور ذکر و تلاوت کا نور ہمارے اندر آجائے، ہمارا ظاہر و باطن سنت کے سانچے میں پورے طور پر ڈھل جائے، تو انشاء اللہ ہماری باتوں سے بگڑے ہوئے ماحول میں کافی فرق پڑسکتا ہے، اور لوگوں کی زندگی بدل سکتی ہے اسی طرح ہمارے طلبہ بھی ہماری نورانی زندگی کا نمونہ بن سکتے ہیں، اگر ہم ان احوال کو پسند کرتے ہیں تو اکابر کی طرح پابندی کے ساتھ ذکر کرنا ہوگا، اللہ رب العزت ہمیں توفیق عطا فرمائے۔

مجلس《۲۱》

ذکر کے یہ پرُنور حلقے

الحمد للہ و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفی امابعد۔

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم، بسم اللہ الرحمن الرحیم، وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَدٰوۃِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْھَہٗ وَلَا تَعْدُ عَیْنٰکَ عَنْھُمْ تُرِیْدُ زِیْنَۃَ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا۔ (کہف:۲۸) صدق اللہ العظیم۔

اللھم صل علی سیدنا محمد و علی آل سیدنا محمد و بارک و سلم۔

مجلس ذکر کی اہمیت

مؤمن میں بہت سے کمالات اور صلاحیتیں پائی جاتی ہیں، وہ صلاحیت چاہے علمی ہو، یا عملی، یا اخلاقی، ان کے مقبول ومحبوب ہونے میں اور نورانیت کے آنے میں، دوام ذکر کو بہت بڑا دخل ہے، جبکہ اجتماعی مجلس ذکر میں شرکت، اور ایک ساتھ ذکر ومراقبہ، نور الٰہی، فیض ربانی کو بڑھا دیتا ہے، رب کریم کے ساتھ انس ومحبت، والہانہ ربط وتعلق میں بہت مؤثر ہوتا ہے، دوام ذکر اور مجلس ذکر میں شرکت انسان میں جاذبیت وکشش پیدا کرتی ہے۔

کوئی بھی شخص کتنا ہی صاحب علم، صاحب فن ہو، اپنے فن کا ماہر ہو، اگر وہ ذاکر ہے، اور کثرت سے ذکر کرتا ہے تو اس کے علم وفن میں، نورانیت وجاذبیت پیدا ہوجاتی ہے، وہی جاذبیت وکشش علمی فیضان کے پھیلاؤ کا ذریعہ بنتی ہے، کم وقت میں علمی خدمات کے زیادہ ہونے، اور بہت سے لوگوں کے رجوع کا ذریعہ بنتا ہے، اکابر ومشائخ میں جس قدر عظیم شخصیات گذری ہیں، ہرایک کسی نہ کسی کی مجلسِ ذکر میں شریک ہوئے یا خود مجلس ذکر منعقد کرتے رہے۔

مجلس ذکر کا ثبوت بھی اور فوائد بھی

جس طرح انفرادی ذکر کے فوائد ہیں، اور اس کے ثبوت میں کوئی کلام نہیں، اسی طرح کسی ایک جگہ اجتماعی ذکر میں بھی کوئی کلام نہیں، اور اس کے فوائد بھی مسلم ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ اس میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ مسلمانوں کا جمع ہوکر ذکر کرنا رحمت وسکینت اور قرب ملائکہ کا خاص ذریعہ ہے، گویا شاہ صاحبؒ کی نظر میں مجلس ذکر کی اہمیت مسلم ہے، اور یہ کیونکر نہ ہو! جبکہ اس کا ثبوت مسلم شریف کی ایک اہم روایت سے ہوتا ہے:

عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ وَاَبِی سَعِیْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم لَا یَقْعُدُ قَوْمٌ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ تَعَالٰی اِلَّا حَفَّتْهُمُ الْمَلَائِکَةُ وَغَشِیَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَنَزَلَتْ عَلَیْهِمُ السَّکِیْنَةُ وَذَکَرَهُمُ اللّٰہُ فِیْمَنْ عِنْدَهٗ۔ (مسلم:۲۶۹۹)

اس حدیث پاک میں ایک جگہ بیٹھ کر ذکر کرنے پر چار نعمتوں کا تذکرہ ہے:

- رحمت کے فرشتے ان کو اپنی آغوش رحمت میں لے لیتے ہیں۔
- رحمت الٰہی ایسے لوگوں پر سایہ فگن ہوجاتی ہے۔
- دلوں میں سکینہ اترتا ہے، یعنی روحانی سکون اور قلبی انشراح نصیب ہوتا ہے۔
- عرش بریں پر مقرب فرشتوں کے سامنے اس کا ذکر ہوتا ہے۔

فرشتوں کو تلاش ہے مجلس ذکر کی

فرشتوں کی ایک جماعت ذاکرین کی تلاش میں رہتی ہے، جہاں کہیں ان کو ایسے لوگ ملتے ہیں، ایک دوسروں کو بلا کر شریک محفل ہوجاتے ہیں ذکر سے لطف اندوز اور محظوظ ہوتے ہیں، پھر رب کریم کے پاس جا کر والہانہ تذکرہ بھی کرتے ہیں، اور رب کریم اہل مجلس کے احوال پوچھ کر مغفرت کی بشارت بھی سناتے ہیں، اس سے اندازہ لگایئے کہ فرشتوں کی نگاہ میں کس قدر محفل ذکر کی عظمت ہے۔

مجلس ذکر نے بدبختی سے بچالیا

مجلس ذکر کی تلاش وجستجو نورانی مخلوق کو رہتی ہے وہ خود بھی شریک ہوتے ہیں دوسرے فرشتوں کو بھی دعوتِ شرکت دیتے ہیں، کہ آؤ.... آؤ روحانی غذا کا سامان میسر ہے، پھر جب رب کریم اہل مجلس کی مغفرت کا اعلان کرتے ہیں، تو فرشتے تعجب سے کہتے ہیں کہ ان میں ایک بندہ کسی اور ضرورت سے آیا تھا نہ کہ ذکر کے ارادے سے، تو رب کریم محبت بھرے انداز میں کہتے ہین، ''هُمُ الْقَوْمُ لَا يَشْقَى جَلِيْسُهُمْ'' کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کے ساتھ شریک رہنے والے کبھی بد بخت نہیں ہونگے، گویا مجلس ذکر انسان کو بدبختی محرومی اور شقاوت سے بچادیتی ہے، حضرت اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں حسن خاتمہ کی بھی بشارت ہے، کیونکہ جو بد بخت ہوگا اسے بری موت ہوگی، اور جو نیک بخت ہوگا وہ حسن خاتمہ سے ضرور سرفراز ہوگا۔

کیا ہی خوش نصیب ہیں مجلس ذکر کے متوالے

رب کریم کو اپنی حمد وثنا، اور اپنی یادو ذکر بے پناہ پسند ہے، تب ہی تو سارے احکام کے مقابلہ میں اس نے ذکر کے تذکرے، قرآن میں مختلف انداز میں کئے، اگر یہی ذکر کچھ لوگ ایک جگہ ایک ساتھ جمع ہوکر کرنے لگیں، سب کے سب اس کی حمد وثنا، اس کی عظمت وبڑائی، اس کی تقدیس وکبریائی اس کی وحدانیت کا گن گانے لگیں، اور ایک ساتھ قلب یا زبان سے اسی کی یاد میں ڈوب جائیں تو اللہ کو یہ کس قدر پسند ہوگا!!! اس کا اندازہ اس حدیث پاک سے لگایئے:

مجلس تو ایسی کہ رب بھی فخر کرنے لگے

حدیث تو طویل ہے، تاہم مختصر طور پر سماعت فرمائیں کہ ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ صحابۂ کرامؓ کی مجلس میں پہنچے آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ یہاں جمع ہوکر کیا کر رہے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم اللہ کو یاد کر رہے ہیں، اس نے جو ہمیں ہدایت اور ایمان واحسان سے نوازا ہے، اس پر اس کی حمد وثنا کر رہے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بخدا! تم اسی لئے بیٹھے ہو؟ انہوں نے عرض کیا: رب ذوالجلال کی قسم! ہم صرف اور صرف اسی لئے بیٹھے ہیں، کہ حمد وثنا اور ذکر کریں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ میں نے کسی غلط فہمی، بدگمانی کی بنا پر قسم نہیں لی، بلکہ اس بنا پر کہ ابھی ابھی سید الملائکہ حضرت جبرئیلؑ میرے پاس آئے، اور انہوں نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے فخر ومباہات کے ساتھ تم لوگوں کو تذکرہ فرما رہے ہیں،

سید الابرار صلی اللہ علیہ وسلم بھی مجلس ذکر میں جلوہ افروز

انفرادی ذکر کی جو تاثیر ہے اجتماعی ذکر سے وہ تاثیر دوبالا ہوجاتی ہے، انوارات وتجلیات کا نزول دوچند ہوجاتا ہے، قلب وجگر کو گرمانے، اور روح کو محبت الٰہی سے تڑپانے میں، بہت مؤثر ہوتا ہے، مجلس ذکر کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایئے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی میں، ذکر کی مجلس میں، شرکت فرمائی، اور اسپر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوشی کا اظہار فرمایا۔

ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حجرۂ مبارکہ میں تھے، کہ یہ آیت: ''وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ'' (کہف: ۲۸) نازل ہوئی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ سے نکلے، مسجد میں دیکھا کہ کچھ لوگ اللہ کے ذکر میں مشغول ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے ساتھ شریکِ ہوگئے، اس کے بعد بطور خوشی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کا شکر ہے کہ اللہ نے جن کے پاس مجھے بیٹھنے کا حکم دیا، ایسے لوگوں کو اللہ نے میری زندگی ہی میں پیدا فرمادیا، (طبرانی)

حضرت عطاء کی نظر میں مجلس ذکر

حضرت عطاء بن رباح سلمیؒ (۱۱۴ھ) کے بارے میں لکھا ہے، کہ ان کے اندر جسمانی اعتبار سے آٹھ عیوب پائے جاتے تھے، نہایت کالے کلوٹے، ہونٹ بہت زیادہ موٹے اور بھدے، کان بڑے اور موٹے، آواز بھاری اور پرخراش، ہاتھ اور پاؤں میں قدرے کجی، مگر پھر بھی ان کے پاس زمانہ کے بڑے بڑے بادشاہ اور صلحاء بھی آکر بیٹھتے، علمی، عملی، روحانی فائدہ

حاصل کرتے، حضرت عطاء بن رباح کی نگاہ میں ذکر کی اہمیت کتنی ہے، اس کے دنیوی واخروی، فوائد و برکات اور نفع کس قدر ہیں وہ سنئے، وہ لوگوں کو ذکر کی مجلس میں شریک ہونے کی ترغیب دیا کرتے، اور کہا کرتے کہ مجلس ذکر میں ضرور شریک ہوا کرو، پھر فرماتے کہ کیا خبر ایک مرتبہ مجلس ذکر میں شریک ہونا، تیرے دس مجلس گناہ، کو معاف کرادے، گویا دس ایسی مجلس کہ جس میں کوئی نہ کوئی گناہ ہوجائے، ایک مجلسِ ذکر کی برکت سے وہ سب معاف ہوجاتے ہیں۔

امام نووی اور مجلس ذکر

شارح مسلم امام نوویؒ (۶۷۶ھ) نے اپنی مشہور تصنیف کتاب الاذکار میں بہت واضح الفاظ میں مجالس ذکر کے مستحب اور مفید تر ہونے کا اقرار واعتراف کیا ہے، چنانچہ وہ تحریر فرماتے ہیں۔

جس طرح ذکر بالذات مستحب ہے اسی طرح ذاکرین کے حلقوں میں بیٹھنا بھی مستحب ہے اور اس کے بکثرت دلائل بھی موجود ہیں، اس مسئلہ کے ثبوت کے لیئے صرف حضرت عمرؓ کی حدیث کافی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم جنت کے باغات سے گذرو تو خوب چر لیا کرو، صحابۂ کرامؓ کے پوچھنے پر آپ نے ارشاد فرمایا کہ ذکر کے حلقے، پھر لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بہت سے فرشتے اس کام کے لئے متعین فرما رکھے ہیں کہ وہ ذکر الٰہی کے حلقوں کی تلاش میں پھرتے ہیں، اوران کو رحمت کی چادر سے گھیر لیتے ہیں۔

(کتاب الاذکار: استحباب الجلوس فی حلق الذکر: ۱/۳۹)

حضرت داؤدؑ اور مجلس ذکر

حضرت داؤدؑ کو اللہ نے کئی مخصوص نعمتوں سے نوازا تھا، انہیں میں سے ایک آواز کا سوز ، آواز میں درد وکرب اور آواز میں ایک عجیب کشش وجاذبیت بھی ہے، لحن داؤدی مشہور ہے، علامہ انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں: کہ حضرت داؤد جب ذکر کرتے تو پہاڑ اور پرندے بھی انکی

مجلس ذکر میں شامل ہونے کے لئے انکے ساتھ ساتھ تسبیح پڑھنے لگتے ،(فیض الباری: ۴/ ۴۲۱)

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ پہاڑوں اور پرندوں کی تسبیح سے ذکر و شغل کا ایک خاص کیف پیدا ہوجاتا تھا، جس سے عبادت میں نشاط تازگی اور ہمت پیدا ہوتی ہے، اجتماعی ذکر کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ ذکر کی برکتوں کا ایک دوسرے پر انعکاس ہوتا ہے۔ (معارف القرآن: ۷/ ۴۹۶)

مجلسِ ذکر سرحد کی طرح

ذکر کے دو انداز ہیں: ایک ہے تنہا اور انفرادی طور پر ذکر کرنا، یہ مقصود و مستحسن تو ہے ہی، مگر کبھی اجتماعی مجلس ذکر سے فوائد دوچند ہوجاتے ہیں، اسی بنا پر مجالس ذکر کے تذکرے احادیث میں آئے ہیں، ایک حدیث میں افضل ترین رباط یعنی سرحدوں کی بہترین حفاظت کے مانند، نماز کو کہا گیا اور دوسرے نمبر پر مجالس ذکر کو بھی سرحد کی حفاظت سے تشبیہ دی گئی کہ مجلس ذکر میں شریک ہونے والے، سرحد کی حفاظت کرنے والوں کی طرح ہیں، کیوں کہ سرحد کی حفاظت سے جس طرح پورے ملک کی حفاظت ہوتی ہے اسی طرح مجلس ذکر میں شرکت سے نفس وشیطان سے حفاظت ہوتی ہے، حدیث پاک میں ہے: **اِذَا مَرَرْتُمْ بِرِیَاضِ الْجَنَّةِ فَارْتَعُوْا قَالُوْا وَمَا رِیَاضُ الْجَنَّةِ قَالَ حِلَقُ الذِّكْرِ**۔ یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب جنت کے باغوں سے گزرو، تو اس سے خوب چر لیا کرو، کسی نے پوچھا کہ جنت کے باغ سے کیا مراد ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ذکر کے حلقے۔ (فضائل ذکر: ۳۵)

مجلس ذکر چمکتے ستارے کی طرح

قیامت کا دن نہایت ہولناک اور خوفناک ہوگا، مگر کچھ خوش نصیب اور خوش قسمت بندے وہ ہوں گے کہ ان کے چہروں پر نور چمکتا ہوگا، وہ موتیوں کے ممبر پر ہوں گے، لوگ انہیں دیکھ کر ششدر و حیران ہوں گے اور رشک کرتے ہوں گے کہ اللہ اللہ یہ کون لوگ ہیں؟ ایسے لوگوں کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **''هُمُ الْمُتَحَابُّوْنَ فِی اللّٰهِ مِنْ قَبَائِلَ شَتّٰی وَبِلَادٍ**

شَتّٰی یَجْتَمِعُوْنَ عَلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ یَذْکُرُوْنَ'' یعنی یہ وہ لوگ ہوں گے جو اللہ کی محبت میں مختلف جگہوں سے مختلف خاندانوں سے آکر ایک جگہ جمع ہوں گے اور اللہ کے ذکر میں مشغول ہوں گے۔ (طبرانی، ترغیب)

اسی طرح ایک حدیث میں ہے کہ جس گھر میں اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے وہ آسمان والوں کے لئے ایسا چمکتا ہے جیسے زمین والوں کے لئے ستارے چمکتے ہیں۔

ذکر والا گھر روشن چراغ کی طرح

اجتماعی ذکر کے بہت سے فوائد ہیں، جن میں بطور خاص سکینہ اور رحمت کا نازل ہونا ہے، جہاں لوگ جمع ہوتے ہیں، وہ جگہ بھی روشن اور منور ہو جاتی ہے، چنانچہ حضرت فضیل بن عیاضؒ فرماتے تھے کہ جن گھروں میں اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے، وہ آسمان سے فرشتوں کو اس طرح چمکتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں، جس طرح تاریک رات میں ستارہ یا چراغ، گویا جن مکانوں میں اللہ کا ذکر نہیں کیا جاتا وہ تاریک ہوتے ہیں۔ (حلیۃ الاولیاء: ١٠٢٣٠)

مجلسِ ذکر پر پروانہ مغفرت

ذکر چاہے جہری ہو یا سری، زبانی ہو یا قلبی، اگر اجتماعی انداز میں ہو اور اس کو واجب ولازم بھی نہ سمجھا جاتا ہو، بلکہ محض رضائے الٰہی، محبت الٰہی اور قرب الٰہی کی نیت سے اس میں شرکت کی جائے تو اس کا گہرا اثر انسان کے قلب پر پڑتا ہے، رحمت وسکینہ، نور وتجلی کا ہجوم اس مجلس پر ہوتا ہے، اجتماع کی برکت سے ہر کس وناکس کو کچھ نہ کچھ فائدہ ضرور پہنچتا ہے، دلِ مردہ میں کچھ نہ کچھ رمق اور حیات آتی ہے، انسان میں ندامت وشرمندگی آتی ہے، نیازمندی کا جذبہ ابھرتا ہے، آنکھوں میں آنسو ڈبڈباتے ہیں، جب کہ یہ چیزیں مغفرت کا ذریعہ بنتی ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو لوگ صرف اور صرف اللہ کی رضا کے لئے ذکر کے واسطے جمع ہوتے ہیں ان کو آسمان سے فرشتہ صدا لگاتا ہے کہ تمہاری مغفرت کر دی گئی، تمہارے گناہ نیکیوں سے

بدل دیے گئے۔(منتخب احادیث: ۳۷۷)

حضرت معاذؓ کو مجلس ذکر کا شوق

حضرت معاذؓ کے انتقال کا وقت جب قریب ہوا، اور غشی کے بعد ایک دفعہ افاقہ ہوا تو کہنے لگے کہ اے اللہ! تجھے معلوم ہے کہ میں ہمیشہ تجھ سے ڈرتا رہا، آج میں تیرا امیدوار ہوں، اے اللہ! مجھے زندگی سے محبت تو تھی، مگر نہر کھودنے اور باغ لگانے کے لئے نہیں، بلکہ محبت صرف اس لئے تھی کہ گرمیوں کے شدید زمانہ میں بہت تیز پیاس کو برداشت کروں دین کے لئے مشقتیں جھیلوں، اور ذکر کے حلقوں میں علماء کے پاس جم کر بیٹھا رہوں۔(فضائل اعمال: ۳۲)

اگر مجلس میں جی نہ لگے

اگر کسی کو مجلس ذکر میں یہ چیزیں محسوس نہ ہوں، تو اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے کہ جسے شدید نزلہ ہو، اور اسے کسی چیز کا ذائقہ محسوس نہ ہوتا ہو، تاہم ایسے شخص کو بھی طالب بن کر جمے رہنا چاہئے، اور اسے اپنے دل میں یہ جذبہ رکھنا چاہئے۔

یابم ترا یا نیابم جستجوئے می کنم   حاصل آید یا نہ آید آرزوئے می کنم

اور اس کے دل میں مایوسی کے بجائے یہ تمنائے دل ہو کہ ؂

کریم مجھ پہ کرم کر بڑے عذاب میں ہوں
بیٹھا ہوں تیرے سامنے مگر حجاب میں ہوں

اسی کے ساتھ یہ خیال بھی رکھنا چاہئے کہ جس طرح قلب ایک حال پر نہیں رہتا، جسمانی حالت ہمیشہ یکساں نہیں رہتی، اسی طرح ذکر کی کیفیت بھی ہمیشہ ایک ہی حالت پر نہیں رہتی، کبھی قبض کی کیفیت تو کبھی بسط کی کیفیت رہتی ہے، کبھی نشاط کی کیفیت تو کبھی اضمحلال کی حالت ہوتی ہے، ہم تو دربارِ الٰہی کے حاضر باش غلام ہیں، جس حال میں ہوں حاضری دینی ہے اس کے در کو کھٹکھٹانا ہے اور اسی در سے روح وقلب کی بھیک لینی ہے، لہذا جی لگے کہ نہ لگے ذکر کرتے رہیں، اللہ رب العزت ہمیں ذکر کا والہانہ اور پرُ کیف انداز عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین۔

مجلس《۲۲》

ذکر کے اجتماعی حلقے

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی امابعد۔

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ، (لقمان:۱۵) سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین۔

اللھم صل علی سیدنا محمد وعلی آل سیدنا محمد وبارک وسلم۔

اکابر دیوبند اور مجالس ذکر

ہمارے اکابر ومشائخ، جو علم وفضل اور زہد وورع میں، آفتاب وماہتاب تھے، جن کے پاس لوگوں کا ہجوم رہا کرتا تھا، ان حضرات کے دلوں میں ذکر کی عظمت واہمیت، اس کے دوررس اثرات وفوائد اور برکات کس قدر تھے، اس کا اندازہ اس سے لگائیں، کہ ہر قسم کی مشغولیت کے باوجود، ذکر کا اہتمام ضرور کرتے، بلکہ جہاں مجلسِ ذکر ہوا کرتی، پوری رغبت وشوق کے ساتھ شرکت کرتے، درحقیقت یہی ان کی وہ خوبی تھی، یعنی کثرتِ ذکر، مجلسِ ذکر منعقد کرنا، یا کہیں گئے، تو ایسی مجلس میں شرکت کرنا، جس خوبی نے ان حضرات میں جاذبیت وکشش اور افادیت وہمہ گیریت کی شان پیدا کردی تھی۔

حضرت شیخ الاسلام اور ذکر

شیخ الاسلام حضرت حسین احمد مدنیؒ (۱۳۷۷ھ/۱۹۵۷ء) جنہیں ربِ کریم نے ۱۵/ سال مسجدِ نبوی میں درسِ حدیث کا مبارک موقع نصیب فرمایا، آپ کا معمول تھا کہ ذکر میں یکسوئی، دل جمعی، تنہائی اور خلوت نشینی کے خاطر،، مسجدِ نبوی سے قدرِ فاصلہ پر جو مسجدِ اجابہ

ہے جو اس وقت بالکل سنسان جیسی تھی، اس میں تشریف لے جاتے اور اس قدر زور و شور سے ضربیں لگاتے کہ دور تک آواز جایا کرتی تھی۔ (آپ بیتی: ۳/۸۳۹)

حضرت مدنیؒ خود فرماتے ہیں: مسجد شریف میں جہاں جگہ پاتا ذکر میں مشغول ہو جاتا ، مگر جب آثارِ ذکر جسم پر زیادہ طاری ہونے لگتے، تو شرم کی وجہ سے شہر کے باہر جنگل میں جانے لگا، کبھی مسجدِ اجابہ، اور کبھی اس کے قریب کھجوروں کے جھنڈوں میں بیٹھ کر تنہا ذکر کرتا رہتا۔

[حضرت مدنیؒ کی زندگی کے حیرت انگیز واقعات: ۳۲/ ذکر اللہ کے حلقے: ۲۳۵]

رائے پور میں شمع فروزاں

رائے پور بستی ایک طویل عرصہ تک اکابر و مشائخ کی نگاہوں کا مرکز بنی رہی، حضرت شاہ عبد الرحیم صاحبؒ کا دور، ایک عجیب نورانی دور تھا، علم و حکمت کے چشمے جاری تھے، اساطینِ علم و فضل کی آمد رہا کرتی، محبت و معرفت کا درس ہوا کرتا، یوں کہیۓ بستی تو بالکل چھوٹی سی تھی مگر ایک ایسی شمعِ فروزاں تھی کہ ہر طرف سے محبت و معرفت کے پروانے وہاں ٹوٹ پڑتے تھے۔

حضرت عبد الرحیم رائپوریؒ (۱۹۱۹ء) کے بعد آپ سے سب سے زیادہ فیض یافتہ، اور ہر ایک کے لئے مرجع و مرکز حضرت شاہ عبد القادر رائپوریؒ تھے، آپ کے دور میں بھی واردین و صادرین کا ہجوم رہا کرتا، آخر وہ کیا وجہ تھی کہ ایک چھوٹی سی بستی میں، ہر طرف سے علم و عمل کے پیکر ، فقہ و فتاوی کے سرخیل تشریف لاتے، مفکرِ اسلام حضرت مولانا ابو الحسن علی میاں ندویؒ کی زبانی سماعت فرمایۓ:

رائپور کی فضا، پر ہر وارد و صادر کو سب سے پہلے جو چیز متوجہ کرتی تھی، وہ ذکر کی کثرت ہے، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پتہ پتہ سے اللہ کے نام کی صدا آرہی ہے، دن و رات کے کم اوقات ذکر کی آواز سے خالی نظر آتے تھے، (سوانح حضرت رائپوریؒ: ۱۳۱)

رائپور کی خانقاہ کا پر کیف منظر

حضرت مولانا ندویؒ لکھتے ہیں: جنگل کی اس خاموش فضا میں خانقاہ، اللہ کے نام کی

صداؤں سے، اور ذکر کی آوازوں سے گونج جاتی ہے، اور حسبِ استعداد و توفیق، لوگ اس فضا سے مکیف ہوتے، اور سرور و مستی کی ایک عام کیفیت ہوتی، اس وقت ہر ایک آزاد، اور اپنے حال میں مشغول ہوتا، کوئی کسی سے تعرض نہ کرتا۔ (سوانح حضرت رائپوریؒ:۱۱۰)

حضرت شیخ اور مجلسِ ذکر

قطب الاقطاب حضرت شیخ الحدیث زکریاؒ (۱۹۸۳ء) کا قلب، محبت الٰہی اور عشق رسول ﷺ میں ڈوبا ہوا تھا، ان دونوں کا آئینہ دار آپ کی ۲ تصنیفِ لطیف، فضائلِ ذکر، اور فضائل درود شریف ہے۔ ذکرِ الٰہی اور صلوٰۃ وسلام کے لئے آپ کا دل ہمیشہ بے قرار رہتا تھا، اسی بے قراری میں ڈوبے ہوئے قلم سے آپ نے قرآنی آیات، احادیثِ مبارکہ، اقوالِ سلف، اور واقعاتِ اولیاء کو اس طرح جمع کیا ہے کہ ان دونوں مضمون پر معلومات کا خزانہ امت کو مل گیا۔ فضائل اعمال نامی کتاب کا حصہ بن کر پوری دنیا میں اس کی اشاعت ہونے لگی۔ جب آپ کے دل کی تڑپ بڑھنے لگی، کہ ہر کوئی ذکرِ الٰہی کا خوگر اور عادی ہوجائے، ہر زبان پر صلوٰۃ وسلام کا نذرانہ رہے، اور عشق و محبت کی چنگاری دل میں سلگتی رہے، تو آپ کو الہام ہوا کہ آپ جگہ بہ جگہ مجالسِ ذکر کی بنیاد قائم کریں۔

حضرت مولانا یوسف صاحب لدھیانویؒ (۲۰۰۰ء) جن کے فتاویٰ ''آپ کے مسائل اور ان کا حل'' کے نام سے مشہور و معروف اور متداول ہیں، وہ فرماتے ہیں: من جانب اللہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کو یہ چیز القاء کی گئی کہ پورے عالم میں ''ذکر کے حلقوں'' میں تازگی و تابندگی پیدا کرنے کے لئے آپ مختلف علاقوں اور ملکوں میں سفر کریں، استخارہ اور مشورہ کے بعد جس جگہ کا انتخاب ہوجاتا وہاں گویا ایمان کی بہار آجاتی، اور تعلق مع اللہ کا جذبہ عام ہوجاتا۔ (سفرنامہ افریقہ وانگلینڈ:۵)

مظاہرِ علوم میں مجلسِ ذکر

آپ کا سفر اسی دردِ دل، اور دل کے کڑھن کے ساتھ ہوتا، اسی بنا پر آپ سفر استخارہ اور

غیبی اشارے پر کرتے، جب تک سہارنپور میں تشریف رکھتے نمازِ فجر کے بعد ہمیشہ مجلسِ ذکر ہوا کرتی، جو تا حال جاری ہے، اور ہر جمعہ کو عصر تا مغرب مسجد میں ہی مقیم ومعتکف رہتے، دور دراز سے علماء اور عوام کا ہجوم ہوتا، ان میں اکثر ذکرِ جہری کرتے، رمضان شریف میں ظہر بعد تا دیر ذکر جہری ہوتا، مدینہ پاک ہجرت کرنے کے بعد قیام گاہ پر مجلسِ ذکر پابندی سے منعقد ہوا کرتی، حضرت جب مکہ مکرمہ تشریف لاتے تو وہاں بھی مجلسِ ذکر قائم کرتے، حضرت کے معتمدِ خاص حضرت عبدالحفیظ مکیؒ کے مکان پر مجلسِ ذکر کا جو سلسلہ قائم فرمایا آج بھی بحمد اللہ جاری ہے۔

مدارس سے فتنوں کا سدِ باب

مجالسِ ذکر کی برکات، اس کے دور رس فوائد، نتائج کے بار بار مشاہدے آپ کو ہوتے رہے، جوں جوں زندگی ڈھلتی رہی، آپ کو عوام وخواص کی فکر بڑھتی رہی، خاص کر مدارس کے احوال پر آپ کی گہری نظر تھی، پاکستان کے آخری سفر کے موقعہ پر مفتیٔ اعظم حضرت مفتی شفیع صاحبؒ سے فرمایا کہ مجھے آپ سے خلوت میں کچھ باتیں کرنی ہیں، جب باتیں ہوگئیں، اور حضرت روانہ ہوگئے، تو مفتیٔ اعظم نے فرمایا کہ حضرت شیخ بہت اہم بات بیان فرما گئے، کہ مدارس میں ذکر وشغل کا سلسلہ ختم ہوگیا، مدرسوں میں جگہ جگہ فتنے ہورہے ہیں، اور گروپ بندیاں ہورہی ہیں، اس لئے میری عاجزانہ درخواست ہے کہ جس طرح آپ طلباء کو یہاں رکھتے ہیں اسی طرح وہ حضرات جن کا آپ سے اصلاحی تعلق ہو، ان کو بھی یہاں رکھیں، اور ان کے کھانے وغیرہ کا انتظام ہو، تا کہ ذکر وشغل کا اہتمام رہے، اور چاہے مختصر وقت کے لئے ہو مگر طلباء واساتذہ کو بھی ذکر کا اہتمام کرنا چاہئے۔ (اکابر کے اخلاص اور باہمی تعلق: ۳۳/ بحوالہ، ذکر اللہ کے حلقے: ۳۵۰)

امام الاولیاء حضرت احمد علی لاہوریؒ اور مجلسِ ذکر

ہمارے اکابر ومشائخ میں حضرت احمد علی لاہوریؒ (۱۳۸۱ھ/ ۱۹۶۲ء) بہت ہی مقبول ومحبوب ترین شخصیت کے حامل تھے، اکثر انہیں امام الاولیاء کہا کرتے تھے، علمِ تفسیر میں ان کا

کوئی ثانی نہ تھا، تفسیری نکات اور اسرار و معارف کے بیان کرنے میں بے مثل و بے مثال تھے، قدیم اساتذہ، اور جید علماء ان کے پاس علمِ تفسیر حاصل کرنے پہنچتے، حضرت کے مناقب کے لئے ان کی سوانح دیکھئے، تو اندازہ ہوگا کہ ان میں یہ شانِ عظمت کے باوجود وہ ذکر اور مجلسِ ذکر کے کس قدر شیدائی تھے، کہ جہاں تشریف لے جاتے، مجلسِ ذکر منعقد کرتے، خاص کر ان کے مقام ''شیر نوالہ'' میں ہر جمعرات کو مجلسِ ذکر میں جہراً ذکر کرواتے۔

حضرت مدنی کا ارشاد

ان کی قدر و منزلت اور ذکر کی افادیت کے متعلق حضرت مدنیؒ کیا فرماتے ہیں سنئے، دار العلوم کے علماء و فضلاء کو دستارِ فضیلت باندھتے ہوئے فرماتے کہ علم کی تحصیل آپ نے آٹھ سال دیو بندرہ کر کی لیکن آپ کی تکمیل حضرت مولانا احمد علیؒ کے دورۂ تفسیر سے ہوگی، اللہ کا ایک شیر لاہور کے دروازہ ''شیر نوالہ'' میں بیٹھا ہو اللہ اللہ کی ضربوں سے کائنات کے دلوں کو مسخر کرنے میں مصروف ہے، وہ اللہ کا ایسا مقبول بندہ ہے کہ اس کے درسِ قرآنی میں شمولیت جنت کی ضمانت ہے، (مردِ مومن: ۲۳۸/ بحوالہ: ذکر اللہ کے حلقے: ۲۹۱)

حضرت لاہوری مجلسِ ذکر کی حدیث سناتے

ہر جمعرات کو بعدِ مغرب مجلسِ ذکر ہوا کرتی، شریک ہونے والوں کے دلوں میں شوق و جذبہ، رغبت وولولہ، پیدا کرنے کے لئے پہلے نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیثیں سناتے جو مجلسِ ذکر سے متعلق ہیں، اس کے بعد ہمت افزائی کے لئے فرماتے: جو شخص جس قدر زیادہ طویل مسافت طے کر کے آتا ہے، اس کو ثواب زیادہ ملتا ہے، جتنا زیادہ کرایہ خرچ کرتا ہے اور جتنی زیادہ مشقت برداشت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کے یہاں اتنا ہی زیادہ، اس کا اجر لکھا جاتا ہے۔

(ہفت روزہ، خدام الدین، بحوالہ: ذکر اللہ کے حلقے: ۲۹۶)

حضرت لاہوریؒ کی ۳/ اہم دعا

حضرت کی تین دعا بہت مشہور تھی، اکثر کہا کرتے تھے: یا اللہ مجلسِ ذکر ناغہ نہ ہو، یا اللہ

خطبۂ جمعہ ناغہ نہ ہو، یا اللہ درسِ قرآن ناغہ نہ ہو، اللہ نے تادمِ اخیر یہ تینوں موقعہ نصیب فرمایا۔

ہر گھر مجلسِ ذکر بن جائے

حضرت لاہوریؒ کی نظر میں مجلسِ ذکر کی اس قدر اہمیت تھی، کہ سالکین کو فرماتے اگر مجلس میں کسی وجہ سے شریک نہ ہو سکے، تو ذکر اللہ ہرگز نہ چھوڑیئے، گھر میں بیوی بچوں کو ساتھ لیکر ذکر اللہ کریں، اس سے گھر میں اللہ کی رحمت و برکت نازل ہوگی، دلوں میں الفت و محبت پیدا ہوگی، مشکلیں آسان ہوجائیگی، اسلام اجتماعیت کی تعلیم دیتا ہے، مل جل کر ذکر اللہ کرنے میں فائدہ ہے، کہ اگر اس جماعت میں سے کسی ایک کا ذکر قبول ہوگیا تو اس کی برکت سے سب ذکر کرنے والوں کا قبول ہوگا اور سب کی نجات ہوجائیگی۔ (ذکر اللہ کے حلقے: ۳۰۷)

داعیٔ کبیر حضرت مولانا الیاسؒ اور اہتمامِ ذکر

دعوت وتبلیغ کے اس الہامی طریق کو رب کریم نے ایسی مقبولیت عطا فرمائی، کہ دنیا کا ہر ملک اس کی روشنی سے روشن اور منور ہوا، اس کام کی عظمت وافادیت اظہر من الشمس ہے، جس ہمہ گیر شخصیت کو اللہ رب العزت نے اس کام کے لئے منتخب فرمایا اور جن کے دل پر الہامی طریق منکشف فرمایا، ان کی نظر میں ذکر کی اہمیت، ذکر کی پابندی، مجلس ذکر میں شرکت، اور اہل اللہ کی صحبت میں حاضری کے کیا اثرات ہیں، وہ ملاحظہ فرمائیں، تاکہ دین کی نشر واشاعت میں ذکر کی کیا تاثیر ہوتی ہے، اس کی کیا برکات ہوتی ہیں اس کا اندازہ ہو۔

مجلسِ ذکر سے دل کا غبار

حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ تحریر فرماتے ہیں:

فرمایا: مجھے جب میوات میں جانا ہوتا ہے تو میں ہمیشہ اہلِ خیر اور اہلِ ذکر کے مجمع کے ساتھ جاتا ہوں، پھر بھی عمومی اختلاط سے قلب کی حالت اس قدر متغیر ہوجاتی ہے کہ جب تک اعتکاف کے ذریعہ اسے غسل نہ دوں یا چند روز کے لئے سہارنپور یا رائپور کے خاص مجمع اور

خاص ماحول میں جا کر نہ رہوں، قلب اپنی حالت پر نہیں آتا۔ دوسروں سے کبھی کبھی فرمایا کرتے تھے، دین کے کام کے لئے پھرنے والوں کو چاہئے کہ گشت اور چلت پھرت کے طبعی اثرات کو خلوتوں کے ذکر وفکر کے ذریعہ دھویا کریں۔ (ذکر اللہ کے حلقے: ۳۲۸)

علم وذکر کے بغیر نکلنا کچھ بھی نہیں

حضرت مولانا الیاسؒ زمانۂ طالبِ علمی میں حضرت قطب الاقطاب حضرت رشید احمد گنگوہیؒ سے بیعت ہوئے، ان کی وفات کے بعد حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ سے بیعت ہوئے، اور ان سے ہی آپ کو خلافت عطا ہوئی۔۔ حضرت مولانا منظور نعمانیؒ جو ایک مدت تک آپ کے ساتھ ساتھ اس کام میں شریک رہے، وہ تحریر فرماتے ہیں کہ: (حضرت مولانا محمد الیاسؒ نے فرمایا): ہماری اس دینی دعوت میں کام کرنے والے سب لوگوں کو یہ بات اچھی طرح سمجھا دینا چاہئے کہ تبلیغی جماعتوں کے نکلنے کا مقصد صرف دوسروں کو پہنچانا اور بتانا ہی نہیں ہے، بلکہ اس کے ذریعہ اپنی اصلاح اور اپنی تعلیم وتربیت بھی مقصود ہے، لہذا نکلنے کے زمانے میں علم اور ذکر میں مشغولیت کا بہت زیادہ اہتمام کیا جائے، علمِ دین اور ذکر اللہ کے اہتمام کے بغیر نکلنا کچھ بھی نہیں ہے، پھر یہ بھی ضروری ہے کہ علم وذکر میں مشغولیت اس راہ کے اپنے بڑوں سے وابستگی رکھتے ہوئے، ان کی ہدایت ونگرانی میں ہو، انبیاءؑ کا علم وذکر، اللہ تعالی کے زیر ہدایت تھا، اور صحابہ کرامؓ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے علم وذکر لیتے تھے، اور آپ ان کی پوری پوری نگرانی فرماتے تھے، اسی طرح ہر زمانہ کے لوگ اپنے بڑوں سے علم وذکر لیا کرتے، اور انکی نگرانی اور رہنمائی میں تکمیل پاتے۔ ایسے ہی آج بھی ہم اپنے بڑوں کی نگرانی کے محتاج ہیں، ورنہ شیطان کے جال میں پھنس جانے کا بڑا اندیشہ ہے۔ (ملفوظات حضرت مولانا الیاسؒ: ۱۰۳)

خلوت میں ذکر، جلوت میں دعوت

حضرت شیخ نے تبلیغی جماعت پر اعتراضات کے جواب میں اور مفکرِ اسلام حضرت مولانا ندویؒ نے اپنی کتاب ''حضرت مولانا الیاسؒ اور انکی دینی دعوت'' نامی کتاب میں حضرت

کے دعوتی خطوط سے وہ اقتباسات نقل فرمائے ہیں، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت داعیٔ کبیر کی نظر میں ذکر و خانقاہ، اور اکابر کی صحبت کی کس قدر اہمیت تھی، حضرت داعیٔ کبیر کے الفاظ میں چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیں:

- اپنے اپنے حلقے کے ان لوگوں کی فہرست جمع کر کے مجھے اور شیخ الحدیث صاحب کو لکھیں جو ذکر شروع کر چکے ہیں یا اب کر رہے ہیں، یا چھوڑ چکے ہیں۔
- تم خود بھی ذکر و تعلیم میں مشغول ہو یا نہیں؟ اگر نہیں تو بہت جلد اب تک کی غفلت پر نادم ہو کر شروع کر دو، الف سے مراد یہ ہے کہ جن کو بارہ تسبیح بتائی گئی ہیں وہ پابندی سے پورا کرتے ہیں یا نہیں؟ اور انہوں نے ہم سے پوچھ کر کیا ہے؟ یا خود اپنی تجویز سے ذکر کرنے والوں کو دیکھ کر شروع کیا ہے، ہر ہر شخص سے دریافت کر کے نمبروار لکھو،
- جو ذکر بارہ تسبیح کر رہے ہیں انکو آمادہ کرو کہ وہ ایک ایک چلہ رائپور جا کر گزاریں،
- میرے دوستو! تمہارے نکلنے کا خلاصہ تین چیزوں کا زندہ کرنا ہے، ذکر۔ تعلیم اور تبلیغ یعنی تبلیغ کے لئے باہر نکالنا اور انکو ذکر و تعلیم کا پابند کرنا، ایک خط میں فرماتے ہیں:۔
- ''حق تعالی کے قرب، اور کامل رضا کا سہل اور وسیلہ سمجھ کر ذکر میں مشغول ہوتے ہوئے، اور سربسجود ہو کر دعاؤں کی کثرت کرتے ہوئے آپ اس کام کو کرتے رہیں، اور اسی طرح کرنے کی سب کو تعلیم دیتے رہیں، ذکر اور دعا کی کثرت اس کا پہیا اور اس کی روح ہے''

ہمارے پیر و مرشد اور مجلسِ ذکر

محبوب العلماء والصلحاء حضرت اقدس پیر ذوالفقار صاحب دامت برکاتہم کی معیت میں مختلف ممالک میں رہنے کا موقعہ ملا، صبح و شام حضرت اپنے احباب کے ساتھ ذکر الٰہی اور مراقبہ میں مشغول ہو جاتے، اسی طرح جب بھی چند احباب زیارت کے لئے آتے اور حضرت پند و نصائح سے نوازتے، تو اس کے بعد فرماتے کہ اللہ کی یاد میں ڈوب جایئے، حضرت کی پُر تاثیر توجہ بھی اپنا کام کر جاتی، اور ہر شخص دل میں ایک نور محسوس کرتا، غرض اپنے تمام اکابر و مشائخ کی زندگی کو دیکھیں ہر کوئی مجلس ذکر کے شیدائی اور پابند ہوا کرتے تھے۔

مجلس ﴿۲۳﴾

صحبت اور روحانی سفر

الحمد للہ و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد۔
اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم، بسم اللہ الرحمن الرحیم، فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۞ يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ۞ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا، فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ، صدق اللہ العظیم

اللھم صل علی سیدنا محمد و علی آل سیدنا محمد و بارک وسلم۔

جسم وروح کے لیے، غذا، وٹامن، اور دوا

تندرست جسم کے لیے غذا کی ضرورت ہے، مزید طاقت وقوت کے لیے پھل فروٹ کی بھی ضرورت ہے، اگر غذا نہ ملے تو جسم کمزور ہو جائے، فروٹ نہ لے تو وٹامنس اور کیلشیم کم ہونے لگے، اور اگر بیمار پڑ جائے تو ڈاکٹر کی ضرورت لازمی بن جائے، اسی طرح روح کی غذا بھی ہے، روح کے لیے وٹامنس بھی ہیں اور دوا بھی، احکام وفرائض، واجبات وسنن غذا کی طرح، نوافل ومستحبات اور آداب، وٹامن کی طرح، پیرومرشد اور شیخ طریقت طبیب وڈاکٹر کی طرح ان کے معمولات اور دیے ہوئے اسباق دوا کی طرح ہیں۔

جسمانی اور روحانی سفر

انسان جسمانی سفر بھی کرتا ہے اور روحانی سفر بھی، جس طرح جسمانی سفر کے لیے راستے کے ساتھ رہبر کی ضرورت ہوتی ہے، اسی طرح روحانی سفر کے لیے راستہ (صراطِ مستقیم) کے ساتھ رہبر اور مرشد کی بھی ضرورت پڑتی ہے، قرآن کریم میں جا بجا اس کی صراحت ہے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ، اسی طرح وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ سے پتہ چلتا ہے کہ راہ شریعت پر چلنے کے لئے صادقین کے ساتھ رہو، اور جو لوگ اہل انابت

ہیں، سنت وشریعت کے پابند ہیں، متقی اور صاحب ورع ہیں انکی اتباع کرتے رہو۔

روحانی سفر کے چار مقاصد

روحانی سفر کو وصول الی اللہ کا سفر بھی کہتے ہیں، جس کے چار مقصد ہیں،

- گناہوں سے نیکی کی طرف
- غفلت سے حضوری کی طرف
- دنیا سے آخرت کی طرف
- مخلوق سے خالق کی طرف

اس روحانی چار قسم کے سفر کے لیے کسی ایسے رہبر کی ضرورت ہوتی ہے جو شریعت وطریقت کا جامع ہو، شریعت وسنت کی پوری اتباع کرتا ہو، اوران چار باتوں میں کامل ومکمل ہو جو حضرت حسن بصریؒ نے بیان فرمائی ہیں۔

روحانی سفر کے لیے عالم ربانی کون؟

حسن بصریؒ (۱۱۰ھ/ ۷۲۸ء) کا مشہور قول ایک ایسا قول ہے جو علماء اور صلحاء کے لیے ایک پیمانہ ہے، جس میں ہم اپنے آپ کو وزن کر سکتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ عالم ربانی میں چار باتیں ہونی چاہیے... الفقیہ:

۱... الزاھد فی الدنیا

۲... الراغب فی آخرتہ

۳... البصیر بامر دینہ

۴... المداوم علی عبادۃ ربہ

(مرقاۃ المفاتیح: ۱/ ۳۱۰)

فقیہ فی الدین یعنی عالم ربانی وہ ہے جو دنیا کے معاملے میں، زہد وقناعت رکھتا ہو، دنیا کی محبت اس کے دل سے نکل چکی ہو، مال وزر، عزت وشہرت اس کے دل میں رچی بسی نہ ہو، اس کی فکر ونظر، اس کے دل کا رخ ہمیشہ آخرت کی طرف رہتا ہو، دینی معاملات میں علم ومعرفت اور بصیرت رکھتا ہو، یعنی حلال وحرام جائز وناجائز خلافِ تقوی چیزوں کی معلومات رکھتا ہو، تقوی اور عزیمت پر عمل کرتا ہو، اور اپنے اعمال وعبادات میں مداومت واستقامت کی دولت سے مالا مال ہو۔

ہم علما کے لیے لمحۂ فکریہ

ان باتوں کو سن کر ذرا ہم اہل علم، اپنے دامن دل میں جھانکیں، اپنے ذہن و دماغ کے دریچوں کو کھولیں، اور اپنے آپ سے پوچھیں کہ کیا ہم روحانی سفر کے مسافر ہیں؟ اور یقیناً ہیں تو پھر حضرت حسن بصریؒ کے قول کے مطابق ہمارے اندر یہ باتیں ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں تو پھر اسکی فکر کرنی ہوگی کہ ہم ان چار صفات سے کس طرح متصف ہوں علمائے ربانیین کی صف میں کس طرح شامل ہوں؟ اور کونوا ربانیین الخ کے مصداق کس طرح ہو جائیں؟ تو اگر اس کی تمنا ہے مشائخ کے نقش قدم پر ہمیں روحانی سفر طے کرنا ہوگا۔

کون کن کی صحبت میں گئے؟

اسلاف و مشائخ اور اکابر کی زندگی کو دیکھیں ان میں اکثر و بیشتر کی تاریخ ہمیں ملیں گی ، کہ انہوں نے کسی نہ کسی عالم ربانی، رہبر عرفانی اور صاحبِ خوف و خشیت کو، اپنا مرشد و مربی بنایا، اور اپنا دامن دل ان کے حوالے کر دیا، بلکہ ان کے سامنے اپنے آپ کو فنا کر دیا، چند شخصیات کا تذکرہ سن لیجئے کے کون ہستی کن کی خدمت میں پہنچی اور انکا کیا کہ تجربہ رہا:

- حضرت امام احمدؒ حضرت بشر حافیؒ کی خدمت میں
- امام ابوداوٗدؒ حضرت ابو حفصؒ حداد کی خدمت میں،
- امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ جعفر صادقؒ کی خدمت میں
- ابن حجر عسقلانیؒ حضرت شیخ مدینؒ کی خدمت میں،
- حضرت امام غزالیؒ حضرت بوعلی فارمدیؒ کی خدمت میں،
- حضرت ملا جامیؒ حضرت عبید اللہ احرارؒ کی خدمت میں،
- حضرت جرجانیؒ حضرت علاء الدین عطارؒ کی خدمت میں،
- علامہ شامیؒ حضرت شیخ خالد کردی شامیؒ کی خدمت میں،

- حضرت شیخ خالد کردیؒ حضرت غلام علیؒ کی خدمت میں،
- امام رازیؒ حضرت نجم الدین کبریؒ کی خدمت میں،
- شیخ عبدالحق دہلویؒ حضرت باقی باللہؒ کی خدمت میں،
- قاضی ثناء اللہؒ حضرت مظہر جان جاناںؒ کی خدمت میں،
- ملا نظام الدینؒ شیخ عبدالرزاق بانسویؒ کی خدمت میں،
- حضرت رشید احمد گنگوہیؒ حضرت امداد اللہؒ کی خدمت میں،
- مولانا قاسم نانوتویؒ حضرت امداد اللہؒ کی خدمت میں،
- مولانا خلیل احمدؒ حضرت امداد اللہؒ کی خدمت میں،
- مولانا احتشام الحقؒ خواجہ عزیز الحسنؒ کی خدمت میں،

غرض وہ اکابر ومشائخ جن کا نام ہم بڑے ہی فخر کے ساتھ لیتے ہیں وہ تمام کے تمام کسی نہ کسی صاحبِ نسبت، اہل معرفت کی نگاہِ تربیت میں رہے، اور ان سے روحانی کسب فیض کیا، انکو محسوس ہوا کہ انکے پاس کوئی اور دولت ہے، جو کتابوں کے نقوش میں نظر نہیں آتی، انکی صحبت میں وہ اسپرٹ ہے، جس سے خود اپنا باطنی مرض نظر آنے لگتا ہے، انکی آنکھون میں وہ تاثیر ہے، کہ دل کی دنیا بدلتی نظر آتی ہے، انکے کلام میں وہ اثر ہے، جو دلوں تک پہنچ کر رہتا ہے، اور فکر آخرت پیدا کئے بغیر نہیں رہتا۔

ان کی نظر کس بات پہ تھی

علم وفضل کے ان جیالوں کو اور قرآن وحدیث کے ان چمکتے ستاروں کو کیا ضرورت تھی کہ کسی کی نگاہِ صحبت کو، اپنے لیے لازم اور اکسیر سمجھیں، درحقیقت ان کی نظر حضرت امام مالکؒ کے اس قول پر تھی جو فرماتے تھے:

* من تصوف ولم يتفقه فقد تزندق، ومن تفقه ولم يتصوف فقد تفسق، ومن جمع بينهما فقد تحقق (ایقاظ الھمم: ۲)

* ان کی نظر: اتبع سبیل من اناب الي پرتھی۔

* ان کی نظر: کونوا مع الصادقین پرتھی۔

* ان کی نظر: اَیُّ جُلَسَاءِ کُمْ خَیْرٌ ؟فَقَالَ مَنْ ذَکَّرَکُمُ اللّٰہَ رُؤْیَتُہٗ وَزَادَکُمْ عِلْماً مَنْطِقُہٗ وَ ذَکَّرَکُمُ الْآخِرَۃَ عَمَلُہٗ پرتھی۔

* ان کی نظر ابن مسعودؓ کے قول: کہ اچھے عالم کی پہچان کَفٰی بِخَشْیَۃِ اللّٰہِ عِلْمًا ،وَکَفٰی بِالْاِغْتِرَارِ جَھْلًا پرتھی۔

* ان کی نظر حضرت مسروقؒ کے قول: کَفٰی بِالْمَرْءِ عِلْماً اَنْ یَخْشَی اللّٰہَ وَ کَفٰی بِالْمَرْءِ جَھْلاً اَنْ یُعْجِبَ نَفْسَہٗ پرتھی۔ (شعب الایمان: ۸۴۴)

گو یا دل کی دنیا اور باطن کو منور کرنے یادِ الٰہی سے آباد رکھنے، حکمت ومعرفت کا چشمہ جاری کرنے، اور نفس کے باریک حملوں عجب وغیرہ سے بچنے کے لیے کسی نہ کسی کو اپنا مرشد ومربی بناتے، اور ان کی صحبت سے فیض اٹھا کر اپنے علم وعمل میں جلا پیدا کرتے تھے۔

ان کو کس بات کا ڈر تھا؟

وہ اپنی خلوتوں اور تنہائیوں میں کبھی اپنے آپ کو دیکھتے، اور کبھی اپنے اکابر ومشائخ کو، کبھی انکی للّٰہیت پر مشتمل درس وتدریس کو، تو کبھی تواضع انکساری اور فنائیت سے گھیرے ہوئے لمحاتِ زندگی کو دیکھتے، اور اپنے آپ کو اس پیمانہ پر بالکل نہ پاتے، تو پھر ماہی بے آب کی طرح بے تاب ہوجاتے، اور ان کے دل کا یقین ہوجاتا کہ شاید اب تک کی زندگی ناکام نہ رہ جائے ،اس لیے ان کے دل میں ایک خوف رہتا تھا کہ:

کہیں ہمارا علم، علمِ قلبی کے بجائے صرف علمِ لسانی نہ رہ جائے

کہیں ہمارا علم ہمارے خلاف حجت نہ بن جائے

کہیں ہمارا عمل اخلاص وللّٰہیت سے خالی نہ رہ جائے

کہیں ہمارا قلب، رقت کے بجائے پتھر نہ بن جائے
کہیں ہمارا قلب ودماغ ظلمت کدہ نہ رہ جائے،
کہیں ہماری عبادت بے کیف و بے لذت نہ رہ جائے
کہیں ہماری راتیں غفلت کا شکار نہ ہو جائیں
کہیں ہماری آنکھیں ہمیشہ خشک نہ رہ جائیں
اور کہیں ہمارا رب ہم سے ناراض نہ رہ جائے

اس قسم کا خوف اور دھڑ کا، ان اکابر کو لگا رہتا تھا، تب تو ایک طرف مسندِ حدیث کے بہترین شیخ الحدیث ہوتے، وعظ وخطابت کے مؤثر خطیب ہوتے اور دعوت وتبلیغ کے بے لوث سرخیل ہوتے، پھر بھی کسی نہ کسی کے دامن دل سے اپنے دامن کو جوڑے رکھتے، اپنا حال دل انکو سناتے رہتے اور روائے دل لیتے رہتے۔

مشائخ کی چارخوبی کس طرح آجائے

مشائخ کی زندگی میں نمایاں طور پر چار باتیں نظر آتی ہیں کہ وہ ان چار باتوں کے پیکر تھے، اور انہیں چار باتوں نے، ان کے علم وعمل میں مطابقت، قال وحال میں یکسانیت پیدا کردی تھی، اور انہیں خوبیوں کا اثر تھا کہ انہوں نے کسی نہ کسی صاحبِ نسبت کی خدمت میں جا کر اپنے آپ کو فنا کر دیا تھا، اور اسی کا اثر تھا کہ دل سوزی اور ہمدردی کے ساتھ، درس وتدریس میں، دعوت وتبلیغ میں اپنی پوری زندگی کھپادی اور خلق خدا کی ہر قسم کی خدمت بے لوث و بے غرض ہو کر کی، وہ چار صفات یہ تھیں:

- التقوی فیما بینه و بین الله
- التواضع فیما بینه و بین الناس
- الزهد فیما بینه و بین الدنیا
- المجاهدة فیما بینه و بین النفس

(حاشیہ جمل علی الجلالین)

یعنی وہ خلوت وجلوت میں خوف وخشیت اور تقوی کے پیکر تھے ،لوگوں کے درمیان تواضع انکساری ان کا شعار تھا، دنیا سے بے رغبتی ان کے دل کا سرمایہ تھا، اور نفس وشیطان اور برے ماحول سے اپنے آپ کو بچائے رکھنا، ہر دم کا مجاہدہ تھا۔

مشائخ تین بنیادوں کے پیکر تھے

راہِ سلوک میں تین چیزیں بنیاد ہیں:

(۱) مجاہدہ، جس کی دو صورت ہے: ● التزام طاعت ● اجتنابِ معصیت

پھر التزامِ طاعت کے دو درجے ہیں: ایک تو یہ کہ فرائض وواجبات اور سنن پر مکمل مداومت ہو، اور دوسرا درجہ: نوافل ومستحبات کا مکمل اہتمام ہو، ان باتوں پر ہمارے اکابر اور مشائخ کا حد درجہ پابندی کے ساتھ عمل رہتا تھا کبھی کوئی سنت ترک ہوجائے یا مستحب، تو چہرے کا رنگ بدل جاتا تھا، غم سوار ہوجاتا کہ ہم پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو کس طرح چہرہ دکھائینگے نیز ان کی نظر ہمیشہ قرب الٰہی کے اسباب پر رہتی جن اسباب سے انسان بہت جلد اللہ کا مقرب بن جاتا ہے ،وصول الی اللہ کا درجہ پاتا ہے، ان میں بطور خاص نوافل ومستحبات کو بڑا دخل ہے چنانچہ حدیث پاک میں ہے کہ **مایزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتیٰ احبه** (بخاری) کہ بندہ نوافل ومستحب کے ذریعہ اللہ کا محبوب بن جاتا ہے، گویا عشق ومحبت کا درجہ پانے کے لیے نفل ومستحب پر عمل کرنا ان کی عادتِ ثانیہ بن گئی تھی،

(۲) راہ سلوک کا بنیادی دوسرا استون معمولات کی پابندی ہے۔

(۳) راہ سلوک کا بنیادی تیسرا استون صحبتِ شیخ ہے۔

معمولات کے وہ کس قدر پابند تھے

اکابر کے حالاتِ زندگی کو پڑھ جایئے اخیر دم تک وہ اپنے معمولات کے پابند رہتے تھے، چنانچہ حضرت مولانا الیاسؒ کا جس دن انتقال ہوا اس دن بھی انہوں نے ذکرِ جہری کیا،

حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحبؒ اتباعِ سنت اور احیاء سنت میں بہت مشہور و معروف تھے، عجیب پر کشش شخصیت تھی اپنے معمولات اور نظام الاوقات کے بہت پابند تھے جس دن آپ کا انتقال ہوا، اس دن بھی آپ نے ذکرِ جہری فرمایا،

حضرت مولانا انعام الحسنؒ (۱۹۹۵ء) داعی کبیر حضرت مولانا الیاسؒ سے وابستہ تھے اور ان سے ہی اس راہِ سفر کا سبق لیا کرتے تھے، حضرت مولانا الیاسؒ سبق کو بڑھاتے بڑھاتے بارہ تسبیح کے علاوہ ستر ہزار مرتبہ اسم ذات اللہ اللہ کا ذکر کرواتے تھے، ابتدائی زندگی میں مرکز میں فجر بعد کے معمولات سے بالکلیہ فارغ ہونے کے بعد ہمایوں کے مقبرہ والے حصے میں تشریف لے جاتے اور بارہ ہزار کی تسبیح کے علاوہ ستر ہزار اسم ذات کا ورد کرتے تھے (سوانح حضرت انعام الحسن: ۱/ ۲۲۳)

لمحۂ فکریہ: ہم ذرا اپنے شب و روز کی مشغولیت، اپنی دینی خدمات تدریسی ذمہ داری اور گھریلو کام و کاج کے وقت کا جائزہ لیں، اور محاسبہ کریں کہ چوبیس گھنٹوں میں کتنا وقت ان چیزوں میں صرف ہوتا ہے، اور کتنا وقت آرام و استراحت میں، اسکے بعد کتنا ایسا وقت گذر جاتا ہے جو بے فائدہ ہوتا ہے، تو کیا ایسے وقت کو بھی ہم اللہ کے ذکر میں اللہ کی یاد میں، دل کی دنیا آباد کرنے میں ، اپنے روح و قلب کو انوارات الٰہیہ سے روشن کرنے میں نہیں لگا سکتے؟، کیا فرض نمازوں سے چند منٹ پہلے، یا چند منٹ بعد اللہ کی یاد میں نہیں بیٹھ سکتے؟ کیا چوبیس گھنٹے میں چند منٹ کے لئے **و تبتل الیہ تبتیلا** پر عمل نہیں کر سکتے؟ کیا **فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ وَاِلٰی رَبِّکَ فَارْغَبْ** پر عمل نہیں کر سکتے؟

تھوڑی دیر کے لئے سر جھکا کر جو کچھ دنیا میں ہے اس سے ہٹ کٹ کر اللہ کی یاد میں بیٹھ جائیں کہ اللہ کی رحمت آرہی ہے میرے دل میں سما رہی ہے، میرا دل کہہ رہا ہے اللہ، اللہ

مجلس «۲۴»

مشائخ اور صحبتِ صالحین

الحمد للہ و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد۔

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم ۔بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَدٰوۃِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْھَہٗ وَلَا تَعْدُ عَیْنٰکَ عَنْھُمْ تُرِیْدُ زِیْنَۃَ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا۔(کہف:۲۸) یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ۔ صدق اللہ العظیم۔

اللھم صل علی سیدنا محمد و علی آل سیدنا محمد و بارک و سلم۔

صحبتِ صالحین

اصلاح نفس ،تزکیۂ باطن، اخلاق حمیدہ سے متصف ہونے ،اخلاق ذمیمہ کے زائل ہونے ،ظاہری اور باطنی کمالات سے آراستہ ہونے میں ،صحبت صالحین اکسیر کا درجہ رکھتی ہے ،زندگی کے رخ بدلنے ،فکر ونظر کی تبدیلی ،علم وفضل میں جاذبیت پیدا کرنے میں صحبت کا ،انقلابی رول ہے،انسان کا فطری مزاج ہے، کہ صحبت کی تاثیر لئے بغیر نہیں رہتا،اہل نسبت اور اہل دانش کا اتفاق ہے ''الصحبۃ موثرۃ'' کہ صحبت خواہ نیک کی ہو یا برے کی ،جانور کی ہو یا انسان کی ،پھول پتوں کی ہو یا دریائی کناروں کی ، ہرایک کا اثر انسان میں بہت خاموشی کے ساتھ رس بس جاتا ہے،جن جانوروں کے ساتھ زیادہ اختلاط ہوگا ،اس کا مزاج اس میں یقیناً سرایت کرے گا ،اونٹ کے ساتھ ہوتو سختی اور درشتی ،بکری کے ساتھ ہوتو رقت ونرمی کا آنا ،پتھریلی اور پہاڑی علاقوں میں ہوتو دلوں میں سختی ،کھردراپن ، پھول پتیوں میں ہوں تو نرمی اور حلم وتحمل کا آنا ایک فطری بات ہے یہ ایک ایسی حقیقت ہے جسکا کوئی انکار نہیں کرسکتا ،یہی تو وجہ ہے کہ بچوں کو

والدین منع کرتے ہیں کہ فلاں بچے کے ساتھ مت کھیلنا، کیوں کہ وہ جانتے ہیں، وہ شریر بچے ہیں، شرارت اس میں سرایت نہ کرجائے، جب شرارت سرایت کرسکتی ہے، نظرِ بد لگ سکتی ہے تو پھر صالحیت وروحانیت اور بہتر نظر کیوں نہیں لگ سکتی؟

صحبتِ صالح فرض ہے

اسی بنا پر رب کریم نے صحبت صالح کو فرض قرار دیا ہے، قرآنی آیت ہے، "یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِیْنَ" کسی نیکوکار صالح، کی صحبت اسی بنا پر لازم ہے کہ اس سے باطن (قلب وروح) کا تزکیہ، تحلیہ ہوتا ہے، نفس رذائل سے پاک ہوتا ہے، پھر اس حکم کا اندازِ خطاب دیکھیں، سب سے پہلے مخاطب فرمایا، یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کہ، اے وہ لوگو! جو میرے اپنے ہیں، جو ہم سے وفاشعاری کا اقرار کرچکے ہیں، اپنائیت ظاہر کرنے کے بعد فرمایا، کہ تقوی اختیار کرو، اب اگر صرف تقوی ہی کافی ہوتا، تو آگے کچھ نہ کہا جاتا، جبکہ فرمایا "وَکُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِیْنَ" کہ صاقین یعنی ان لوگوں کے ساتھ رہیں، جن کا ظاہر وباطن سنت و شریعت کے مطابق ہو، جن کے قال وحال میں فرق نہ ہو، جن کی زندگی شریعت کے سانچے میں ڈھلی ہوئی ہو، اس سے معلوم ہوا کہ صرف تقوی کافی نہیں، بلکہ نیک وکار کی صحبت بھی ضروری ہے، حضرت اقدس اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں، کہ جب اہل تقوی کو صحبت ومعیت کا حکم ہے، تو پھر جو اہل تقوی نہیں وہ اس حکم کے بدرجہً اولی مخاطب ہوں گے۔

صحبت کی مثال

صحبت شعاع کی طرح ہے، سورج کی شعاعوں سے جس طرح چیزیں، کیڑے مکوڑے نظر آتے ہیں، اسی طرح صحبت کی شعاع جب دل پر پڑتی ہے، تو باطن کے کیڑے مکوڑے نظر آتے ہیں، اپنی اصل تصویر اور حقیقت نظر آتی ہے، عیب کو دور کرنے کی فکر اور اس کے نقصانات سے بے قراری ہونے لگتی ہے، پھر سورج کی شعاع سے جس طرح ناپاک زمین خشک ہوتی ہے، اسکی بدبو زائل ہوتی ہے، زمین پاک ہوجاتی ہے، اسی طرح جب کسی مردِ کامل

کی نظر دل کی زمین پر پڑتی ہے، تو دل کی زمین سے گناہوں کے اثرات، داغ دھبے دور ہونے لگتے ہیں اور دل کی زمین اخلاق ذمیمہ سے پاک ہونے لگتی ہے، صحبت پارس کی طرح ہے، جو لوہے کو سونا بنادیتا ہے، اسی طرح صحبت، بداخلاق کو بااخلاق، فاسق کو نیک وکار، اور مومن کو متقی بنا دیتی ہے، بلکہ صحبت کے ساتھ طویل معیت ہو تو شیخ کے کمالات اس میں سرایت کر جاتے ہیں، علامہ ابن حجر (۸۵۲ھ/۱۴۴۹ء) فرماتے ہیں: ''اِنَّ جَلِیْسَھُمْ یَنْدَرِجُ مَعَھُمْ فِی جَمِیْعِ مَا یَتَفَضَّلُ اللّٰہُ بِہٖ عَلَیْھِمْ اِکْرَامًا لَّہٗ'' کہ جن پر اللہ نے روحانی اور باطنی فضل کا معاملہ فرمایا، اور کمالاتِ باطن سے نوازا، وہ تمام چیزیں ان کے ساتھ بیٹھنے والوں میں سرایت کر دیتا ہے۔

صحبت کے فائدے

اہلِ نسبت اور اہل معرفت کی صحبت میں بیٹھنے سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔

- ان کی باتوں میں وہ تاثیر ہوتی ہے کے نفس کو کچلنا، گناہ سے بچنا آسان ہوجاتا ہے۔
- باطن کی ظلمت کھلنے لگتی ہے، شرمندگی کے ساتھ صدق دل سے توبہ تائب ہوتا ہے۔
- جب ان کا نورِ باطن منتقل ہوتا ہے، تو عبادات اور سنتوں پر عمل کا جذبہ ابھرتا ہے۔
- ان کے پر کشش احوال جب نظر آتے ہیں تو بداخلاقی سے بچنے کا شوق بڑھتا ہے۔
- ان کی مشغول زندگی کو دیکھ کر فضول چیزوں سے بچ کر ذکر وشغل کا مزاج بنتا ہے۔
- ان کے زہد وورع، بے لوث زندگی کو دیکھ کر مال ودنیا کی مذمت دل میں آتی ہے۔
- ان کے صبر وتحمل کو دیکھ کر انتقامی جذبہ کے بجائے درگذر کا مادہ پیدا ہوتا ہے۔

صحبت کے یہ فائدے کب؟

صحبت کے فائدے، اس کی برکتوں اور ثمرات کا انکار ایک حقیقت کا انکار ہے، تاہم صحبت کے یہ انمول فائدے، اس وقت حاصل ہونگے، جب کہ صحبت بھی ہو اور کچھ مدت ان کی معیت بھی حاصل ہو، ادنی درجہ کی صحبت سے یہ فوائد اور برکات ظاہر ہوجائیں، ضروری نہیں، بقول شیخ سعدیؒ: مٹی جب ایک مدت تک پھول کی پتی کے درمیان رہی تب اس میں

خوشبو آئی، انڈا ایک خاص مدت تک مرغی کے پَر کے درمیان رہا تب اس سے بچہ نکلا، مشک کا نافہ ایک خاص مدت تک ہرنی کی ناف میں رہا تب وہ مشک بنا، اسی طرح جب تک شیخ کی خدمت میں ایک عرصہ تک نہ رہے یہ خوبیاں کیسے منتقل ہونگی، علامہ اقبالؒ نے کیا خوب کہا:

تمنا دردِ دل کی ہے تو کر خدمت فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں

علم حدیث میں یہ بات مسلم ہے کہ جو راوی، جس شیخ کے پاس زیادہ مدت رہا ہو، اصولِ حدیث میں، اس راوی کی اہمیت بڑھ جاتی ہے، چنانچہ کہا جاتا ہے کہ فلاں ''کثیر الملازمہ'' راوی ہے، گویا شاگرد ہو جانا، اخذ روایت کر لینا، الگ بات ہے، اور اخذِ روایت کے ساتھ شیخ کے ساتھ زیادہ رہنا، اس کی شخصیت کو زیادہ نمایاں، اور راجح بنا دیتا ہے۔ اسی طرح شیخ کے فیوض و برکات کے لئے صرف بیعت ہو جانا یا معمولی صحبت کافی نہیں بلکہ ایک عرصہ تک رہنا ہوگا۔

مظہرِ جانِ جاناںؒ اور صحبت

حضرت مظہر جان جاناںؒ (م:۱۷۸۰) کی مجلس میں یہ بات زیرِ بحث آ گئی کہ اللہ نے جو وقتِ اجابت اور وقتِ مستجاب بنایا ہے، اگر مل جائے تو اس میں کیا دعا کی جائے، ہر ایک نے اپنے اپنے طور پر اپنی تمنا ظاہر کی کہ میں یہ دعا کرونگا، حضرت مظہر جانِ جاناںؒ نے فرمایا، اگر مجھے وہ وقت اجابت مل جائے تو صحبت نیک کی دعا کرونگا۔ (اتحاف الطلبہ: ۴۰۵)

حضرت غلام حبیب علی نقشبندیؒ فرمایا کرتے تھے، نقوش سے نفوس نہیں بنا کرتے، بلکہ نفوس سے نفوس بنتے ہیں، شیخ عماد الدین واسطیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے قلب کا محاسبہ کیا تو ایمان و یقین کے کمالِ درجہ سے خالی پایا، علامہ ابن تیمیہ کی صحبت میں جا بیٹھا تو شکوک و شبہات کے سارے پردے ختم ہو گئے، دل میں ایمان و یقین کی بہار اور انشراح آ گیا۔

(رسولِ رحمت: ۳)

صحبت حسن خاتمہ کا ذریعہ

جس شخص کو حلاوت ایمانی حاصل ہوتی ہے اس کے متعلق ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ جب ایمان کی حلاوت قلب میں داخل ہوگئی تو اس سے کبھی نہ نکلے گی، اس کو حسن خاتمہ نصیب ہوگا ،اسی طرح حضرت اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں: اللہ والوں کی صحبت سے جب انسان بدبختی اور شقاوت سے محفوظ ہوگیا، تو اب حسن خاتمہ اس کے لئے لازم ہوگیا، اسی بنا پر فرماتے تھے، شیخ کی صحبت میں بیٹھنے کو اپنی تمام نفلی عبادت سے بہتر سمجھو، کیوں کہ اس کی صحبت میں نفس کی اصلاح ہوتی ہے، تقوی حاصل ہوتا ہے جس پر ولایت خاصہ موقوف ہے۔ (افضال ربانی حکیم اختر:٨٩)

صحبت شیخ سے بدلتی زندگی

ہر زمانہ میں صحبت شیخ کی ضرورت واہمیت اور افادیت کا صرف اقرار واعتراف ہی نہیں رہا بلکہ اہل طلب اپنے حق میں لازم وضروری سمجھ کر، اس سے فائدہ اٹھاتے رہے، اور ظاہر و باطن میں انقلابی تبدیلی کو محسوس کرتے رہے۔

* حضرت ھبیرہ (م:٣٠٧) کہتے ہیں، میں تیس سال تک مشغولِ عبادت رہا، یومیہ دو ختمِ قرآن کرتا، مگر دل سوزِ دروں، اور دردِ محبت، آہ وزاری، کیف وسرور سے خالی رہتا، میں نے صحابہ اور تابعین کے حالات میں جو سوز وساز، جو باطنی کیفیات کا تذکرہ پڑھا تھا، اس سے اپنے آپ کو یکسر خالی پاتا رہا، دل میں ایک تڑپ اور کڑھن تھی، میں نے سوچا کہ جلوت اور آبادی میں رہ کر دل کی یہ دولت نصیب نہیں ہوسکتی، لذت وعبادت اور حلاوتِ تلاوت میسر نہیں ہو سکتی، چنانچہ میں جنگل چلا گیا، وہاں خلوت وتنہائی اور سناٹے میں عبادت کرتا رہا، مگر کوئی فرق نہ پڑا، دل میں ایک تڑپ تھی، اسی دردِ محبت کی تلاش میں جنگل میں سرگرداں رہتا، غیب سے آواز آئی، اگر دل کی دولت چاہتے ہو تو اپنے ہی شہر کے مشہور صاحب نسبت، محدث حذیفہ مرعشی کے پاس جاؤ، ان کی خدمت وصحبت میں گئے، چند دنوں کی صحبت نے دل کے رنگ کو بدل دیا، دل کی دنیا بدلی، کیفیات واحوال پرسوز و پرکیف ہوگئے، تو دیکھئے کہ ایک محدث ہو کر بھی صحبت کے

محتاج بنے اور اسی صحبت نے ان پر محبت الٰہی کا رنگ چڑھا دیا۔ (مشائخ چشت:۱۴۵)

* علامہ اقبال جو یورپ سے دنیوی علوم سیکھ کر آئے، اہل علم کی زیادہ وقعت و عظمت ان کے دل میں نہ تھی، مگر جب علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی خدمت میں گئے، ان کی صحبت ملی، دل کے احوال بدلے، عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے قلب گرمانے لگا تو، کیا عجیب مناجات اپنے رب سے کی:

توغنی از ہر دو عالم من فقیر　　روز محشر عذر ہائے من پذیر
گر ہمہ بینی حسابم ناگزیر　　از نگاہ مصطفی پنہاں بگیر

دل میں اس قدر رقت و خشیت، سوز و درد، آہ و زاری کی کیفیت آگئی کہ اکابر و مشائخ رشک کرنے لگے، عبادت و تلاوت میں آنسوں ابل پڑتے، لاہور کے میوزیم میں ان کا وہ قرآن کریم بطور یادگار رکھا ہوا ہے، جس پر ان کے آنسوں کے قطرے پڑنے سے کاغذ پر دھبے پڑ گئے، معلوم ہوا کہ صحبت سے دل کی دنیا بدلے بغیر نہیں رہتی، مولانا رومیؒ فرمایا کرتے تھے:

صد کتاب و صد ورق در نار کن　　جان و دل را جانب دلدار کن
مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم　　تا غلام شمس تبریزی نہ شد

* حضرت ربیع بن خثیمؒ میں حضرت ابن مسعود کی صحبت سے محبت و معرفت کا ایسا رنگ چڑھ گیا تھا، کہ خود حضرت عبداللہ بن مسعود ان پر رشک کرتے، ان کے خشوع و خضوع کو دیکھ کر فرماتے کاش! کہ یہ نوجوان نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہوتا، ایک دفعہ فرمایا کہ تمہیں دیکھ کر اللہ کی بارگاہ میں خشوع و خضوع کرنے والے یاد آجاتے ہیں۔ (طالبین کے واقعات:۸۲)

صحبت کے بغیر فیضان علم

علم و فضل اور معلومات میں انسان کتنا ہی بلند کیوں نہ ہو، جب تک کسی شخصیت کی صحبت حاصل نہ ہو، اس میں نہ جاذبیت آتی ہے نہ کشش، ان کے علم کا فیضان زیادہ نہیں ہو پاتا،

ان کی شخصیت عوام وخواص کی زندگی کے بدلنے کا ذریعہ نہیں بن پاتی ،جس درجہ میں ان کے پاس علم وفضل ہوتا ہے، اس لحاظ سے ان کی شخصیت نافع نہیں بن پاتی ،اس کے برعکس جنہوں نے اپنے بڑوں کی صحبت پائی ،ان کی خدمت میں رہے، اپنے پوشیدہ عیوب اور نفس کے باریک حملوں کو جاننے ،دور کرنے کی کوشش کی، رب کریم نے ان میں جاذبیت وکشش پیدا کردی بعض مشائخ مثال دیتے ہیں کہ بغیر شیخ ومربی انسان کی زندگی خودرو درخت کی طرح ہے، جس پر نہ پھل لگتا ہے، نہ خوشبودار پھول بلکہ بے ڈھب ہوتا ہے، لیکن جو درخت باغباں اور مالی کی نگرانی میں رہے، اس کی تراش وخراش کی جائے وہ دیکھنے میں خوشنما، پھلدار اور سایہ دار ہوتا ہے۔

فیضانِ صحبت کے لئے ۲/ چیزیں

صحبت شیخ سے فیض منتقل ہوتا ہے، مگر اس میں اضافہ اور بقاء ۲ چیزوں سے ہوگا، ذکر پر مداومت، اور تقوی پر استقامت، ذکر سے حیات ایمانی ملتی ہے، صحبت کے باوجود جو فیض یافتہ نہیں ہو پاتے ،اسکی ۲ وجہ ہیں، ذکر الٰہی کا ناغہ، اور معصیت سے عدم اجتناب، لہٰذا کسب فیض کے لئے ۲ چیزوں کا پابند رہنا لازم ہے ایک تو ذکر الٰہی ،اور ایک گناہوں سے حفاظت۔

حصول ولایت کے ۳/ نسخے

(۱) صحبت صالحین کا حکم بھی ہے، اس کے بڑے فوائد بھی، تاہم یہ چند لمحے کے لئے کافی نہیں بلکہ علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں "ای خالطوھم لتکونوا مثلھم" یعنی اللہ والوں کے ساتھ اتنا رہو کہ انکے جیسے ہوجاؤ، (۲) ذکر اللہ کا التزام، (۳) اور گناہوں سے بچنے کا اہتمام، یہ تین چیزیں ولایت ونسبت کے لئے لازم ہیں۔

کس نیت سے جائیں؟

جب بھی کسی شیخ ،صاحب نسبت کے پاس جانا ہو تو دل میں یہ حسین نیت ہو کہ ان کے

فیضِ صحبت سے ہمیں کیفیتِ احسانی مل جائے، معیت وحضوری، تقوی وورع، شوقِ عمل، اخلاص و للّٰہیت کی جو دولت ان کے قلب میں ہے، وہ میرے قلب میں منتقل ہو جائے۔

شیخ کو اپنے حق میں باب رحمت سمجھنا چاہئے، دل میں "وَ اَلْحِقْنَا بِالصّٰلِحِیْنَ" کی تمنا رکھنی چاہئے، عقیدت ومحبت کے ساتھ ان کی صحبت میں رہنے کی برکت سے کچھ نہ کچھ ذرہ حاصل ضرور ہوتا ہے، کیوں کہ ان کے پاس نسبت کی خوشبو ہوتی ہے، ہاں؛ جس طرح دنیوی خوشبو کے لئے ذوق کا صحیح وسالم ہونا ضروری ہے، اسی طرح اس روحانی خوشبو کے لئے بھی باطنی ذوق (عقیدت، عظمت، ادب) کا صحیح ہونا بھی ضروری ہے، نیز کسی بھی شیخ سے فیض پانے کے لئے مناسبت کا ہونا ضروری ہے، مناسبت کے بغیر کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچتا۔

مٹنے کی نیت ہو نہ کہ عزت کی

حضرت مفتی جمیل احمد صاحب تھانویؒ (۲۰۰۴ء) جامعہ اشرفیہ لاہور کے صدر مفتی تھے، انہوں نے خواجہ عزیز الحسن صاحبؒ (۱۹۴۴ء) کو اپنا مرشد بنایا، مفتی صاحب نے فرمایا کہ جو دولت حکیم الامتؒ سے آپ نے پائی ہے وہ مجھے دے دیجئے، خواجہ صاحب نے فرمایا:

مئے یہ ملی نہیں ہے یوں قلب وجگر ہوئے ہیں خون
کیوں میں کسی کو مفت دوں مئے میری مفت کی نہیں

پھر فرمایا:

آئینہ بنتا ہے رگڑے لاکھ جب کھاتا ہے دل
کچھ نہ پوچھو دل بہت مشکل سے بن پاتا ہے دل

ایک موقعہ پر یہ بھی فرمایا:

پیشِ مرشد ذلیل ہو جاؤ متبع بے دلیل ہو جاؤ پھر سچ مچ جمیل ہو جاؤ

اور فرمایا:

شیخ کے ہیں چار حق انکو یاد رکھ اطلاع، واتباع، واعتقاد، وانقیاد

مجلس《۲۵》

باطنی امراض کا علاج

الحمدللہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی امابعد۔

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم، بسم اللہ الرحمن الرحیم ﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی وَذَکَرَ اسْمَ رَبِّہٖ فَصَلّٰی﴾ (اعلی:۳۰) ﴿اِسْتَحْوَذَ عَلَیْھِمُ الشَّیْطٰنُ فَاَنْسٰھُمْ ذِکْرَ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ حِزْبُ الشَّیْطٰنِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّیْطٰنِ ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ﴾ (مجادلہ:۱۹)۔ صدق اللہ العظیم۔ سبحان ربک رب العزۃ عمایصفون وسلام علی المرسلین والحمدللہ رب العالمین۔

اللھم صل علی سیدنا محمد وعلی آل سیدنا محمد وبارک وسلم۔

باطنی امراض کا علاج فرض ہے

امراض باطن اور اخلاقِ رذیلہ کو دور کرنا فرض ہے، جس طرح نماز پڑھنا فرض ہے اسی طرح باطن کے امراض کو دور کرنا فرض ہے، اس کو معمولی اور نفلی کام نہ سمجھئے، کیونکہ باطنی امراض اس قدر نقصان دہ ہیں کہ ان کے ہوتے ہوئے کبھی تو انسان کی دعا تک قبول نہیں ہوتی، آپ نے سنا ہوگا کہ لیلۃ القدر کی مبارک گھڑی ہو پھر بھی حسد اور کینہ کی بنا پر دعا رد کر دی جاتی ہے، ہاتھ اٹھا اٹھا کر ایسا شخص آسمان تک لے جائے، آنسو بہا کر دامن تر کر دے، پھر بھی دعا قبول نہیں ہوتی، نیکیاں قابلِ قبول نہیں ہوتیں۔

احساسِ مرض کیوں نہیں؟

بعض باطنی بیماریوں کا اتنا بڑا نقصان ہے کہ اس سے نیکیاں تک ختم ہوجاتی ہیں، چنانچہ حسد نیکیوں کو اس طرح جلا دیتا ہے جیسے سوکھی لکڑی کو آگ کی چنگاری جلا دیتی ہے، مگر ہمیں

اس کا احساس وخیال تک نہیں ، بلکہ اپنی دنیا میں خوش اور مگن ہیں، ''کُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَیْھِمْ فَرِحُوْنَ'' (روم:۳۲) کے مصداق بنے ہوئے ہیں، اور اپنی عاقبت اور انجام سے بے فکر ہیں، ہماری مثال اس فریب خوردہ مسافر کی ہے جس کے تھیلے میں پتھر کے ٹکڑے بھرے ہوں، مگر وہ درہم ودینار سمجھ کر رواں دواں ہے اور سامان سفر بھی خرید رہا ہے، مگر جب قیمت ادا کرنے کے لئے تھیلا کھولتا ہے تو نادم وشرمندہ ہوکر سر جھکانے پر مجبور ہوتا ہے۔

فَسَوْفَ تَرٰی اِذَا انْکَشَفَ الْغُبَارُ
اَفَرَسٌ تَحْتَ رِجْلِکَ اَمْ حِمَارٌ

باطنی گناہوں سے چھٹکارا کیسے ملے؟

ہر دیندار مومن کی یہ تمنا اور خواہش ہوتی ہے کہ میں رب کریم کی نافرمانی، معصیت اور گناہوں سے بچتا رہوں، میرا ظاہر وباطن، گناہوں کی گندگی سے پاک رہے، جن گناہوں سے مومن بچنا چاہتا ہے، وہ دو طرح کے ہیں: ایک تو وہ گناہ جو ظاہری کہلاتے ہیں۔ دوسرے وہ گناہ ، جو باطنی یعنی دل کے کہلاتے ہیں۔ باطنی بیماریاں اور گناہ جلد محسوس نہیں ہوتے ، پتہ نہیں چلتا کہ میرے اندر کوئی بڑا گناہ پوشیدہ ہے، جبکہ ظاہری گناہوں کا احساس جلد ہوتا ہے، چنانچہ زبان سے غیبت کی، آنکھوں سے بدنظری کی تو محسوس ہوجاتا ہے، مگر دل کا جو گناہ ہے، جلد معلوم نہیں ہو پاتا، بلکہ نفس انسان کو خوش فہمی اور خود پسندی میں اس قدر مبتلا کرتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو ہر باطنی گناہ سے پاک سمجھتا ہے، جبکہ وہ اپنے باطن میں گناہوں کا پلندہ لئے پھرتا ہے۔

ذکر کی روشنی سے عیوب کھلنے لگے

اللہ کی شان حکمت ہے کہ جب مومن ذوق وشوق، رغبت وچاہت کے ساتھ والہانہ انداز میں ذکر کرتا ہے، اور ذکر کی روشنی اس کے دل پر پڑنے لگتی ہے، تو خود ہی اس کو اپنے اندر کا عیب نظر آنے لگتا ہے، اسے محسوس ہوتا ہے کہ میرے اندر حسد بھی ہے، کینہ بھی، بڑائی بھی ہے، عجب بھی ہے، دنیا کی بے پناہ محبت بھی ہے، ریا اور کبر بھی ہے، ذکر کے نور سے کوئی نہ کوئی عیب

اس کو نظر آنے لگتا ہے، یہ نہیں ہوسکتا کہ پابندی، استقامت، مداومت اور ذوق وشوق کے ساتھ کوئی ذکر کرے، ذکر کی روشنی اس کے دل پر پڑے، اور اس کو اپنا عیب نظر نہ آئے۔جس طرح اندھیرے گھر میں روشنی آنے لگتی ہے تو گھر میں پہلے سے موجود کیڑے مکوڑے نظر آنے لگتے ہیں، اسی طرح اپنے عیوب بھی نظر آنے لگتے ہیں۔

علامہ ابن قیمؒ (۷۵۱ھ/ ۱۳۵۰ء) نے ''الوابل الصیب'' میں لکھا ہے کہ ذکر کا نور دنیا میں بھی ساتھ رہتا ہے، پل صراط پر بھی آگے آگے چلے گا، قرآن کی یہ آیت دلیل ہے: **''اَوَمَنْ كَانَ مَيْتاً فَاَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُوراً يَمْشِيْ بِهِ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَثَلُهُ فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِنْهَا''** (انعام:۱۲۲)۔

صحبت سے عیوب دور ہونے لگے

جس طرح کثرت ذکر سے عیوب نظر آتے ہیں، اسی طرح صالحین کی صحبت اور اہل نسبت کے پاس بیٹھنے سے بھی اپنے عیوب نظر آتے ہیں، بلکہ صحبت کی برکت سے عیوب بھی زائل ہوتے ہیں، اور زائل کرنے کی فکر بھی ہونے لگتی ہے، جس طرح کسی کو جب سانپ نظر آتا ہے تو وہ یا تو خود مارتا ہے، یا دوسروں سے مرواتا ہے، اسی طرح شیخ کے بتلانے سے کثرتِ ذکر سے خود اپنے عیوب کو زائل کرتا ہے، یا کسی شیخ اور کسی مرشد کے واسطہ سے اپنے عیوب کو دور کرتا ہے، غرض صحبتِ شیخ اور ان کی تربیت بہت زیادہ مفید اور مؤثر ہے۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ، حضرت شیخ زکریاؒ، حضرت شیخ عبدالقادر رائے پوریؒ، حضرت مولانا الیاسؒ تمام ہی اکابر دیوبند نے اس بات کا اعتراف کیا کہ ذکر کی مجلس میں شریک ہونا، اور شیخ کی صحبت میں رہنا، اپنے عیوب سے واقف ہونے، اس سے نجات اور چھٹکارے کا راستہ ہے۔

نہ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

دردِ دل کی تمنا

علامہ اقبال (۱۹۳۸ء) جب حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ (۱۹۳۳ء) کی صحبت میں بیٹھے اور دل کا حال بدلنے لگا تو فرمایا تھا کہ

تمنا دردِ دل کی ہے تو کر خدمت فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں

ہمارے حضرت جی دامت برکاتہم فرماتے ہیں: صحبت کے کمالات تو اتنے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں بیٹھنے والے صحابہ بن گئے، جو انبیائے کرامؑ کے بعد افضل ہیں، صحابہ کی صحبت میں بیٹھنے والے تابعی بن گئے، اور تابعی کی صحبت میں بیٹھنے والے تبع تابعین بن گئے، اسی طرح اللہ والوں کی صحبت میں بیٹھنے والے اللہ والے بن جاتے ہیں۔ (مبوب مجالس فقیر: ۱۱۵)

صحبت صالح ترا صالح کند   صحبت طالح ترا طالح کند

عجب وحسد کا پتہ چلنے لگا

سالکین جو کہتے ہیں کہ میرے اندر ریا اور عجب ہے، یا کینہ اور حسد ہے، تو اس سے مایوس نہ ہوں، کیونکہ ان چیزوں کا احساس ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ ذکر کی روشنی آرہی ہے، اور مرض نظر آرہا ہے، جب مرض دیکھے گا تب تو علاج کی فکر ہوگی؟ اور یہ کہنا کہ پہلے تو ریا اور عجب نظر نہیں آتا تھا، تو کیا پہلے وہ مرض نہیں تھا؟ نہیں! بلکہ پہلے سے موجود تھا، مگر ذکر کی روشنی نے اس کو آشکارا کر دیا، اسی طرح شیخ کی صحبت کا نور جب قلب پر پڑتا ہے تو امراض نظر آتے ہیں، تو جو طالب صادق ہے وہ بے چین ہوتا ہے، کہ میرے اندر اس قدر اخلاقِ رذیلہ، اور اس قدر اخلاقِ ذمیمہ ہیں اسے ہم کس طرح زائل کریں، وہ اللہ کے سامنے روتا گڑگڑاتا ہے، سسکتا اور تڑپتا ہے، اپنے مرشد سے مشورہ کرتا ہے، تو اس کا رونا، تڑپنا، مشورہ کرنا، اس بات کی علامت ہے کہ ذکر کی روشنی اور صحبتِ شیخ کی روشنی نے اس کے اندر کی اصل حقیقت کو کھول دیا، اور خیر واصلاح کا راستہ

دکھلا دیا ہے۔

نفس وشیطان سے محفوظ کون؟

انسان نفس وشیطان کے حملے اور شر سے محفوظ نہیں رہتا، خواہ دین کے جس شعبہ سے تعلق رکھتا ہو، مدرس ہو، امام ہو، واعظ وخطیب ہو، مفسر قرآن ہو، یا دعوت کے کام سے جڑا ہو، اس کا نفس اور شیطان اسے ڈنک مارنے کی کوشش ضرور کرتا ہے، چنانچہ ارشاد ربانی ہے: ''اِنَّ النَّفۡسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوۡٓءِ'' (یوسف:۵۳) اور شیطان کے بارے میں ہے: ''اِنَّ الشَّیۡطٰنَ لَکُمۡ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوۡہُ عَدُوًّا'' (فاطر:۶) ایک اور مقام پر فرمایا: ''اِنَّمَا یُرِیۡدُ الشَّیۡطٰنُ اَنۡ یُّوۡقِعَ بَیۡنَکُمُ الۡعَدَاوَۃَ وَ الۡبَغۡضَآءَ فِی الۡخَمۡرِ وَ الۡمَیۡسِرِ وَ یَصُدَّکُمۡ عَنۡ ذِکۡرِ اللّٰہِ وَ عَنِ الصَّلٰوۃِ فَہَلۡ اَنۡتُمۡ مُّنۡتَہُوۡنَ''۔ (مائدہ:۹۱)

تو نفس کو زیر کرنے، اس کو کچلنے اور نفس امارہ کو لوامہ پھر مطمئنہ بنانے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ ذکر کے راستہ سے اس کا مقابلہ کریں، ذکر میں اللہ اللہ کی اتنی ضربیں لگائیں کہ نفس وشیطان کمزور ہوجائے، مومن کی شان تو یہ ہے: ''اِذَا مَسَّہُمۡ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّیۡطٰنِ تَذَکَّرُوۡا'' (اعراف:۲۰۱) کہ جب شیطان ان پر حملہ آور ہوتا ہے تو اللہ کے ذکر میں اور اللہ کی یاد میں لگ کر اس کا مقابلہ کرتے ہیں۔

ذکر سے نفس کی بے بسی

نفس وشیطان یہ ہمیشہ کے دشمن ہیں، ذکر سے محروم کرنے کی ہر دم کوشش کرتے ہیں، ذکر سے محرومی باطنی امراض کے جنم لینے کا ذریعہ بنتی ہے، اس لئے ہمیں نفس وشیطان کے ساتھ ہمیشہ مقابلہ کرتے رہنا ضروری ہے، اصلاح نفس کے لئے ہمیں اپنی ہمت سے کام لینا ہوگا، کہ جب بھی نفسانیت کی بنا پر سستی، غفلت اور ٹال مٹول آنے لگے، یا رنگ بدل بدل کر گناہوں کے تصورات، خیالات آنے لگیں، فکر کی گندگی امنڈنے لگے، تو فوراً نفس کے خلاف کرنا اور اس کو کچلنا ضروری ہے۔

خواجہ صاحبؒ فرماتے تھے:

نہ چت کر سکے نفس کے پہلواں کو — تو یوں ہاتھ پاؤں بھی ڈھیلے نہ ڈالے
ارے اس سے کشتی تو ہے عمر بھر کی — کبھی وہ دبالے کبھی تو دبالے
جو ناکام ہوتا رہے عمر بھر بھی — بہر حال کوشش تو عاشق نہ چھوڑے
یہ رشتہ محبت کا قائم ہی رکھے — جو سو بار ٹوٹے تو سو بار جوڑے

نفس کی گرمی کا علاج

ذکر سے اگر اعراض کیا جائے اور بالکل چھوڑ دیا جائے تو اس سے نفس میں گرمی بڑھتی ہے، اور اس کا اثر قلب پر پڑتا ہے، حکیم ترمذیؒ (۲۵۵ھ/ ۹۰۵ء) کہتے ہیں، کہ اللہ کا ذکر دل کو تر کرتا ہے، دل میں نرمی پیدا کرتا ہے، اور جو دل اللہ کے ذکر سے خالی ہوتا ہے، وہ دل نفس کی گرمی اور شہوت کی آگ سے، خشک ہو کر سخت ہو جاتا ہے، بلکہ سارے اعضا سخت ہو جاتے ہیں، اور اطاعت سے رک جاتے ہیں۔

ذکر الٰہی سے شیطان کی بیہوشی

شیاطین وجنات، انسان کو ہر ممکن نقصان پہنچاتے ہیں، کبھی شیطان وجنات، انسان کو لگ بھی جاتے ہیں، جس سے انسان پریشان ہوتا ہے، اور عملیات وغیرہ کے ذریعہ اس سے چھٹکارا ملتا ہے، لیکن عجیب بات سناتا ہوں کہ جو انسان پوری رغبت، شوق اور پابندی کے ساتھ ذکر کرتا ہے، ذکر کا اثر اس کے انگ انگ پر ظاہر ہونے لگتا ہے، اس کا قلب انوارات سے منور ہونے لگتا ہے شیطان کا بس اس پر نہیں چلتا، بلکہ شیطان اس کے پاس اگر پہنچتا بھی ہے تو مارے گھبراہٹ کے بیہوش پڑ جاتا ہے۔

حضرت سفیان ثوریؒ (۱۶۱ھ/ ۷۷۸ء) فرماتے ہیں کہ جب دل میں یادِ الٰہی متمکن ہو جاتی ہے اور شیطان اس کے قریب آتا ہے تو بیہوش ہو جاتا ہے، جس طرح انسان کے قریب

جن آتا ہے تو انسان بیہوش ہو جاتا ہے، دوسرے شیطان پوچھتے ہیں اس کو کیا ہو گیا؟ وہ کہتے ہیں کہ اس کو انسان کا سایہ لگ گیا، یعنی انسان کے چھونے سے بیہوش ہو گیا۔ (غنیۃ الطالبین: ۲۱۱)

میرا پیر تو پولس ہے

حضرت گنگوہیؒ (۱۳۲۳ھ/ ۱۹۰۵ء) کے ملفوظات میں ہے کہ ایک شخص نے کسی سے پوچھا کہ تیرا بھی کوئی پیر ہے، اس نے کہا کہ میرے دو پیر ہیں، ایک طوطا، اور ایک پولس، پولس کو دیکھ کر میں نے اپنی زندگی کو بہت سنوارا، منظم بنایا، سلیقہ منداور ہر چیز کا پابند بن گیا، جس کو بہتر جانا اس کا خوگر ہو گیا، ذکر کے ناغے اور غفلت کو کبھی برداشت نہ کیا، اور یہ میں نے اپنے محلے کے ایک پولس سے سیکھا کہ وہ ہمیشہ صبح اٹھتا، منہ ہاتھ دھوتا، وردی پہن کر ایک خاص یونی فارم میں آکر بادشاہ کے دربار میں پابندی کے ساتھ وقت پر پہنچ جاتا، اگر یہ ایک دن شاہی دربار میں، حاضری نہ دے تو بادشاہ اس کو نوکری سے نکال دے، نظر سے گرادے، تنخواہ کاٹ لے، تو مجھے خیال آیا کہ اگر میں بھی اللہ کے دربار میں یادِ الٰہی سے حاضری نہ دوں غفلت اور ناغے کا شکار ہو جاؤں تو ہو سکتا ہے کہ میرا اللہ بھی اپنی نظر رحمت سے گرادے، قرب ومحبت سے دور کردے قلبی اور روحانی سکون سے محروم کردے، اس لئے میں نے مداومت واستقامت اور دوام و پابندی کو ہمیشہ کے لئے لازم پکڑ لیا، اور کبھی غفلت کا شکار نہ ہوا، اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ روحانی دولت عطا فرمائی۔ (ارشاداتِ حضرت گنگوہیؒ)

ترک ذکر پر کہیں عذاب نہ آجائے

ایک بزرگ کہتے ہیں، کہ ایک مرتبہ میں اپنی باندی کو لیکر بازار گیا، بازار میں ایک جگہ اس کو بٹھا دیا کہ واپسی میں اس کو لے لوں گا، وہ وہاں سے اٹھ کر چلی آئی، جب میں نے اس کو وہاں نہیں دیکھا، تو مجھے غصہ آیا، گھر آکر باندی پر ناراض ہونے لگا، اس نے کہا کہ آپ غصہ میں جلدی نہ کریں، کیونکہ آپ مجھے ایسے لوگوں کے پاس چھوڑ گئے تھے جو اللہ کے ذکر سے غافل

تھے، مجھے یہ ڈر ہوا کہ ان پر کوئی عذاب نازل نہ ہو جائے، زمین میں دھنس نہ جائیں، اور میں بھی ان کے ساتھ عذاب میں پھنس نہ جاؤں۔ (فضائل اعمال، فضائل ذکر: ۴۶)

غیر اللہ کے خیال سے کیسے بچیں؟

اس اجتماعی ماحول میں اگر یہ کیفیت نہیں بنتی تو اپنے آپ کو ملامت کیجئے، جھنجھوڑیئے کہ محبت الٰہی کے ہم کیسے طلب گار ہیں، کہ دس منٹ بھی بغیر کسی وسوسہ کے اللہ کا ذکر نہیں کر پاتے! اس لئے خدا کے سامنے گڑگڑایئے، تڑپئے اور کہئے کہ خدایا ہم تو چاہتے ہیں مگر کر نہیں پاتے۔

الٰہی رحم کر بڑے عذاب میں ہوں ۔۔۔ بیٹھا ہوں تیرے سامنے مگر حجاب میں ہوں

جبکہ ہمارا حال تو یہ ہونا چاہئے کہ

مجھ کو نہ اپنا ہوش نہ دنیا کا ہوش ہے ۔۔۔ بیٹھا ہوں مست ہو کے تمہارے جمال میں

تاروں سے پوچھ لو میری روئیداد زندگی ۔۔۔ راتوں کو جاگتا ہوں تمہارے خیال میں

کثرت ذکر، دوام ذکر، صحبت شیخ کی برکت سے کبھی کبھی یہاں تک کیفیت ہوتی ہے کہ دل کا تار اوپر سے جڑ جاتا ہے، انس و محبت کی لہریں دل میں اترنے لگتی ہیں، اور یوں لگتا ہے کہ: دل ہی دل میں اشارے ہو گئے ۔۔۔ ہم تمہارے، تم ہمارے ہو گئے۔

ناجنس سے بھی بچئے

جس طرح نفس و شیطان اور برے ماحول کی وجہ سے دل کی دنیا خراب ہوتی ہے غفلت طاری ہوتی ہے، اور وساوس آتے ہیں، اسی طرح ایسا شخص جو نامانوس ہو، قلبی احوال و کیفیات کا منکر ہو، اور اللہ والوں کے طریقوں کی تردید کرتا ہو، دل سے ناپسند کرتا ہو، بلکہ کبھی طنز بھی کستا ہو، ایسے شخص کو ناجنس کہتے ہیں، ایسے شخص کے ساتھ رہنے سے بھی دل ویران ہوتا ہے، کیفیات ختم ہوتی ہیں، وسوسے آنے لگتے ہیں، لہذا ایسے ناجنس کے پاس بلا ضرورت نہ رہنا چاہئے، اور اگر سابقہ پڑ ہی جائے تو پھر دل ہی دل میں ذکر شروع کر دے یا بند زبان سے لا الہ الا اللہ پڑھتا رہے، یا وقوف قلبی میں لگ جائے، انشاء اللہ اس کے برے اثر سے محفوظ رہے گا۔

مجلس《۲۶》

وساوس کا علاج

الحمد للہ و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد۔

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم، بسم اللہ الرحمن الرحیم ,وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ, (زخرف:۳۶) فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (زمر:۲۲)۔ صدق اللہ العظیم۔ سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون و سلام علی المرسلین و الحمد للہ رب العالمین۔

اللھم صل علی سیدنا محمد و علی اٰل سیدنا محمد و بارک و سلم۔

ذکر میں سب سے بڑی رکاوٹ

ذکر کی پابندی، ذکر میں کیفیت اور ذکر کے فوائد و برکات حاصل ہونے میں، سب سے بڑی رکاوٹ شیطانی وساوس ہیں، شیطان کی طرف سے دل میں آنے والے خیالات یہ سم قاتل ہیں، جبکہ اللہ تعالی نے مومن کی یہ شان بتائی کہ جب شیطانی وساوس اور خیالات کا ہجوم ہوتا ہے، تو اللہ کی یاد میں اور ذکر میں لگ جاتے ہیں۔ ”اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ“ یعنی جب شیطانوں کے حملے ہوتے ہیں، تو ذکر میں لگ جاتے ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ خیالات کے چھٹکارے کا علاج یہ نہیں کہ ہم ذکر چھوڑ دیں، بلکہ اس کا حل یہ ہے کہ اور بھی ذکر میں لگ جائیں، کیونکہ ذکر سے شیطانی اثر اور زور کمزور ہوتا ہے، وسوسہ ڈالنے میں وہ اپنے آپ کو بے بس محسوس کرنے لگتا ہے۔

شیطانی حملوں کا علاج

یہ بات ذہن میں رکھیں، کہ مراقبہ اور ذکر کے درمیان، اگر خیالات اور وساوس کا ہجوم

ہو، تو مایوس نہ ہوں، کیونکہ ذکر و مراقبہ سے اٹھنے کے بعد، شیطان کا دوسرا حملہ یہ ہوگا، کہ دل میں یہ ڈالے گا کہ ایسے ذکر سے کیا فائدہ؟ آج تو کچھ ذکر ہوا ہی نہیں، دل میں کچھ احساس ہی نہیں ہوا، دل تو غافل اور پریشان ہی رہا، اس قسم کے حملوں سے وہ ذکر سے مایوس کرتا ہے، اور اس کی کوشش ہوتی ہے کہ کسی بھی طرح ذکر کر ہی نہ پائے، اللہ تعالی نے فرمایا: ''اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَکُمُ الْعَدَاوَۃَ وَالْبَغْضَآءَ فِی الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ وَیَصُدَّکُمْ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ وَعَنِ الصَّلٰوۃِ فَھَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَھُوْنَ'' (مائدہ:۹۱) (شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوے کے ذریعہ تم میں آپس میں عداوت و بغض پیدا کردے اور تم کو اللہ کے ذکر اور نماز سے روک دے، بتاؤ اب بھی ان بری چیزوں سے باز آجاؤ گے۔

تو شیطان کسی نہ کسی طرح ذکر سے روکنے کا حربہ اختیار کرتا ہے، اگر وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوتا ہے تو پھر اس کی اور کتنی کوشش ہوتی ہے وہ سنئے! ارشاد ربانی ہے: ''اِسْتَحْوَذَ عَلَیْھِمُ الشَّیْطٰنُ فَاَنْسَاھُمْ ذِکْرَ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ حِزْبُ الشَّیْطٰنِ اَلَا اِنَّ حِزْبَ الشَّیْطٰنِ ھُمُ الْخَاسِرُوْنَ'' (مجادلہ:۱۹) (کہ شیطان ان پر مسلط ہوجاتا ہے، پھر ان کو اللہ کے ذکر سے غافل کردیتا ہے، یہ لوگ شیطانی گروہ ہیں، اور یقینا شیطانی گروہ خسارے میں ہے)۔ تو شیطان کی ہر ممکن کوشش اور تدبیر یہ ہے کہ ذکر کرنے نہ پائے، انہیں میں سے ایک یہ ہے کہ طرح طرح کے گندے وساوس، اور برے خیالات دلوں میں لانا ہے۔ جب اس قسم کے خیالات ہوں تو اس کا بہتر اور مجرب علاج یہ ہے کہ ہم ذکر کی مقدار کو اور بڑھادیں، کہ اب تک تو بیس منٹ کا مراقبہ کرنے کا ارادہ تھا، لیکن اب تو چالیس منٹ کریں گے، جتنا وسوسہ بڑھتا جائے، مراقبہ کا وقت بڑھاتے جائیں، نیز تعوذ، لاحول ولاقوۃ الا باللہ، اور کلمۂ استعاذہ بھی پڑھتے رہیں۔

نفس کا اسٹریس کیسے دور کریں؟

نفس و شیطان کے حملوں اور وساوس کو دور کرنے کے لئے کثرت ذکر اور لمبے مراقبے

کی ضرورت پڑے گی، چندمنٹ کے مراقبہ سے، ان دونوں سے مقابلہ کیسے ممکن ہے؟ ہمارے حضرت نے اس کوایک عجیب مثال سے سمجھایا، فرماتے ہیں: جب لوہے کی مشین بنتی ہے تو اس کے اندر اسٹریس یعنی کھچاؤ آجاتا ہے، اس کھچاؤ اور اسٹریس کو دور کرنے کے لئے، اس مشین کو تین سے آٹھ گھنٹے تک ایک خاص ٹمپریچر پر رکھنا پڑتا ہے، اگر اس کو آٹھ گھنٹے کے بجائے آٹھ منٹ رکھیں، تو ایک سال تک بھی اس کا اسٹریس ختم نہیں ہوگا، اگر آپ کہیں کہ میں نے تو آٹھ آٹھ منٹ صبح وشام ٹمپریچر دیا، پھر بھی اس کا اسٹریس ختم نہیں ہوا، تو یہی کہا جائے گا کہ اس اسٹریس کو دور کرنے کے لئے ایک خاص وقت تک رکھنا تھا وہ تم نے نہیں رکھا، اسی طرح انسان کے نفس کا بھی اسٹریس ہے، اس کو دور کرنے کے لئے گھنٹوں مراقبہ کرنا پڑتا ہے، تب جاکر نفس کا اسٹریس ختم ہوتا ہے، چندلمحوں کے مراقبہ سے، نفس کا اسٹریس بہت جلد کیسے ختم ہوسکتا ہے؟ اس کے پیچھے تو لگے ہی رہنا پڑتا ہے۔

کعبہ کی حفاظت کنکری کی ضرب سے

ہمارے دل کی حفاظت ذکر کی ضرب سے، اللہ اللہ کی ضرب سے، کلمۂ طیبہ کی ضرب سے ہوگی، یہ اسی طرح ہے جس طرح کعبہ پوری دنیا کا دل ہے، کعبہ پر یمن کے بادشاہ ابرہہ نے حملہ کرنا چاہا، اور لشکر جرار، لڑاکو ہاتھی لے کر کعبہ کو مسمار کرنے آیا، اللہ نے کعبہ کی حفاظت ابابیل پرندے کے ذریعہ چھوٹی کنکریوں کی ضرب سے کی، کہ ابابیل پرندے چھوٹی چھوٹی کنکری لے کر آئیں، اور دشمن پر مارنا شروع کیا، سب ہلاک وتباہ ہوئے، یا پھر بھاگ کھڑے ہوئے، تو جس طرح اللہ نے کنکری کی ضرب سے کعبہ کی حفاظت فرمائی، اسی طرح اللہ اللہ کی ضرب سے اللہ ہمارے دل کی حفاظت فرماتے ہیں، لہذا ہمیں ذکر چھوڑنا نہیں ہے، بلکہ ذکر اور کرتے رہنا ہے۔

ضربیں لگا کے کلمۂ طیب کی بار بار
اس پہ جمی جو دھول ہے اس کو ہٹایئے

وسوسہ سے نجات کا ایک طریقہ

اگر آپ نجات چاہتے ہیں تو سب سے پہلے آپ کے اندر عزم وارادہ ہونا چاہئے، آپ میں (wheel power) ہونا چاہئے کہ میں اس طرح ذکر کروں گا کہ وسوسہ آنے نہ دوں گا، اور اگر آئے تو ذہن ودماغ کو اس سے بچانے کوشش کروں گا، لیکن پھر بھی خیالات ووساوس کا ہجوم ہو، تو مایوس ہونے کی ضرورت نہیں، بلکہ اس کا علاج کرنا ہے کہ ذکر کی مقدار کو اور بڑھا دینا ہے، تا کہ شیطان مایوس ہو کہ میں تو اس کو خلل ڈالنے کی وجہ سے محروم کرنا چاہ رہا تھا، یہ تو اور زیادہ کرنے کی وجہ سے اجر وثواب میں بڑھتا جا رہا ہے، اور روزانہ خدا کے قرب اور خدا کی محبت میں پیش قدمی کر رہا ہے، اس سے تو بہتر ہے کہ اس سے الگ ہو جاؤں، وسوسے بھی نہ ڈالوں، خود قرآن میں ہے ''اِنَّ الشَّیطٰنَ لَکُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْہُ عَدُوًّا'' (فاطر:۶) تو اظہار دشمنی یہ بھی تو ہے کہ جو چیز دشمن کو پسند نہ ہو، اس کو اللہ کی رضا کے لئے زیادہ سے زیادہ کیا جائے۔

نجات کا دوسرا طریقہ

اسی کے ساتھ اللہ سے آہ وزاری سے دعا کریں کہ اے اللہ ذکر کر کے آپ ہی کا نام دل میں اتارنا چاہتا ہوں، اللہ رب العزت کے حضور کہیں کہ اے اللہ ہم ذکر، مراقبہ اور تسبیح وتلاوت کے ذریعہ آپ ہی کے نام کو، اپنے دل میں اتارنا چاہتے ہیں، اے اللہ ہم اتار نہیں پاتے، مگر آپ تو نقش کر سکتے ہیں، اللہ آپ اپنی تجلی ہمارے دل میں اتار دیجئے، پاک پروردگار بھی رحم وکرم کرتے ہوئے اپنی یاد دل میں بسا دیں گے، اپنا نام دل میں سجا دیں گے، اپنے نام کا نقش دل میں جما دیں گے، پھر ہمارا دل اللہ اللہ اس طرح کہے گا کہ ذکر کی حلاوت ولذت بھی محسوس ہوگی۔

وسوسہ سے بچنے کی چند اور تدبیریں

● ذکر ومراقبہ میں اگر وسوسے اور خیالات کسی کو بہت زیادہ آتے ہوں، تو اس سے بچنے کی ایک تدبیر یہ بھی ہے، کہ ہم اپنی زبان کے کنارے والے حصہ کو اوپر تالو سے لگا لیں، ہونٹ کو

بند کرلیں، پھر اللہ اللہ دل سے کریں، اس سے انشاء اللہ وسوسے اور خیالات ختم اور کم ہوں گے۔

● دوسری تدبیر یہ ہے کہ ہم اپنے سر اور چہرہ پر پتلا سا کپڑا ڈال لیں، رومال ڈال دینے سے یکسوئی، دل جمعی اور توجہ حاصل ہوتی ہے، وساوس ختم یا کم ہوتے ہیں۔

● پھر بھی اگر وسوسے، بہت آتے ہوں، خیالات کا ہجوم ہو، تو تیسری تدبیر یہ ہے کہ تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھیں، اور بائیں جانب تھتکار دیں کہ کمبخت شیطان پر تھوک رہا ہوں، شیطان! میں تجھ پر تھوکتا ہوں، انشاء اللہ مایوس ہوکر خاک آلود ہوکر بھاگ کھڑا ہوگا، ان تدابیر پر عمل کرنے سے انشاء اللہ آپ وساوس سے بچ سکیں گے۔

(مستفاد: حدیث عبادہ بن صامت۔ مسند احمد رقم الحدیث: ۵۴۴۴، فضائل ذکر: ۷۳)

قرآن کا آخری پیغام

وسوسہ کی مضرت اور اس کے نقصانات کا اندازہ اس سے لگائیں کہ پورے قرآن میں آخری پیغام یہی ہے کہ وسوسوں سے پناہ چاہو، آخری سورت سورۂ ناس ہے، جس میں ۳ جگہ ''ناس'' ہے، اشارہ ہے کہ انسان کی تین حالت ہوتی ہے، بچپن، جوانی، بڑھاپا ہر ایک حالت میں وسوسہ سے حفاظت کی تدبیر اپناؤ، اور اپنے رب کریم سے پناہ چاہتے رہو۔

پہلے وسوسہ پھر یکسوئی

محبت الٰہی کے متلاشی، اور اللہ سے خصوصی ربط و تعلق کے طلب گار، وسوسہ سے مایوس نہ ہوں، بلکہ کوشش کرتے رہیں، اور ذکر میں لگے رہیں، حضرت اقدس مولانا اشرف علی تھانویؒ فرمایا کرتے تھے، کہ وساوس سے گھبرا کر ذکر چھوڑنا نہ چاہئے، بلکہ لگے رہنا چاہئے، پھر عجیب سا مختصر سا جملہ ارشاد فرماتے، کہ ذکر بالوسوسہ ہی ذریعہ ہے ذکر بلا وسوسہ کا، یعنی ابتداءً ذکر میں وساوس وخیالات آتے رہیں گے، مگر جب پابندی، مداومت اور جذب و شوق کے ساتھ ذکر کرتے رہو گے، تو یہی وسوسے والا ذکر، آئندہ ذریعہ بنے گا ایسے ذکر کا جس میں کوئی وسوسہ نہ ہو۔

ہمارے حضرت پیر و مرشد، شیخ ذوالفقار نقشبندی دامت برکاتہم لکھتے ہیں، کہ سالک کو مراقبہ میں اس طرح سکون ملتا ہے، جیسے بچہ کو ماں کی گود میں پہنچ کر ملتا ہے، کنواں کھودیں تو پہلے مٹی اور ریت نکلتی ہے، پھر بعد میں پانی، اسی طرح مبتدی کو مراقبہ میں پہلے وساوس آتے ہیں، پھر یکسوئی حاصل ہوتی ہے۔

جب تک دل پر ذکر کا سورج نہ ہو

جس طرح سورج آب و تاب کے ساتھ نکلتا ہے، تو اندھیرا رخصت ہو جاتا ہے، رات روانہ ہو جاتی ہے، کیڑے مکوڑے اور رات میں اچھلتے کودتے درندے، دبک کر جگہ پکڑ لیتے ہیں، مچھر و کھٹمل بھی اپنی آغوش میں چلے جاتے ہیں، اسی طرح جب انسان ذکر کرتا رہتا ہے، تو ذکر دل کے لئے سورج کی طرح ہے، جب ذکر کا سورج دل پہ طلوع ہوتا ہے تو دل پر نفس وشیطان کے وساوس وخیالات اور گندے افکار رخصت ہونے لگتے ہیں، گناہوں کے کیڑے مکوڑے روانہ ہو جاتے ہیں، پھر وہی دل دن کی طرح روشن ہو جاتا ہے۔ لہذا دل سے وساوس کے اندھیرے کو ختم کرنا ہو، اور نور سے اجالا کرنا ہو، تو کثرتِ ذکر کو اپنا معمول بنا لیجئے، اور رب کریم کے اسمِ ذات اللہ کی یاد کو دل میں بسا لیجئے۔

جب تک دل پر کسی کی نظر نہ ہو

دل کی زمین وساوس وخیالات سے پاک ہونے اور خوشبودار ہونے کے لئے جہاں ذکر کثیر مفید ہے، وہیں کسی صاحب نسبت کی صحبت و توجہ بھی کچھ زیادہ ہی کارگر اور مؤثر ہے، لہذا اگر خیالات کا ہجوم ہو تو آپ کسی صاحب نسبت کی زیارت کے لئے خلوص وللّٰہیت کے ساتھ اور غم وفکر کے ساتھ چلے جائیں، انشاء اللہ تھوڑی دیر کی صحبت سے آپ کے دل کا حال بدل جائے گا، اور اچھے خیالات آنے لگیں گے، اسی بنا پر کسی بندۂ خدا نے کہا:

نگاہ ولی میں وہ تاثیر دیکھی ۔۔۔ بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

تجلی ہے مہمان، ہم ہیں میزبان

دل انوار الٰہی اور تجلیات ربانی کا گھر ہے، گویا کہہ سکتے ہیں کہ دل خدا کا گھر ہے، اس لئے بعض لوگوں نے یہاں تک کہہ دیا: ''قلب المؤمن عرش اللہ'' کہ مؤمن کا دل اللہ کا عرش ہے، اسی قلب میں، تجلیات الٰہی اپنا بسیرا کر لیتی ہیں، مولانا رومیؒ نے فرمایا تھا:

من نہ گنجم در زمین و آسماں لیک گنجم در قلوب مومناں

کہ میں نے، عرش سے اترتی ہوئی تجلی سے زبان حال سے پوچھا: تیرا ٹھکانہ اور بسیرا کہاں ہے؟ اس تجلی نے کہا کہ زمین و آسمان میں یہ سکت کہاں کہ میں اس میں سماؤں! البتہ میں مومنوں کے دلوں میں سماتی ہوں، یعنی میرا ٹھکانہ اور میرا گھوارہ بندگان خدا کے دل ہیں۔

گویا خدا کی تجلی ہمارے لئے مہمان کی طرح ہے، اور ہم میزبان کی طرح، میزبان کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ مہمان کی آمد سے پہلے اور آنے کے بعد بھی گھر کی صفائی ستھرائی کا اہتمام کرے، ورنہ وہ مہمان میزبان کی بے توجہی، بے رغبتی سمجھ کر واپس چلا جائے گا، اور باغیرت کبھی دوبارہ واپس نہیں آئیگا، اسی طرح اللہ کی تجلی دل تک آئے اور ہم اس کی صفائی کا خیال نہ کریں تو کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ آکر دل سے واپس چلی جائے اور پھر ہمیں مدتوں دوبارہ نہ ملے۔

ذکر کے بغیر، دل کہیں سوکھ نہ جائے

نفس و شیطان کی ہمیشہ کوشش ہوتی ہے، کہ نفسانی اور شیطانی شہوتوں کی حرارت و گرمی سے اس کے دل کی زمین خشک رہے، اس لئے اس کی بھرپور کوشش ہوتی ہے کہ ذکر کرنے نہ پائے، دل کی زمین پر ذکر کے پھوارے ڈالنے نہ پڑیں اور محبت و معرفت کے پھول اگنے نہ پائے۔

ان دونوں دشمنوں کے شر سے بچنے اور ان سے مدافعت کا آسان طریقہ یہی ہے، کہ اسے ناکام و نامراد بنانے کی ہردم کوشش کی جائے، اسے خوشی کے بجائے ہردم مایوسی اور ناامیدی

میں مبتلا کیا جائے، اس کے لئے دل کو یادِ الٰہی میں لگائے رکھنا ضروری ہے، اور اس کی صورت یہ ہے کہ مراقبہ اور ذکر جم کر خوب کیا جائے، مراقبہ کرتے کرتے قلب اس قدر خوگر اور عادی ہوجائے کہ یادِ خدا کے لئے اس کا دل بے چین رہے، جس طرح مچھلی بغیر پانی کے بے چین رہتی ہے، اگر مچھلی کا سر پانی سے باہر ہو تب بھی دھوپ سے سوکھ جائے گی، اسی طرح جسم کا یہ دل یادِ خدا سے باہر ہو تو دل بھی سوکھ جائے گا، اور جسم بھی عبادت کی لذت سے محروم ہوجائے گا۔

عقل ودانش کی پہچان

ذکر سے انسان صرف نفس وشیطان کے شر سے محفوظ ہی نہیں رہتا بلکہ اس حفاظت کے ساتھ ساتھ اسے جو رفعت وبلندی حاصل ہوتی ہے، وہ کس مقام تک پہنچتا ہے، وہ سنئے! اللہ کی یاد اور اللہ کا ذکر عرش بریں پر اس کو متعارف کرادیتا ہے، اس کا ذکر خیر عرش کے سایہ میں ہوتا ہے، اور اسی کے ساتھ فرشتوں کی نگاہ میں وہ عقلمندوں اور دانشمندوں میں شمار کیا جاتا ہے، لہذا ہم میں کون ایسا ہے جو اپنے آپ کو عقلمندوں میں شامل نہ کرنا چاہتا ہو۔ حضرت ابوہریرہ ؓ کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن ایک آواز آئے گی کہ عقلمند لوگ کہاں ہیں؟ لوگ پوچھیں گے کہ عقلمندوں سے مراد کون ہیں؟ جواب ملے گا: وہ لوگ جو کھڑے، بیٹھے اور لیٹے ہر حال میں اللہ کا ذکر کرتے تھے۔

نقش ہے سب ناتمام خون جگر کے بغیر

جب تک سوزِ دل، دردِ دل اور تمنائے دل کسی چیز میں شامل نہ ہو، اس وقت تک اس کی پرواز بلند نہیں ہوتی، مقبولیت کا اعلی درجہ نہیں پاتا، انوارات کا نزول دل پر نہیں ہوتا، اسی سوز و ساز، دردِ محبت کے شوق کو بڑھانے، دل میں چسکا لگانے کے لئے اجتماعی محفلیں ہوتی ہیں، تاکہ مشق بھی ہو، شوق وذوق بھی بڑھے، رغبت وولولہ بھی پیدا ہو، اس لئے اجتماعی ذکر میں احباب یہ عزم کریں کہ کم از کم بارہ پندرہ منٹ ایسا ضرور ہو کہ دھیان صرف اللہ ہی کی طرف لگا ہو۔

مجلس《۲۷》

فکر کی گندگی کا علاج

الحمد للہ و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد۔

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم ، بسم اللہ الرحمن الرحیم ، ”وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطاً“ (کہف:۲۸) ”فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِنْ ذِكْرِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ“ (زمر:۲۲) صدق اللہ العظیم۔ سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون و سلام علی المرسلین و الحمد للہ رب العالمین۔

اللھم صل علی سیدنا محمد و علی آل سیدنا محمد و بارک و سلم۔

فکر کی گندگی کے شکوے ہی شکوے

گناہوں سے بھری دنیا میں جدھر دیکھئے گناہ ہی گناہ نظر آتا ہے، جس طرف دیکھئے لگتا ہے گناہ اُبل رہا ہے، اوپر دیکھئے تو لگتا ہے گناہ برس رہا ہے، نہ آنکھیں محفوظ، نہ کان محفوظ، نہ دل و دماغ محفوظ، پھر اس پر ”کریلا نیم چڑھا“ کہ نفس وشیطان بھی کوئی کسر نہیں چھوڑتا جس کے نتیجہ میں ذہن ودماغ اور دل ان گناہوں سے ناواقف نہیں رہے، بلکہ کسی نہ کسی درجہ میں مانوس ہو گئے، ایسی حالت میں ذکر ومراقبہ میں گندے وساوس وخیالات آنا کوئی حیرت کی بات نہیں۔

اگر ان گندے وساوس سے بچنے کی، نہ تو ہم ظاہری تدبیر کریں، اور نہ ہی باطنی تدبیر کریں، اور نہ ہی کثرت ذکر، مراقبہ اور وقوف قلبی کا اہتمام کریں، اور پھر شکوہ کریں وساوس بہت آتے ہیں، گندی فکر اور گناہوں کے خیالات امنڈ رہے ہیں، تو ان شکوں سے کچھ نہیں ہوتا، محض شکوہ سے یہ گندگی دور نہ ہو گی۔ ایں خیال ست ومحال ست وجنوں

بلکہ اپنے عزم وارادہ کے ساتھ پابندی کرتے ہوئے ذکر کثیر سے علاج کرنا ہوگا۔

دماغ ایک مشین کی طرح

دماغ ایک مشین کی طرح ہے، مشین، میں جو فٹ کرینگے اسی کے مطابق سامان تیار ہوگا، اسی طرح دن بھر جو کچھ دماغ میں ڈالتے رہینگے، مراقبہ میں وہی چیزیں نظر آئیں گی۔

دماغ ایک چوراہے کی طرح

دماغ ایک چوراہے کی طرح ہے، جہاں چاروں طرف سے گاڑیاں آتی جاتی رہتی ہیں، اگر پولس ٹریفک کنٹرول نہ کرے تو راستہ جام ہوگا، گاڑی کا ٹکراؤ ہوگا، اور پولس مجرم بنے گی کہ تم نے کیوں راستہ جام کیا، اسی طرح ہم اپنے دماغ میں وساوس کو جام نہ کریں، آتے ہیں تو آنے دیں، وہ خود چلے جائنگے، اگر ہم نے جام کیا تو طرح طرح کی پریشانی لاحق ہوگی، اور ہم مجرم کی طرح ہونگے۔

فکر کی گندگی ایک سنگین پوائزن

ہم اپنے آپ کا جائزہ لیں، کہ ہمارے ذہن ودماغ میں، کس قسم کے گندے خیالات اور گندی فکریں آتی رہتی ہیں، بلکہ کبھی تو فکر کی ایسی گندگی آتی ہے کہ اس کو زبان سے کہہ بھی نہیں سکتے، وساوس وخیالات کبھی اس قدر سنگین شکوک وشبہات پر مشتمل ہوتے ہیں کہ مومن اپنی زبان پر اس کو لائے، اس کے بالمقابل زبان جل کر کوئلہ ہوجائے، اس کو زیادہ پسند کرتا ہے، مگر وہ وساوس پسند نہیں۔ (مسلم شریف)

حرم اور عرفات میں بھی شیطانی حملہ

آج کون بندۂ خدا ہے جو نفس وشیطان سے محفوظ ہوگیا ہو، بلکہ حال تو یہ ہے کہ کعبہ کے سایہ میں نہیں، بلکہ کعبہ کے اندر بھی شیطان کا حملہ ہوسکتا ہے، عرفات کے میدان میں بھی شیطان ساتھ ہوتا ہے، کوئی دعوی نہیں کرسکتا کہ میں نفس وشیطان کے حملے سے بچ گیا، اللہ نے ہمیں بچنے

کے لئے یہ جنرل ٹانک (tonic) عطا کی ہے، وہ ہے ذکر الٰہی، مگر وہ ذکر جو رغبت سے ہو، شوق سے ہو، اور کثرت کے ساتھ ہو، اس کی تاثیر زیادہ ہوتی ہے۔

گندی فکر سے بچنے کی تدبیر

ایمان ویقین میں پختگی، ذکر واعمال میں پابندی، اور اخلاق وکردار میں بلندی کا ہونا دنیا وآخرت میں کامیابی وکامرانی اور فلاح ونجات کا ذریعہ ہے، لیکن سب سے بڑی رکاوٹ ایک تو ہمارا نفس ہے، دوسرا شیطان۔ نفس وشیطان کی طرف سے، ذہن ودماغ میں گندے خیالات، گندے وساوس اور ایسی گندی فکریں آتی ہیں، جو قلب وروح کو پراگندہ کر دیتی ہیں، جس سے ظلمت وسیاہی، قساوت وغفلت پیدا ہوتی ہے، اور اعمال واخلاق میں انسان سست پڑ جاتا ہے، ان گندے وساوس وخیالات کا علاج، اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بیان فرمایا: ''اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طَآئِفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ'' (اعراف:۲۰۱) کہ جو لوگ اہل تقوی ہیں، خوف وخشیت کے ساتھ رہتے ہیں، جب شیطان ان پر وسوسہ وغیرہ سے حملہ کرتا ہے تو ''تَذَكَّرُوْا'' وہ اللہ کو یاد کرنے لگتے ہیں۔ پتہ چلا کہ شیطانی حملے کا بہت کامیاب علاج ذکر الٰہی، اللہ کی یاد ہے۔

ذاکر کی پریشانی اور علاج

جب انسان ذکر شروع کرتا ہے، تو شیطانی، نفسانی، شہوانی وساوس کا ہجوم ہونے لگتا ہے، انہیں وساوس کو فکر کی گندگی کہا جاتا ہے، یہ فکر کی گندگی سالک کو ہمیشہ پریشان کئے رہتی ہے، بلکہ ذکر میں دل جمعی نہ ہونے پر، مایوس کئے رہتی ہے کہ تمہیں ایسے ذکر سے کیا فائدہ؟ تو اگر فکر کی گندگی، اور انتشار ذہنی سے بچنا چاہتے ہوں تو اس کا واحد علاج ذکر کثیر ہے۔

فکر کی گندگی مچھر کی طرح

ذکر کثیر، مراقبہ، وقوف قلبی سے قلب میں، وہ روحانی قوت پیدا ہوتی ہے، اور ذکر کے

انوارات سے قلب اس قدر روشن اور قوی ہوتا ہے، کہ پھر شیطانی وساوس کا اثر، اس کا دل قبول نہیں کر پاتا، بلکہ وہ وساوس مچھر اور مکھی کی طرح، اڑ کر ختم ہوجاتے ہیں جس طرح تیز ہوا کے سامنے، مچھر ٹک نہیں سکتا، اسی طرح ذکر کثیر کے انوارات اور روحانی جھونکوں کے سامنے وساوس ٹک نہیں سکتے، لطیفہ کے طور پر ایک واقعہ ذکر کیا جاتا ہے:

حضرت سلیمانؑ کے دربار میں مچھر کی فریاد

حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس مچھر نے شکایت کی، کہ یہ تیز ہوا مجھے کہیں پر ٹکنے نہیں دیتی، مجھے انصاف چاہئے، حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: ٹھیک ہے، تیز ہوا چلنے دو، اور اسے آنے دو، ہم تمہیں بلائیں گے، اور انصاف دلائیں گے، مگر جب تیز ہوا چلی تو مچھر پہنچ نہیں سکا، ہوا کی تیزی ختم ہونے کے بعد، مچھر پہنچا حضرت سلیمان علیہ السلام نے پوچھا کہ تم آئے نہیں؟ انصاف کیسے کریں؟ اس نے کہا کہ حضرت! رونا تو اسی بات کا ہے کہ جب وہ ہوتی ہے تو میں نہ آسکتا ہوں، نہ ٹک سکتا ہوں اور نہ رک سکتا ہوں، اس کے ہوتے ہوئے میرا گزر بسر نہیں۔ فرمایا: پھر انصاف کیسے ہوگا؟

بس! اسی طرح گندی فکر، گندے وساوس کا معاملہ ہے، کہ جب ذکر کثیر، مراقبہ کی پابندی اور وقوف قلبی کے ذریعہ دل پر انوارات وتجلیات کی فضا اترتی ہے، تو پھر وساوس وہجوم کا ٹکنا ناممکن ہوجاتا ہے۔

شیطانی حملہ کس پر زیادہ

سالک شروع میں جس قدر کوشش، محنت، ریاضت اور مجاہدہ ذکر وعبادت میں کرتا ہے، ابتداً شیطان کے حملے زیادہ ہونے لگتے ہیں، آپ مسجد میں ہیں، پھر بھی کبھی گندے خیالات کا ہجوم ہے، تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کمبخت شیطان کو بھی تو کچھ نہ کچھ کرتے رہنا ہے، اس کی بھی تو ڈیوٹی ہے، اس لئے وہ کم نصیب بھی اپنی محنت بڑھاتا رہتا ہے، اس سے حفاظت کا طریقہ یہ ہے کہ ہم فوراً یاد الٰہی، ذکر الٰہی تلاوت، استغفار میں لگ جائیں۔

جنرل ذکرتوپ کی طرح

ذکرالٰہی کے وقت، یا کسی بھی وقت اگر وسوسہ آرہا ہے، شکوک وشبہات پیدا ہورہے ہیں تو:

● ''اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوْذُبِکَ مِنْ ھَمَزَاتِ الشَّیْطَانِ وَنَفْخِہٖ وَنَفْثِہٖ'' پڑھنا مفید ہے۔

● اسی طرح تعوذ یعنی ''اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم''

● اور ''لاحولَ ولاقوۃَ الا باللہِ'' چند بار پڑھنا، پھر بائیں جانب تھتکارنا۔

● نیز کلمہ ایمان پڑھتے رہنا۔

● اور وساوس سے اپنے دماغ کو کسی اور بات کی طرف پھیرنا، یہ سب علاج وسوسہ ہیں،

(مسلم شریف: ۲۰۹، ۲۱۴)

تاہم ایک جنرل دوا یہ ہے کہ فوراً ذکر خدا میں مشغول ہوجائیں، یہ ذکر شیطان پر توپ چلانے کی طرح ہے، جس طرح توپ کو دیکھ کر اور اس کی آواز سن کر دور سے ہی دشمن بھاگ کھڑا ہوتا ہے، شیطان بھی بھاگ کھڑا ہوتا ہے۔

ذکر کے ہتھیار سے مار بھگاؤ

دوسری یا تیسری صدی کے ایک بزرگ گزرے ہیں، جن کا نام ابوبکر کتانیؒ ہے، یہ بڑے ذاکر، شاغل آدمی تھے، ان کے انتقال کا وقت جب قریب آیا، توکسی نے پوچھا کہ آپ اپنا کوئی خاص عمل بتایئے، انہوں نے فرمایا کہ بھائی! اپنے عمل کو تو چھپانا چاہئے مگر اب تو دنیا سے جا رہا ہوں، بتادیتا ہوں کہ چالیس سال گزر گئے، شیطان کو وسوسہ ڈالنے کا موقع ہم نے نہیں دیا، اور کبھی اس نے کوشش بھی کی، تو میں نے ذکر کے ہتھیار سے اس کو مار بھگایا۔

خلاصہ قرآن۔۔۔اللہ اللہ

آسمانی کتابیں ہوں، یا صحیفے، ہر ایک کا خلاصہ اور لب لباب قرآن مقدس ہے، قرآن کریم میں آسمانی تمام کتابوں کے مضامین کا خلاصہ آچکا ہے، اور پورے قرآن کا خلاصہ ام

القرآن یعنی سورۂ فاتحہ ہے، اور سورۂ فاتحہ کا خلاصہ بسم اللہ الرحمن الرحیم ہے، اور بسم اللہ کا خلاصہ لفظ اللہ ہے، گویا آسمانی تمام کتابوں کا نچوڑ اور خلاصہ لفظ اللہ ہے۔

لفظ اللہ میں اس قدر پاور اور طاقت وقوت ہے، کہ پوری کائنات کو تھامے ہوا ہے، تو جو لفظ اللہ پوری کائنات کو تھامے ہوا ہو، کیا وہ شیطانی، نفسانی اور شہوانی وساوس سے دل کو بکھرنے سے نہیں بچا سکتا؟ اور فکر کی گندگی میں لت پت ہونے سے نہیں محفوظ رکھ سکتا؟ یقیناً یہی ذکر اور اللہ کے نام کا ورد، دل کو ان حملوں سے بچا کر ہمیشہ عبادت واطاعت، ذکر وتلاوت کے لئے تھام سکتا ہے، مگر شرط تو یہ ہے کہ شوق، جذبہ، ولولہ اور تمنا بنا کر پابندی کے ساتھ یادِ الٰہی میں بیٹھا کریں۔

ظالم ابھی ہے فرصت توبہ نہ دیر کر — وہ بھی گرا نہیں جو گرا اور سنبھل گیا

وسوسوں کے ہجوم سے مایوس نہ ہوئیے!!

اگر ذکر ومراقبہ میں دھیان نہیں جمتا، بلکہ کوشش کے باوجود غفلت والجھن رہتی ہے، تو مایوس نہ ہونا چاہئے، بلکہ لگے رہنا چاہئے، کچھ نہ کچھ اس کا اثر ضرور ظاہر ہوگا۔

● مثال کے طور پر اگر کوئی شخص اصل موتی کا خمیرہ کھالے اور اسے پتہ نہ ہو کہ یہ کونسا خمیرہ ہے، بلکہ اچانک بے دھیانی میں کھالے، پھر بھی اس کا فائدہ تو ہوگا۔

● اسی طرح آپ دیکھتے ہیں کہ تجارتی دنیا میں جب سیزن آتی ہے تو تاجر ذہنی طور پر ہر دم کاروبار میں مشغول رہتا ہے، اسے کھانے کی فرصت نہیں ہوتی، وقت بے وقت اپنے منھ میں لقمہ بھی رکھتا جاتا ہے اور کسٹمر سے خرید وفروخت، بھاؤ تاؤ اور لین دین بھی کرتا رہتا ہے، تو کیا اس کی بھوک کسی حد تک کم نہیں ہوتی؟ کیا کچھ نہ کچھ اس کا پیٹ نہیں بھرتا؟

● اسی طرح اگر کمرہ میں اندھیرا ہو، اور بغیر ارادہ کے آپ کے ہاتھوں سے بٹن آن ہو جائے تو کیا کمرہ میں روشنی نہ ہوگی؟ کیا اندھیرا دور نہ ہوگا؟ یقیناً ہوگا، اسی طرح کوشش کے باوجود ذکر میں غفلت رہے، تشویش والجھن رہے پھر بھی انسان ذکر کرتا رہے تو اس کا اثر ضرور ہوگا، ایک وقت آئے گا کہ یہی ذکر اس کے لئے فکر کی گندگی اور وساوس کے ہجوم سے بچنے کا ذریعہ بنے گا۔

حضرت اقدس تھانویؒ (۱۳۶۲ھ/ ۱۹۴۳ء) فرمایا کرتے تھے: بے لذت ذکر بھی اگر مداومت وہمیشگی کے ساتھ کرتا رہا، مزہ بھی نہ آتا رہا، البتہ حکم خدا سمجھ کر، محبت کا طلب گار بن کر کرتا رہا تو اس کو نسبت حاصل ہوگی، پھر اس کو ایسا مزہ آئے گا کہ اس کا دل کہے گا:

لطف میں تجھ سے کیا کہوں زاہد!
ہائے کم بخت تو نے پی ہی نہیں

اور کسی بندۂ خدا نے ہم جیسے کمزوروں کے لئے کہا ہے:

ہم رٹیں گے گرچہ مطلب کچھ بھی ہو
ہم تو عاشق ہیں تمہارے نام کے

اور کسی نے ہم جیسے مبتدی کے لئے کیا خوب تسلی کی بات کہی:

تڑپنے سے ہم کو فقط کام ہے
بس یہی محبت کا انعام ہے

میان عاشق ومعشوق رمزیست

ذکر میں یہ بات یاد رکھئے کہ آپ بیس منٹ کے بجائے دس منٹ ذکر کریں، مگر وہ ذکر ایسا ہو کہ ہمارے اور اللہ کے درمیان کوئی اور خیال، وسوسہ اور ادھر ادھر کی بات آنے نہ پائے، بلکہ اس قدر محو ہو جائیں، یادِ الٰہی میں اس قدر ڈوب جائیں اور اس طرح مستغرق ہو جائیں گویا

میان عاشق ومعشوق رمزیست   کراماً کاتبین را ہم خبر نیست

کے مصداق بن جائیں، کہ عاشق ومعشوق کے درمیان ایک ایسا رمز ہے، ایک ایسی خاموش ہم کلامی ہے کہ فرشتوں کو بھی اس کی خبر نہیں، یہی کیفیت ہمیں حاصل کرنی ہے۔

شبلی کے خون کا قطرہ

والہانہ عاشقانہ اور محبانہ انداز میں جب انسان ذکر کرنے لگتا ہے تو اس کے اثرات

رگ و پے میں سرایت کر جاتے ہیں بلکہ کبھی ظاہر بھی ہو جاتے ہیں شیخ شبلیؒ (۳۳۴ھ/۹۴۶ء) نہایت ہی جذب وکیف اور محبت کے ساتھ اللہ کا ذکر کرتے تھے، بوٹی بوٹی میں اور قطرے قطرے میں اس کا اثر جا پہنچا تھا، ایک دفعہ کسی نے آپ کو پتھر مارا، زخم لگا، خون کے قطرے نکل پڑے، تو وہ قطرے جہاں جہاں پڑتے، وہاں وہاں اللہ اللہ کا لفظ بن گیا، اور اللہ اللہ کی آواز آنے لگی، گویا وہ خون ترس رہا ہے کہ میں اگر شبلی کے بدن میں رہتا، تو مجھے ذکر کا مزہ ملتا رہتا۔ (تذکرۃ الاولیاء: ۳۱۲)

کہیں دم نہ گھٹ جائے

ایک بزرگ ابوعثمان باقلانیؒ (۴۰۲ھ) گزرے ہیں، ان کا عجیب معمول تھا، کہ یا تو علمی کام میں رہتے، یا گھر کا کام کرتے، یا پھر فارغ وقت میں ذکر میں لگے رہتے، وہ فرماتے ہیں کہ مجھے ذکر سے ایسی لذت ملتی ہے، اتنا مزہ آتا ہے کہ جب گھر والے کھانا میرے سامنے رکھتے ہیں، اور کھاتے وقت جب بات کرتے ہیں، اور ذکر کا موقع نہیں ملتا، تو مجھے ایسا لگتا ہے کہ دم گھٹ جائے گا، کیونکہ اتنی دیر میں ذکر سے محروم ہو جاتا ہوں۔

جب سارے اعمال کا مقصد اور خلاصۂ شریعت یادِ الٰہی اور ذکرِ ربانی ہے، تو پھر اس ذکرِ الٰہی سے اپنی زبان و دل کو تر و تازہ کیوں نہ رکھیں، اپنے ۲۴ رگھنٹے کا محاسبہ کریں کہ فضول باتوں میں، اور یوں ہی خاموش بیٹھے بیٹھے ہمارا کتنا وقت ضائع ہو جاتا ہے، اگر ہم ان وقتوں کو بچا کر ذکرِ الٰہی میں لگا دیں تو کتنی خوش نصیبی کی بات ہوگی، اور ہمارا دل کس قدر روشن رہے گا، لہٰذا ان مجلسوں میں تھوڑی دیر ذکر کر کے اپنے آپ کو ذکر کا خوگر بنائیں، کہ جہاں بھی رہیں اور جس جگہ رہیں ذکر کی دولت سے مالا مال رہیں، اور ہمارا دل ذکرِ الٰہی کی حلاوت سے تر و تازہ رہے۔

مجلس《۲۸》

شیطانی حملوں سے بچاؤ کی تدبیر

الحمدللہ و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد۔

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم، بسم اللہ الرحمن الرحیم، وَمَنْ یَعْشُ عَنْ ذِکْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَیِّضْ لَهٗ شَیْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِیْنٌ (زخرف:۳۶) وَاذْکُر رَّبَّکَ فِیْ نَفْسِکَ تَضَرُّعًا وَّ خِیْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَکُنْ مِّنَ الْغٰفِلِیْنَ (اعراف:۲۰۵) صدق اللہ العظیم۔ سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون و سلام علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین۔

اللھم صل علی سیدنا محمد و علی آل سیدنا محمد و بارک و سلم۔

شیطان ابدی دشمن

شیطان انسان کا ابدی دشمن ہے، اس نے دشمنی اور عداوت کی قسم کھا رکھی ہے، ہر دم دشمنی اور عناد اس کا شیوہ ہے، ہر پل انسان کو اپنے قابو میں رکھنا، اس پر تسلط جمانا، ہر لمحہ اپنے تصرف اور داؤ میں رکھنا یہ اس کی تمنا ہے، نیکیوں سے محروم کرنے، غفلت اور سستی میں مبتلا کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتا، بلکہ گیند کی طرح اپنے دست تصرف میں رکھ کر کھلونا بنائے رکھنا چاہتا ہے، اسی لئے کہا گیا: ''اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَکُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا'' (فاطر:۶) ''۔ایک دوسرے مقام پر فرمایا: اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَکُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِی الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ وَیَصُدَّکُمْ عَنْ ذِکْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ '' (مائدہ:۹۱)

شیطان کا پہلا حملہ

ہر دشمن کی فطرت و عادت ہے کہ جس سے دشمنی ہوتی ہے سب سے پہلے اس سے ہتھیار

چھین لیتا ہے، تاکہ اس پر قبضہ جمانا، اپنے تصرف میں لینا، اپنے انڈر (under) میں کرنا اور اپنا محکوم بنانا آسان ہوجائے، شیطان بھی یہی چاہتا ہے کہ انسان ہمارے تصرف اور قبضہ میں رہے، نیز شیطان یہ بھی جانتا ہے کہ شیطانی حملہ سے بچاؤ کا ہتھیار ذکر الٰہی ہے، تو شیطان کی ہر ممکن کوشش ہوتی ہے کہ اس سے ذکر کو چھین لے، یعنی ذکر کرنے نہ دے، اور کوئی نہ کوئی ایسا حربہ اختیار کرے کہ ذکر کرنے نہ پائے، بلکہ محروم رہ جائے، تاکہ اس کے قلب پر قبضہ جمانا اور گیند کی طرح کھلواڑ کرنا بالکل آسان ہوجائے، قرآن کریم میں ہے: ''اِستَحوَذَ عَلَیھِمُ الشَّیطٰنُ فَاَنسَاھُم ذِکرَ اللّٰہِ اُولٰئِکَ حِزبُ الشَّیطٰنِ اَلَا اِنَّ حِزبَ الشَّیطٰنِ ھُمُ الخَاسِرُونَ'' (مجادلہ: ۳)

ہمارا دل کہیں گیند نہ بن جائے

اسی بنا پر مشہور حدیث ہے کہ جو دل اللہ کے ذکر سے غافل رہتا ہے، اس کے ساتھ وہ اس طرح کھلواڑ کرتا ہے، جیسے چھوٹے بچے گیند کے ساتھ کھلواڑ کرتے ہیں، اور جدھر چاہتے ہیں پھینکتے ہیں، شیطان بھی ہمارے دل کے اوپر قبضہ کرکے، دل کے حال کو خراب کردیتا ہے، کبھی گناہوں کے خیالات، کبھی فکر کی گندگی، کبھی برے وساوس کا ہجوم، کبھی بے رغبتی، بدذوقی اور کبھی بدعملی کی طرف لے جاتا ہے، اب انسان ہے کہ اس میں سرگرداں اور پریشان رہتا ہے۔

دل کہیں شیطان کا بسیرا نہ بن جائے

جب انسان ذکر خدا، اور اطاعت وفرمانبرداری سے روگردانی کرتا ہے، نہ آخرت کی فکر نہ جہنم کا خوف، نہ محشر کی رسوائی، نہ قبر کی ہولناکی کا خیال رکھتا ہے، اور من چاہی زندگی میں مست رہتا ہے، تو شیطان اس کے دل میں بس جاتا ہے، اس کا دل شیطان کا بسیرا بلکہ چوپال ہوجاتا ہے، جہاں وہ ڈیرہ ڈالے رہتا ہے، اپنے چیلے چپاٹے چھوٹے چھوٹے شیطانوں کو دکھلا کر اپنی بڑائی جتلاتا ہے کہ دیکھو دیکھو! میں نے کیسا تیر چلایا کہ اب یہ میرے شکنجے سے نکل نہیں سکتا۔

ہمارا دل غفلت کدہ نہ بن جائے

یادِ الٰہی ذکر ربانی، شیطان کے لئے کوڑے کی طرح ہے، شیطان کب چاہے گا کہ اسے

کوڑے لگے، اس کے رات ودن کے مجاہدے تہس نہس ہو جائیں، اس لئے وہ ہر وقت دم مارتا رہتا ہے، کوئی نہ کوئی حربہ لئے رہتا ہے، اس کا بڑا حربہ یہ ہے کہ انسان کے ذہن ودماغ میں بے فکری، لاپرواہی اور غفلت پیدا کرتا ہے، کیونکہ غفلت تمام امراض کی بنیاد، اور تمام معصیتوں اور محرومیوں کی جڑ ہے، اسی لئے تو رب کریم نے فرمایا: ''وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغَافِلِيْنَ'' (اعراف:۲۰۵)اور کہیں فرمایا:''وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا'' (کہف:۴)

اور ایک مقام پر سستی اور لاپرواہی کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا: ''وَاِذَا قَامُوْا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى يُرَاءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا'' (نساء:۱۴۲) لہٰذا اپنے قلب پر شیطانی حملے سے بچاؤ کے لئے، یادِ الٰہی کا ہتھیار ہر دم ساتھ رکھنا ہوگا۔

کہیں شیطان مسلط نہ کر دے

ایسے ہی لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ (زخرف:۳۶) کہ جو انسان میری اطاعت وذکر سے روگردانی کرتا ہے، شیطان کو اس پر ہم مسلط کر دیتے ہیں، وہ ہر دم اس کا بدترین دوست بن کر ساتھ پھرتا رہتا ہے، اور ہلاکت وتباہی کے کام کراتا ہے، اس لئے ہمیں ڈرتے رہنا چاہئے کہ کہیں ہماری غفلت، بے فکری اور لاپرواہی سے ہمارے رحمن ورحیم اللہ، ناراض ہو کر شیطان کو مسلط نہ کر دے، اور دشمن کے حوالے کر کے دنیا اور آخرت کی بے چینی کا سبب نہ بنا دے، اس لئے ہمیں نفس وشیطان کے تصرف سے بچنے کی دعا کرتے رہنا چاہئے، اور ذکر کی کے ہتھیار سے دل کی حفاظت کرتے رہئے۔

کعبہ یا مطاف ہو، پھر بھی شیطانی حملہ

یہ بات ذہن میں پتھر کی لکیر کی طرح نقش کر لیجئے کہ شیطان ہمارا ازلی دشمن ہے، ہر پل اس کی کوشش رہتی ہے کہ سالک ذکر کرنے نہ پائے، بلکہ ایک قدم آگے اس کی فکر وکوشش رہتی ہے کہ گناہ میں مبتلا رہے، اور وہ اس قدر شاطر ہے کہ گناہ کرانے کے لئے بازار لے جانا بھی

ضروری نہیں، کعبہ کے سایہ میں بھی گناہ کرا دیتا ہے، میدان عرفات میں بھی فکر کی گندگی اور گناہ کے وساوس ڈال سکتا ہے، مطاف میں بھی بدنظری کرا سکتا ہے، حطیم میں بھی فکر کی گندگی میں مبتلا کر سکتا ہے، کیا کوئی ایسی جگہ ہے؟ جہاں وہ دم نہ مارتا ہو، دشمنی کے لئے قدم نہ اٹھاتا ہو؟ تو اس کے ہر حربے سے بچنے کا ایک کامیاب، مضبوط، مجرب طریقہ ذکر کثیر ہے۔

ہتھیار سے لیس رہئے

شیطان کی شرارت اور دشمنی سے بچنے کے لئے، ہمیں ہتھیار سے لیس رہنا ضروری ہے، اور وہ ہتھیار ذکر الٰہی ہے، جس طرح ہتھیار سے ایک فوجی اپنے دشمن کے ہر حملے سے محفوظ رہتا ہے، بلکہ اپنی حفاظت کے ساتھ دوسروں کی حفاظت کا ذریعہ بنتا ہے، اسی طرح ذاکر اپنے ذکر سے اپنی حفاظت کرتا ہے، بلکہ اس کی صحبت دوسروں کی حفاظت کا ذریعہ بنتی ہے۔

کونسا ذکر حفاظت کا ذریعہ

ذکر ہتھیار تو ضرور ہے، مگر یہ اس وقت جبکہ خاص مقدار میں ہو، معتد بہ مقدار میں ہو، رغبت وشوق اور کیفیت کے ساتھ ہو، اس کی مثال یہ ہے کہ مچھلی کے زندہ رہنے، اور شکاری پرندے سے حفاظت کے لئے پانی کا ہونا ضروری ہے، تالاب اور نہر میں پانی جس قدر زیادہ ہوگا، شکاری یا پرندہ سے مچھلی اسی قدر محفوظ ہوگی، اور اگر پانی کم ہے تو مچھلی کو ہر دم خطرہ ہے کہ ہاتھ سے کوئی پکڑ نہ لے، یا معمولی تدبیر اور جال سے شکار نہ کر لے، یا پرندہ اپنی چونچ سے اُچک نہ لے، گویا پانی جس قدر زیادہ حفاظت اسی قدر زیادہ، اور پانی جس قدر کم خطرہ اتنا ہی زیادہ، لیکن پانی کی زیادتی کے ساتھ خود پانی کے لئے ضروری ہے کہ پانی معتدل انداز میں ٹھنڈا رہے، زیادہ گرم نہ ہو، سورج کی گرمی اور دھوپ کی وجہ سے پانی گرم ہو جائے تو مچھلی مر جائے گی۔ تو مچھلی کی حفاظت کے لئے دو چیزوں کا ہونا ضروری ہے، ایک یہ کہ پانی زیادہ مقدار میں ہو، دوسری یہ کہ پانی گرم نہ ہو، بلکہ عام معمول کے مطابق ہو۔

حفاظت کے دو ہتھیار

اسی طرح شیطانی حملوں سے حفاظت کے لئے، دو چیزوں کا ہونا ضروری ہے، ایک تو یہ کہ ذکر کافی مقدار میں ہو، دوسری یہ کہ خاص کیفیت، توجہ، دھیان، خیال اور جذب وشوق کے ساتھ ہو۔ اگر ذکر معمولی اور کم مقدار میں ہو، تو شیطانی حملوں سے حفاظت کی کوئی ضمانت نہیں، اسی طرح بے رغبتی، بے توجہی، بدذوقی کے ساتھ ہو تب بھی زیادہ فائدہ نہیں۔

ذاکر پرندہ کی طرح ہے

ذکر کثیر، حفاظت کا مضبوط ذریعہ ہے، اس کی دوسری مثال یہ ہے کہ جس پرندہ کی پرواز فضا میں جتنی زیادہ اونچی ہوتی ہے، وہ شکاری سے اتنا ہی محفوظ رہتا ہے، اور جو جتنا نیچے اڑتا ہے، یا درخت پر ہو، دیوار پر ہو، یا زمین پر ہو تو شکاری کے چنگل میں آجاتا ہے، شکار ہونے کے بعد یا تو پنجرہ کی قید میں رہنا پڑا، یا پھر ذبح ہونا پڑا، لیکن جو پرندہ اپنی حفاظت کے لئے بلندی کو اختیار کرتا ہے وہ محفوظ رہتا ہے، کسی جال، کسی بندوق کا شکار نہیں ہوتا، اسی طرح اگر قلب کو نفس وشیطان کے حملوں سے، اس کے چنگل سے محفوظ رکھنا چاہیں تو کثرت ذکر کے ذریعہ قلب وروح کی پرواز کو بہت بلند رکھنا ہوگا۔ اور قلب وروح کی پرواز بلند کرنے کا یہی ایک راستہ ہے کہ معمولات، ذکرو اذکار، تسبیح واستغفار کو پابندی کے ساتھ بکثرت کریں، نیز شوق ورغبت کے ساتھ کریں۔

ذکر اُجالے کی طرح، شیطان اندھیرے کی طرح

مشہور تابعی حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ اللہ کے ذکر اور شیطان کے وسوسہ میں اس قدر تضاد ہے جس طرح اندھیرے اور اُجالے میں، دن اور رات میں تضاد ہے کہ ان میں سے ایک آجائے تو دوسرا اپنے وجود سے محروم ہوجاتا ہے، اسی طرح جب انسان ذکر کرتا ہے تو شیطان دبک جاتا ہے، اور جب غافل ہوتا ہے تو بدستور چھا جاتا ہے۔ (احیاء العلوم: ۳/ ۶۸)

شیطان نورِ قلب سے ڈرتا ہے

حضرت ابو سعید حرازؒ فرماتے ہیں: میں نے خواب میں دیکھا کہ شیطان نے مجھ پر حملہ کیا، میں نے اس کو لکڑی سے مارنا شروع کیا، مگر اس نے کوئی پرواہ نہ کی، میں حیران ہوا، یا اللہ! میں اس کو جس قدر زور سے مارتا ہوں، وہ اور اچھلتا ہے، اسے کوئی غم نہیں ہوتا، غیب سے آواز آئی کہ یہ لکڑی سے نہیں ڈرتا بلکہ دل کے نور سے ڈرتا ہے، یعنی یہ خبیث یوں نہیں ڈرتا بلکہ ڈنڈا لگنے سے اور زیادہ دلیر ہوجاتا ہے، اس کو تو لفظ اللہ کی ضرب لگائی جائے، تب ڈر کر بھاگے گا۔

فرماتے ہیں کہ جب میں نے لفظ اللہ کی ضرب لگائی تو فوراً زمین پر گر پڑا اور کہا کہ تو نے میرے کلیجہ کو کباب کر دیا، پھر مزید فرماتے ہیں کہ لفظ اللہ کی ضرب کی طاقت اور زور دیکھو کہ دشمن کو کس طرح زیر کر دیا، لفظ اللہ میں بڑی طاقت و تاثیر ہے۔

دل کی ویرانی اور تباہی

قلب پر ہی سارے اعضاء کا دارومدار ہے، نیک و بد عمل کا اثر قلب پر پڑتا ہے، جو انسان دل سے بالکل بے پرواہ ہو، غافل ہو، گناہ کی پرواہ نہ کرتا ہو، نفس و شیطان کے شر سے بالکل مطمئن ہو، اس کا قلب سنگ ہوجاتا ہے، اس کا دل دل نہیں پتھر کی سِل ہوجاتا ہے، چنانچہ ارشادِ ربانی ہے: ''فَوَیۡلٌ لِّلۡقٰسِیَۃِ قُلُوۡبُہُمۡ مِّنۡ ذِکۡرِ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ فِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ'' (زمر: ۲۲) یعنی جس کا قلب ذکر اللہ سے بند ہو، ذکر اللہ کے لئے سخت ہو اس کے لئے تباہی اور بربادی ہے۔

شیطان سے حفاظت کا قلعہ

اسی بنا پر ایسے لوگوں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے سے بھی منع کیا گیا ہے، اور کہا گیا: ''وَلَا تُطِعۡ مَنۡ اَغۡفَلۡنَا قَلۡبَہٗ عَنۡ ذِکۡرِنَا وَاتَّبَعَ ہَوٰىہُ وَکَانَ اَمۡرُہٗ فُرُطًا'' (کہف: ۲۸) کہ ان کی اطاعت مت کرو کہ جن کے دل کو میں نے غافل بنا دیا۔ بلکہ کہا گیا: ''وَاتَّبِعۡ سَبِیۡلَ مَنۡ اَنَابَ اِلَیَّ'' کہ ان لوگوں کے ساتھ

رہئے کہ جنہیں انابت حاصل ہے، یعنی ذکر واطاعت کے ذریعہ جن کے دل کی لو اللہ کی طرف لگی ہوئی ہو، دل کا رخ ہر دم ذات باری سے جڑا ہوا ہو ان کے ساتھ رہئے، اسی طرح ''وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ'' (توبہ:۱۹) کہہ کر صالحین اور اہل نسبت کے ساتھ رہنے کا حکم دیا، تاکہ ایسے لوگوں کے ساتھ رہنا نفس وشیطان سے حفاظت کے لئے ڈھال بن جائے، بلکہ قلعہ کی دیوار بن جائے۔

ذکر سے محرومی شیطان کا ایک حربہ

جس طرح ہر نیک عمل کا ایک اثر ہے، اسی طرح ہر گناہ اور معصیت کا کوئی نہ کوئی اثر اور ردِعمل ہے، ان میں بعض معاصی اس قدر سنگین ہوتی ہیں اس کا اثر اتنا خطرناک ہوتا ہے کہ ذکر کی توفیق سلب ہوجاتی ہے، قلب جاری نہیں ہوتا، اسی لئے نفس وشیطان کی یہی کوشش ہوتی ہے کہ اس سے ایسے ہی گناہوں کا ارتکاب کراؤں کہ جن گناہوں کے اثر بد سے اس کے قلب کا حال بگڑ جائے، وہ اس قدر سخت ہوجائے کہ ذکر کی توفیق سے محروم ہوجائے۔

حضرت مولانا غلام احمد نقشبندیؒ فرماتے تھے: بعض معاصی ایسی ہیں کہ جس کی وجہ سے انسان کا قلب بند ہوجاتا ہے، ذکر جاری نہیں رہتا، اگر شیخ اس پر توجہ بھی دے اس کے باوجود قلب جاری نہیں ہوتا، اور معصیت کی ظلمت کبھی اس قدر سنگین ہوتی ہے کہ شیخ کی توجہ بھی کارآمد نہیں ہوتی، ارشاد ربانی: ''اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ''۔

حضرت جنیدؒ کے ایک مرید کا برا حال

حضرت جنید بغدادیؒ (۲۹۷ھ/۹۱۰ء) کے ایک مرید سے سنگین قسم کا ایک جرم ہوگیا، خدا کی شان کہ ان کی پکڑ بھی آگئی، دل سخت ہوگیا، چہرہ سیاہ پڑگیا، چہرے کی سیاہی سے شرمندہ ہوکر گھر سے نکلنا بند کردیا، اور آہ وزاری کرتے رہا، ہفتہ گزر گیا مگر سیاہی دور نہ ہوئی، مجبور ہوکر اپنے شیخ جنید بغدادیؒ کے پاس پہنچے، پہنچتے ہی یہ کچھ کہیں اس سے پہلے حضرتؒ نے فرمایا کہ کچھ لوگ ایسے سنگین گناہ کرلیتے ہیں کہ ہفتہ بھر توجہ ڈالنے پر بھی اس کا اثر ختم نہیں ہوتا، یہ سمجھ گئے کہ

معاملہ میرا ہی ہے، پھر اس کے بعد اللہ رب العزت نے فضل فرمایا اور چہرہ کی سیاہی ختم ہوئی!!!

ہم مطمئن نہ رہیں کہ ہم تو گناہ پہ گناہ کر رہے ہیں لیکن کوئی سزا بھی نہیں ملتی، دل پر سیاہی بھی نہیں، جبکہ گناہ کا اثر ضرور ظاہر ہوگا، اگر ہم توبہ تائب نہ ہوں۔

کہیں کیفیت سلب نہ ہوجائے

گناہ کا اثر ظاہر ہوکر رہتا ہے، یا تو دنیا میں یا آخرت میں، دنیا میں اثر ظاہر ہونے کی مختلف صورتیں ہوتیں ہیں، کبھی تو عبادت کی توفیق سلب ہوجاتی ہے، تو کبھی عبادت کی کیفیت چھن جاتی ہے، کبھی عبادت کا نور نکل جاتا ہے تو کبھی دل پر قساوت آجاتی ہے، اس لئے یا تو گناہ ہونے نہ پائے یا پھر ہوجائے تو توبہ تائب ہونے میں دیر نہ ہو، ایک نیک سیرت انسان ان سے کوئی گناہ ہوگیا، انہوں نے چند دنوں کے بعد اللہ سے مناجات کی کہ اے اللہ! تو کتنا کریم ہے کہ میں نے گناہ کیا، مگر تو نے سزا نہ دی، الہام ہوا، سزا مل چکی ہے ان نے عرض کیا، کہ مجھے تو احساس نہیں ہوا؟ الہام ہوا، کہ کیا تیری عبادت کی کیفیت ولذت اور خشوع خضوع سلب نہ ہوگئی؟ غور کیا تو شرمندہ ہوگئے اور خوب آہ وزاری سے توبہ کی۔

مجلس ذکر کا مقصد

ہمارے ذہن ودماغ اور قلب وجگر میں، کثرت ذکر کا شوق وجذبہ، حوصلہ، ولولہ پیدا کرنے اور اس کا مزاج بنانے کے لئے بعض مواقع پر، مجلس ذکر منعقد ہوتی ہے، تاکہ شوق ورغبت اس طرح ہوجائے، اور ذکر کا چسکا اس طرح لگ جائے کہ وہاں سے جانے کے بعد پابندی کے ساتھ ذکر کریں، حضرت جی دامت برکاتہم فرماتے ہیں: ذکر چاروں موسموں کا پھل ہے، اللہ اللہ کرنا کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ موسم بدل گیا تو پھل بھی بدل گیا، بلکہ اللہ اللہ تو ہر موسم کا پھل ہے۔

یہ نغمہ فصل گل ولالہ کا نہیں پابند
بہار ہو کہ خزاں لا الہ الا اللہ

اللہ تعالیٰ ہمیں ذکر کی توفیق عطا فرمائے۔

مجلس《۲۹》

کلمات ذکراور مضامین عشرہ (۱)

الحمدللہ و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفی امابعد۔

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم، بسم اللہ الرحمن الرحیم،یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا وَّ سَبِّحُوْہُ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا، صدق اللہ العظیم،سبحان ربک رب العزۃ عمایصفون و سلام علی المرسلین و الحمدللہ رب العالمین۔

اللھم صل علی سیدنا محمدو علی آل سیدنا محمدو بارک و سلم

کلماتِ ذکر کی اہمیت

احادیث میں جس قدر ذکر اور دعاؤں کے صیغے مذکور ہیں ،وہ تمام تر اپنی معنویت ،جامعیت کے لحاظ سے بے شمار اجر وثواب کا ذریعہ ہیں، ہر ذکر اپنے مقام ومحل کے اعتبار سے ایک مستقل ذکر ہے ،ان اذکار کی اہمیت کے پیش نظر کتب احادیث میں محدثین نے کتاب الاذکار کے تحت ان کو ذکر کیا ہے، بلکہ مسنون دعاؤں اور اذکار کے نام سے مستقل کتابیں لکھی ہیں ،جن کا مقصداور منشا یہ ہے کہ امت کا ہر فرد بطورِ خاص با ذوق اور اہل علم حضرات ان اذکار وادعیہ کو معمول زندگی بنائیں،اور رب کریم سے ربط وتعلق میں اضافہ کرتے رہیں۔

کلماتِ ذکر کا لُبِّ لباب

ذخیرۂ احادیث اور قرآن کریم کی تمام تر دعاؤں کے الفاظ ،ان کے صیغے ،ان کی ترتیب پر غور کریں گے تو مضمون ومفہوم کے اعتبار سے ،دس قسم کے مضامین پر مشتمل ،وہ اذکار ودعائیں نظر آئیں گی ،خواہ وہ ذکر ودعا ،صبح سے متعلق ہوں یا شام سے،سفر سے متعلق ہوں، یا حضر سے،طبعی حاجتوں سے متعلق ہوں یا روح وقلب سے، دنیوی امور سے متعلق ہوں یا آخرت

کی باتوں سے ،اپنی ذات سے متعلق ہوں، یا اولاد ومخلوق سے ، ہر ایک مضمون کو وہ دعائیں شامل ہیں۔

کلماتِ عشرہ

《۱》کلمۂ تسبیح《۲》کلمۂ تحمید《۳》کلمۂ توحید《۴》کلمۂ تکبیر

《۵》کلمۂ استغفار《۶》کلمۂ تعوذ《۷》کلمۂ بسملہ

《۸》کلمۂ حوقلہ《۹》کلمۂ حسبہ《۱۰》کلمۂ تصلیہ

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے بھی تمام تر اذکار وادعیہ پر گہری نظر وبصیرت کے بعد تحریر فرمایا ہے، کہ تمام تر ادعیہ مضامین عشرہ پر مشتمل ہیں ،جن کی تفصیل رحمۃ اللہ الواسعہ کی چوتھی جلد باب الاذکار کے تحت اسرار ورموز کے ساتھ آپ ملاحظہ کر سکتے ہیں،

سالکین کی تین قسمیں ہیں

مشائخ نے راہِ سلوک میں قدم رکھنے والے حضرات کی تین قسمیں کی ہیں: (۱) مبتدی (۲) متوسط (۳) منتہی

مبتدی: مبتدی کو ابتداء میں کچھ معمولات کے ساتھ، اس بات کی تاکید کی جاتی ہے کہ صبح وشام، شب وروز، سفر حضر وغیرہ کی تمام مسنون دعاؤں کے پڑھنے کا اہتمام کریں، کیوں کہ ان مسنون دعاؤں پر جہاں اسے اجر وثواب ملے گا، وہیں ان دعاؤں کی برکت سے ذات باری سے ربط وتعلق اور انس ومحبت میں اضافہ ہوگا، خوف وخشیت اور حضوری کی کیفیت میں بھی زیادتی ہوگی، اور یہی حکمت ہے، کہ انسان کی ہر ادلتی بدلتی حالت، یا بدلتے ہوئے اوقات، یا بدلتے ہوئے احوال یا بدلتی ہوئی فضا اور موسم کی، جو دعا سکھلائی گئی ہے، ان کا مقصد ذات باری کی طرف اس کے قلب وروح کو ذہن ودماغ کو، بار بار متوجہ کرنا ہے، اور پیارے اللہ سے ربط وتعلق کو بڑھاتے رہنا ہے، نیز ان اذکارِ مسنونہ کی برکت اور اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ سنتوں

سے دل چسپی بڑھ جاتی ہے، اور ہر موقعہ کی سنتوں پر عمل کا جذبہ ابھرنے لگتا ہے۔

متوسط: راہِ سلوک میں متوسط اس سالک کو کہا جاتا ہے جن کے معمولات واوراد میں کچھ اضافہ کیا جاتا ہے اور تہلیل لسانی کی خاص مقدار بطورِ سبق دیا جاتا ہے، جب سالک لا الہ الا اللہ کے ذریعے بار بار غیر اللہ کی نفی کرتا ہے، اور ذاتِ باری کے لیے تمام تر کمالات وصفات کا اثبات کرتا ہے، تو غیر اللہ سے تعلق کمزور، بلکہ ختم ہونے لگتا ہے اور بارگاہِ قدس سے تعلق ومحبت اور انس میں اضافہ ہونے لگتا ہے

منتہی: شیخ کی تجویز کردہ معمولات پر شوق وذوق کے ساتھ والہانہ انداز میں پابندی سے عمل کرنے والے کو حضوری، معیت اور مقام احسان کا درجہ حاصل ہوتا ہے **ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک** کی دولت نصیب ہوتی ہے۔

اہل علم کے لیے لمحۂ فکریہ

ہم اہل علم اور خواص ہیں، ورثاء انبیا کہلاتے ہیں، غور کریں کہ وارثِ نبی ہو کر بھی کیا ان اذکار اور مسنون دعاؤں کو فکر کے ساتھ، معانی کے استحضار کے ساتھ، پڑھنے کا اہتمام کرتے ہیں؟ اگر ہمارے دل کا جواب نفی میں ہے، تو اپنے ان اکابر اور مشائخ کی زندگی کو دیکھئے، جن کی زندگی ہمارے لیے مشعل راہ ہے، جن کی مشغولیت کسی طرح کی ذکر ودعا میں مانع نہیں بنتی تھی ،گویا وہ اصلاً وارث نبی تھے، ہم تو یہ کہلانے کے لائق بھی نہیں ،کوشش کریں ،عزم وارادہ بڑھائیں کہ ان شاء اللہ ذکر کرنے اور ان ادعیہ کے پڑھنے کا اہتمام کریں گے۔

ذکر کے الفاظ مختلف کیوں؟

ان اذکار وادعیہ پر اگر آپ غور کریں گے تو ان کے الفاظ اور صیغے مختلف نظر آئیں گے ،اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر ذکر اور جملے میں کوئی نہ کوئی راز کوئی نہ کوئی حکمت ،کوئی نہ کوئی منفعت پوشیدہ ہے ،اس لیے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف مواقع کی مختلف اذکار ودعائیں تلقین

فرمائیں تا کہ امت کامل ومکمل اور بھرپور فائدہ اٹھا سکے، اگر بالفرض ایک ہی دعا اور ایک ہی ذکر ہر ایک کو ہر ایک موقع کے لیے دے دیا جاتا تو پھر وہ ذکر زبان کا ،لقلقہ یعنی صرف زبان کی آواز بن کر رہ جاتا، توجہ اور دھیان جم نہ پاتا۔

کلماتِ عشرہ کی مختصر تشریح

یہ مضمون بطور خاص اہل علم کے درمیان پیش خدمت ہے ،اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے، کہ ان کلماتِ عشرہ کے مختصر مضامین بیان کیے جائیں تا کہ دعاؤں کی جامعیت سامنے آجائے۔

۱، ۲: تسبیح وتحمید

کچھ کلماتِ ذکر وہ ہیں جو اللہ کی تسبیح وتقدیس اور صفتِ تنزیہ یعنی ہر قسم کے عیب ونقص سے منزہ اور پاک ہونے کو بتلاتے ہیں ..اور کچھ کلمات ایسے ہیں جو اللہ کی صفتِ تحمید، اللہ کی تعریف وتوصیف ،اللہ کی مدح وثنا اور اس کے مستجمع الکمالات والصفات ہونے کو بتلاتے ہیں کہ ہر چھوٹی اور بڑی خوبیوں کا مالک بھی وہی ہے اور قابل مدح وثنا بھی وہی ہے۔

فضیلت اور اجر وثواب

ان دونوں کی اہمیت اور جامعیت کا اندازہ ان پر ملنے والے اجر وثواب سے لگا سکتے ہیں، چنانچہ حدیثِ پاک میں ہے، تسبیح نصفِ ترازو ہے یعنی سبحان اللہ کہنے سے آدھی میزان بھر جاتی ہے اور الحمد للہ کہنا ترازو کو بھر دیتا ہے، یعنی ان دونوں کے پڑھنے سے ترازو کے پلڑے بھر جائیں گے ،اسی طرح دوسری حدیث ہے کہ دو جملے ایسے ہیں کہ جو زبان پر ادائیگی میں ہلکے ہیں ،ترازو یعنی ثواب میں بھاری ہیں اور پیارے اللہ کو وہ جملے بڑے پیارے ہیں ،اور وہ جملے یہ ہیں: سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم

اسی طرح ایک اور حدیثِ پاک ہے کہ جس نے سبحان اللہ العظیم وبحمدہ پڑھا جنت میں اس کے لیے کھجور کا ایک درخت لگ جاتا ہے، یا دوسری روایت کے مطابق ایک مرتبہ کہنے پر،

اس کی لغزشیں معاف ہو جاتی ہیں، چاہے سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں اور اگر سو مرتبہ پڑھ لیا تو قیامت کے دن اس کے عمل سے بہتر کوئی عمل کسی شخص کا نہ ہوگا۔

تسبیح وتحمید پر اس قدر ثواب کی حکمت

تسبیح وتحمید کے کلمات بہت مختصر بھی ہیں اور آسان بھی، پھر بھی اس قدر اجر وثواب؟

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں، کہ رب کریم کی صفات دو طرح کی ہیں: ایک کو صفتِ جمال کہتے ہیں اور ایک کو صفت جلال، بالفاظ دیگر ایک کو صفاتِ ثبوتیہ کہتے ہیں اور دوسری کو صفاتِ سلبیہ

ثبوتی اور سلبی صفات

صفتِ جمال یا ثبوتی صفت کا مطلب یہ ہے کہ وہ صفاتی نام جو ذاتِ باری کے لیے تمام تر کمالات اور خوبیوں کو ثابت کرتے ہیں۔

اور صفتِ جلال یا سلبی صفت کا مطلب یہ ہے کہ وہ تمام تر الفاظ اور صفاتی نام جو رب کریم سے ہر قسم کے نقص وعیوب سے منزہ اور پاک صاف ہونے کو بتلاتے ہیں،

چوں کہ مضمون ومعانی کے اعتبار سے اللہ رب العزت کے جتنے بھی اسماء الحسنیٰ ہیں ان تمام اسماء کو یہ تسبیح وتحمید شامل ہے، کیوں کہ جس نے الحمد للہ کہا، گویا اس نے ان تمام اسماء الٰہی کا اقرار واعتراف کر لیا جن سے اللہ کی تمام تر ثبوتی صفات کا پتہ چلتا ہے، اور جس نے سبحان اللہ کہا، گویا اس نے ان تمام اسماء الٰہی کا اقرار واعتراف کر لیا جن سے اللہ کی تمام تر سلبی صفات کا پتہ چلتا ہے، گویا دو لفظ کے ذریعے اس نے اللہ کے صفتِ جلال اور صفتِ جمال کا اقرار واعتراف کر لیا اس بنا پر وہ اس قدر اجر وثواب کا مستحق بنا، گویا اسماء الحسنیٰ کے تمام اسماء کو یہ دونوں بدرجہ اتم شامل ہیں، اس لیے ان دونوں کی عظمت واہمیت بھی زیادہ ہے اور اجر وثواب بھی۔

ان دونوں میں افضل کون؟

حمد ایک ثبوتی عمل ہے، اور تسبیح ایک سلبی عمل، تو ثبوتی عمل ہونے کے اعتبار سے افضل ہے، یہیں سے یہ وجہ بھی معلوم ہوگئی کہ تسبیح کو نصفِ میزان کیوں کہا گیا؟ اور حمدلہ کو یملأ المیزان کیوں کہا گیا؟ گویا تسبیح کے مقابلہ میں حمدلہ کا اجروثواب زیادہ ہے۔

ایک روایت میں حمد کو شکر کا سردار کہا گیا، جب کہ شکر کا تعلق زبان، دل اور اعضاء تینوں سے ہے، اور حمد کا صرف زبان سے، گویا حمد شکر کا ایک حصہ اور شاخ ہے، حمد زبان سے ہوگی تو زبان سے خدا کی نعمت کا تذکرہ ہوگا اور نعمت میں اضافہ ہوگا، اس لیے حمد کو شکر کا سردار کہا گیا۔

اسی طرح جنت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں جھنڈا ہوگا اس کا نام بھی **لواء الحمد** ہوگا، اور جنت کے گھر کا نام بھی **بیت الحمد** ہے قرآن کی ابتدا بھی حمد سے ہے، خطبے کی ابتدا بھی حمد سے ہوتی ہے، اسی طرح جنت میں اہل محفل کی آخری آواز **وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین** ہوگی بلکہ ایک روایت میں تو الحمد للہ کو بہترین دعا کہا گیا، ان تمام باتوں کے پیش نظر تسبیح کے مقابلہ میں حمدلہ کی افضلیت سمجھ میں آتی ہے، اسی لیے ہر چھوٹی بڑی نعمت کے حصول پر الحمد للہ کہتے رہنا چاہیے، تا کہ نعمت میں اضافہ ہوتا رہے۔

۳۔ تہلیل

تیسرا ذکر تہلیل یعنی لا الہ الا اللہ ہے، اس کلمہ میں جہاں شرکِ جلی اور شرک خفی کی نفی ہے ، وہیں یہ کلمۂ طیبہ رب کریم کی وحدانیت، الوہیت اور شانِ یکتائی کو بتلاتا ہے، گویا یہ کلمہ نفی اور اثبات کے مضمون پر مشتمل ہے، کہ غیر اللہ سے الوہیت کی نفی، اور ذاتِ واحد کے لیے الوہیت کا اثبات ہے، اسی مضمون کی مزید تشریح چوتھا کلمۂ توحید میں موجود ہے، چنانچہ ہم پڑھتے ہیں **لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر** ، دیکھیے جو مضمون لا الہ میں ہے اسی کی مزید وضاحت وحدہ لا شریک لہ میں ہے، اور جو مضمون **الا اللہ** میں ہے

،اسی کی مزید تشریح وَلَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ میں ہے۔

کلمۂ توحید کی فضیلت

یہی وجہ ہے کہ کلمۂ توحید کی آپ نے فضیلت بھی سنی ہوگی کہ جس نے سو مرتبہ پڑھا اس نے گویا دس غلام آزاد کیا، سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور سو برائیاں مٹا دی جاتی ہیں، نیز شام تک شیطان سے حفاظت کا ذریعہ بھی ہے، اور کلمۂ طیبہ کی فضیلت یہ حدیث بھی مشہور و معروف ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے جو مخصوص کلمۂ ذکر طلب کیا تھا اس کے جواب میں یہی کلمۂ توحید دیا گیا یہ خود اس کے اہم ہونے اور عظیم المرتبت ہونے کی دلیل ہے۔

کلمۂ طیبہ زمین و آسمان سے وزنی کس طرح؟

کلمۂ توحید نہایت ہی آسان اور سہل حروف پر مشتمل ہے، اس کی ادائیگی میں نہ کوئی شدت ہے، نہ زحمت ہے، نہ ہونٹ ہلتے ہیں، نہ تکلیف ہوتی ہے، پھر بھی اتنا چھوٹا سا کلمہ ساتوں زمین و آسمان اور اس کے درمیان کی چیزوں سے وزنی کیوں کر ہو گیا؟ عارفین نے اس کا جواب یہ دیا کہ آسمان و زمین اور درمیانی چیزیں یہ سب کی سب فانی ہیں، ظل اور سائے کی طرح ہیں ،اور ذاتِ باری باقی ہیں، اس میں فنا کا شائبہ تک نہیں وہی اصل ہے، اور چوں کہ یہ کلمہ ذاتِ باری کا تعارف کراتا ہے اس لیے اس کلمہ کی حیثیت بھی اصل کی طرح ہو گئی، اور ظاہر ہے کہ اصل کا وزن ہوتا ہے نہ کہ فنا ہونے والے سائے کا، اس بنا پر اس کلمہ کا وزن زیادہ ہو جاتا ہے۔

۴۔ کلماتِ تکبیر

اذکار و ادعیہ میں وہ کلمات بھی شامل ہیں، جن سے اللہ کی عظمت، اللہ کی قدرت، اللہ کا تقدس، اللہ کی کبریائی اور اس کی شان یکتائی کا پتہ چلتا ہے، جب یہ کلمات اس قدر اہم مضمون پر مشتمل ہوتے ہیں تو پھر ہونا یہی چاہیے تھا کہ اس کے پڑھنے والے کے لیے نیکیوں سے آسمان

وزمین بھر جائے۔

جہنم سے حفاظت کی ضمانت

یہ وہ عظیم کلمہ ہے جس کو باقیات صالحات کہا گیا ہے، چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ باقیات صالحات کو کثرت سے پڑھا کرو، کسی نے دریافت کیا کہ وہ کیا چیزیں ہیں آپ ﷺ نے انہیں کلمات کی وضاحت فرمائی، نیز فرمایا کہ اپنی حفاظت کا انتظام کرلو، کسی نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ، کسی دشمن کے حملے سے حفاظت کے لئے؟ تو آپ نے فرمایا نہیں، جہنم کی آگ سے حفاظت کا انتظام کرو، کیونکہ یہ کلمہ قیامت کے دن شفارش کریں گے، پڑھنے والوں کو جنت کی طرف آگے بڑھائیں گے، حضرت کعب احبارؒ فرماتے ہیں کہ **سبحان اللہ، و الحمدللہ، و لاالہ الا اللہ، و اللہ اکبر** کے لئے عرش کے اردگرد ایک بھنبھناہٹ ہے، جو اپنے پڑھنے والوں کا تذکرہ کرتے رہتے ہیں، ایک دوسری روایت میں ان کلموں کو زمین وآسمان کی کنجی کہا گیا، اور یہ کہ عرش کے خزانے سے آیا ہوا ہے، ان روایتوں سے ان کلموں کی اہمیت اور برکت کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اس امت کو سلام

ان چاروں کلموں کی اہمیت کا اندازہ اس سے بھی لگا سکتے ہیں کہ جب نبی اکرم ﷺ معراج سے لوٹ رہے تھے، تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آپ سے فرمایا تھا کہ اپنی امت کو میرا سلام پہنچادیں اور ان کو بتلادیں کہ جنت کی زمین زرخیز ہے، اس کا پانی میٹھا ہے، مگر جنت چٹیل میدان کی طرح ہے اس کے پودے **سبحان اللہ و الحمد للہ و لاالہ الا اللہ و اللہ اکبر** ہے، اس لیے گا ہے گا ہے ان کلمات کو بھی اجر وثواب کی نیت سے پڑھتے رہنا چاہیے، تا کہ اس کے انوارات وبرکات بھی حاصل ہوتے رہیں۔

مجلس《۳۰》

کلمات ذکر اور مضامینِ عشرہ (۲)

الحمد للہ و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد۔

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم، بسم اللہ الرحمن الرحیم، فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ اِنَّهُ كَانَ غَفَّاراً، صدق اللہ العظیم۔

اللھم صل علی سیدنا محمد و علی آل سیدنا محمد و بارک وسلم۔

اس سے پہلے کی مجلس میں، کلماتِ ذکر کا تذکرہ چل رہا تھا کہ وہ دس قسم کے مضامین پر مشتمل ہیں، جن میں چار کا تذکرہ ہم سن چکے ہیں، ارادہ ہے کہ آج اس مضمون کو مکمل کردیں، تاکہ ہم سب ان پر عمل کرسکیں۔

۵/ استغفار

قرآن وحدیث میں مذکور ادعیہ اور اذکار میں بہت سے وہ کلمات ہیں، جو توبہ، استغفار پر مشتمل ہیں، جن سے انسان کے گناہ خواہ سمندر کے جھاگ کے برابر، درختوں کے پتوں کے برابر یا ریت کے ذروں کے برابر ہوں، معاف ہوجاتے ہیں (سوائے حقوق العباد)

اسبابِ مغفرت تین ہیں

(۱) نیک اعمال (۲) فیض ملکوتی (۳) مدد روحانی

اللہ رب العزت کی شان کریمی ہے کہ اس نے ہم کمزوروں کی مغفرت اور معافی کے لیے صرف کلمۂ استغفار کو ہی لازم نہیں کیا، بلکہ اس کے ساتھ اور بھی ایسی چیزیں رکھ دی، جس سے انسانوں کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں، جن میں سے ایک، نیک اعمال ہیں، بہت سے نیک اعمال وہ ہیں جن کے بارے میں آپ نے سنا ہوگا کہ ان سے رحمتِ الٰہی جوش میں آتی ہے، اس

کے کرنے والے کے لیے فرشتے دعائے مغفرت کرتے ہیں اور اس کے پچھلے تمام گناہ معاف ہوجاتے ہیں ،مثلاً :الاسلام یھدم ما کان قبلہ ۔۔۔الھجرۃ تھدم ما کان قبلھا ۔۔۔الحج یھدم ما کان قبلہ،اسی طرح مخلوق کی نفع رسانی مثلا: بدکار عورت نے کتے کو پانی پلا دیا تو نجات ہوگئی، کسی نے راستے سے کانٹا ہٹا دیا تو مغفرت ہوگئی،خدمتِ خلق کی بنا پر رحمتِ الٰہی مل گئی وغیر ذلک ،تو دیکھیے مغفرت کے لیے استغفار کے ساتھ ساتھ اللہ نے بہت سے اعمال کو بھی ذریعہ بنا دیا ہے۔

دوسرا سبب فیض ملکوتی

انسان اپنی پچھلی زندگی سے توبہ تائب ہو جائے، اور اپنی زندگی کا رخ بدل لے ،حیاتِ طیبہ یعنی پاکیزہ زندگی گزارنے کا عہد و پیمان کرلے،فرشتہ صفت بننے کی کوشش کرے ،نفسانی شیطانی شرور وفتن سے اپنے آپ کو بچاتا رہے،گویا اس نے زندگی کا رخ اور دھارا بدل لیا،تو ایسی پاکیزہ زندگی بھی گناہوں سے معافی کا ذریعہ بنتی ہے۔

تیسرا سبب مدد روحانی

انسان اگر ندامت وشرمندگی اور آنسوں کے چند قطروں کے ساتھ، اعترافِ قصور کرلے اور توبہ کی شرط بھی ملحوظ رکھے،تو اس کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں،تاہم یہ فرق ملحوظ رہے کہ توبہ کے لیے تین شرطوں کا ہونا ضروری ہے،جب کہ استغفار کے لیے یہ تین شرطیں لازم نہیں ،ان تین باتوں کے بغیر بھی انسان استغفار کرتا رہے گا تو بھی اس کا ثمرہ اور فائدہ ظاہر ہوگا،اس لیے ہمیں استغفار کے کلمات گاہ بگاہ پڑھتے رہنا چاہیے۔

سید الاستغفار

کلماتِ استغفار تو بہت سے ہیں، ہر ایک اپنی جگہ نفع بخش ہیں،تاہم جن کلمات کو سید الاستغفار کہا گیا ہے،آپ نے فضیلت سنی ہوگی کہ جس شخص نے دن کے کسی حصے میں اس کو پڑھ لیا

اور اسی دن اس کی موت آگئی، تو وہ شخص جنت میں جائے گا، اور جو شخص رات کے کسی حصے میں پڑھ لے اور اسی رات اس کی موت آگئی، تو وہ جنت میں جائے گا گویا جنتی ہونے، اور مغفرت پانے کا آسان نسخہ استغفار ہے، اس لیے ہمیں صبح وشام اس کی پابندی ضرور کرنی چاہیے۔

۶ر تعوذ ودعا

بہت سے اذکار وادعیہ وہ ہیں، جن میں کسی شر سے حفاظت اور پناہ چاہی گئی ہے، خواہ وہ شر شیطانی ہو، یا نفسانی، انسانی ہو یا جناتی، حیوانی ہو یا فضائی، یا کسی بھی قسم کا ہو، ان سے پناہ چاہنا، تعوذ کہلاتا ہے، اسی طرح اپنی بے کسی بے چارگی اور مسکنت کے ساتھ اپنی ہر قسم کی حاجتوں کو اللہ سے مانگنا یہ دعا کہلاتا ہے، تعوذ ودعا کے الفاظ پر اگر غور کریں، تو ان میں ذکر کا پہلو بھی ہے اور عبادت کا پہلو بھی، یہ وقت نہیں ہے کہ ان دو باتوں کو اجاگر کیا جائے، اہل علم خود غور کر سکتے ہیں۔

بطورِ اختصار عرض ہے کہ ہمارے پاس مسنون دعاؤں کی کچھ کتابیں اور کتابچے ضرور ہونے چاہیے اور طریقۂ کار یہ اپنانا چاہیے کہ ایک دو دعا اگر ہم روزانہ یاد کرلیں اور اس کو معمول بنانے لیں، تو ان شاء اللہ بہت ساری دعائیں محفوظ بھی ہوجائیں گی اور معمول بھی بن جائیں گی، مناجاتِ مقبول، الحزب الاعظم کو بھی پیش نظر رکھیں تب بھی یہ چیزیں حاصل ہوسکتی ہیں۔

۷ر بسملہ اور اسماء الحسنیٰ

بہت سے اذکار ودعائیں وہ ہیں، جن میں اللہ کے پاک نام سے برکت وسعادت اور اپنی کامیابی اور کامرانی حاصل کی جاتی ہے، رب کریم کا وہ نام نامی خواہ ذاتی ہو یا صفاتی، ہر نام اللہ کے کسی نہ کسی وصف کمال کو بتلاتا ہے اور ہر نام میں اس کی شایان شان تجلیات وانوارات موجود ہوتی ہیں، اس لیے وہ نام بابرکت کہلاتے ہیں، اور اس کے بابرکت ہونے کی علامت یہ ہے کہ ان ناموں کے ذریعہ دعا کی تلقین بھی کی گئی ہے، ارشادِ ربانی ہے: وَلِلّٰہِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی

فَادْعُوْهُ بِهَا ،اور فرمان نبوی ہے: اِنَّ للهِ تِسعَةً وَّ تِسعِينَ اِسمًا مَنْ اَحصَاهَا دَخَلَ الجَنَّة

کس نیت سے پڑھیں؟

جو کلمات نام پاک کو بتلاتے ہوں مثلا: اسماء الحسنی ان کو بھی پڑھنا چاہیے، اور ہر اسم اور نام کو پڑھتے ہوئے دل میں، اس بات کی تڑپ رکھنی چاہیے، کہ اللہ رب العزت آپ نے اس نام میں جو تجلی اور نور رکھا ہے، وہ ہمیں عطا فرما، اس طرح ہر نام کو پڑھتے ہوئے دل میں یہ تمنا رہے، تو اس کی بے انتہا برکت محسوس کریں گے اور جس مقصد سے پڑھیں گے وہ مقصد بھی ان شاء اللہ حاصل ہوگا،

بسملہ کا اہم مقصد

اسی طرح وہ ذکر و دعا جو بسملہ پر مشتمل ہے، یعنی جس میں اللہ کے نام سے شروع کرنے، اللہ کے نام سے مدد حاصل کرنے کا مضمون ہے، اس کے پڑھنے سے بھی حفاظت ہوتی ہے، مقصد میں کامیابی ہوتی ہے، اسی بنا پر بہت سارے مواقع پر بسم اللہ پڑھنے کی ترغیب آئی ہے، جس کا ایک فائدہ مقصد برآری بھی ہے اور دوسرا فائدہ ہر تھوڑے تھوڑے وقفے سے دل کی لو کو، اللہ سے جوڑنا بھی ہے لہذا ہمیں اپنے دامن دل میں جھانکتے رہنا چاہیے کہ کس حد تک اپنے ہر کام میں اللہ کو یاد رکھتے ہیں؟

۸ر کلماتِ حوقلہ اور توکل

کچھ اذکار و کلمات وہ ہیں، جن میں اللہ رب العزت کی طاقت وقوت، حاکمانہ انداز ،شان وشوکت اور تسلیم ورضا کا مضمون ہے، نیز مخلوق کی بے چارگی، بے کسی اور بے بسی کا اظہار ہے، ایسے مضمون پر مشتمل دعاؤں کا پڑھنا بھی رب کریم کو بہت پسند ہے، آخر تو کوئی وجہ ہے کہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ کو خزانہ عرش کہا گیا، ذرا اس کی معنویت پر غور کر لیجیے گا تو خود ہی اس کی اہمیت سمجھ میں آجائے گی، اسی طرح انسان جب گھر سے نکلتا ہے تو نیاز مندی اور عاجزی کا کتنا بہترین کلمہ پڑھتا ہوا نکلتا ہے بِسْمِ اللهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللهِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ، اس

کی فضیلت وبرکت بھی پیش نظر رکھیے اور سوچیے کس حد تک ہمارا اس پر عمل ہے۔

۹رتسلیم ورضا اور نیاز مندی

کچھ کلماتِ ذکر اور کلماتِ ادعیہ وہ ہیں، جن سے بندوں کے دل و دماغ میں، اللہ رب العزت کی عظمت وقدرت، اس کی حاکمانہ شان کو بٹھلانا، بندوں کی طرف سے اس کے فیصلے پر تسلیم ورضا کا اظہار ہے، اور اس کے سامنے اپنی عاجزی، بے کسی، نیاز مندی کو ظاہر کر کے دینی دنیوی حاجت کو پورا کرنے کی دعا بھی ہے، اسی لیے مومنوں سے کہا گیا کہ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ پڑھا کریں، کوئی کام ادھورا اور ناقص ہو، تو حَسْبِيَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ پڑھا کریں، اسی طرح تسلیم ورضا اور نیاز مندی کو ظاہر کرنے کے لیے کہا گیا کہ یہ دعا پڑھیں سَجَدَ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ خَلَقَهٗ وَشَقَّ سَمْعَهٗ وَبَصَرَهٗ بِحَوْلِهٖ وَقُوَّتِهٖ کہ میرا چہرہ سجدہ ریز ہوا اس ذات کے سامنے جس نے اپنی قدرت سے سننے دیکھنے کی طاقت ظاہر فرمائی۔

۱۰ردرود پاک، صلوۃ وسلام

انسانوں کی سعادت اور نجات وشفاعت کے لیے کچھ وہ کلمات اور صیغے بھی ہیں، جن کو ہم درود پاک یا صلوۃ وسلام کہتے ہیں، صلوۃ وسلام کے جتنے صیغے ہیں، ان کے اسرار ورموز ان کی حکمت وبرکات، فوائد ومنافع سے قلوب کو اگر منور اور روشن کرنا ہو، تو درود شریف کے فضائل پر مشتمل کتابوں کا مطالعہ کیجیے اور پھر بکثرت پڑھنے کا دل ہی دل میں عہد وپیمان کر لیجیے، ایک مقدار طے کر لیجیے تا کہ ناغہ نہ ہو اور وہ ہمارے لیے نجات وشفاعت کا، بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرب کا ذریعہ بنے، شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے حجۃ اللہ البالغہ میں تین بڑی عجیب حکمتیں لکھی ہیں، ان کے علاوہ بہت ساری مفید باتیں حضرت شیخ زکریا صاحبؒ نے اور دیگر اسلاف نے بھی لکھی ہیں، عقیدت ومحبت سے ان کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

نوٹ: کلمات عشرہ کے مضامین زیادہ تر رحمۃ اللہ الواسعہ سے مستفاد ہیں۔

خلاصۂ کلام

قرآن وحدیث میں جو کلماتِ ذکر ہیں، جن کو آپ نے کلماتِ عشرہ کے عنوان سے سنا، اور مضامین عشرہ بھی سماعت فرمائیں، ان کا مقصد یہ ہے کہ جب ہمارے ذہن میں ان اذکار کی جامعیت، معنویت اورافادیت آجائے گی اور تمام اذکار کے مضمون کا خلاصہ ذہن نشیں ہوگا تو پھر شوق بھی بیدار ہوگا، جذبہ بھی ابھرے گا، مداومت بھی پیدا ہوگی، اور پڑھتے ہوئے ان مضامین کا خیال بھی رہے گا، اللہ ہمیں ان باتوں پر عمل کرنے، ان کی برکتوں کو حاصل کرنے، اور وارثین انبیاء کی جو ذمہ داری یا جو خوبیاں ہیں ان کو اپنے اندر پیدا کرنے کی فکر عطا فرمائے، بروز محشر رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رسوائی سے بچا کر ہمیں آپ کا قرب نصیب فرمائے۔

سالکین کی ایک غلط فہمی

عام طور پر سالکین یہ سمجھتے ہیں کہ شیخ نے جو ذکر واذکار ہمیں دیا ہے، بس اس کے علاوہ ہمیں کچھ پڑھنا نہیں ہے، اسی پہ اکتفا کرنا ہے، یا جب موقع ملے وہی کرنا ہے، اس بنا پر بہت ساری وہ دعائیں اوراذکار جو کسی وقت یا کسی خاص موقع سے متعلق نہیں، بلکہ عام ذکر ہے، اس کو نہیں پڑھتے، حالانکہ یہ ایک سنگین غلطی ہے، کیوں کہ جو ذکر ودعا، احادیث میں مذکور ومنقول، اور ماثور ہیں، ان کو گاہ بگاہ پڑھنے کے لیے نہ تو شیخ سے اجازت کی ضرورت ہے، اور نہ ہی اسے چھوڑنے کی اجازت، البتہ کسی بھی ذکر کو بطور وظیفہ اور بطور ورد کرنا ہوتو پھر شیخ سے اجازت لینی چاہیے، اسی طرح وہ حضرات جو زیادہ تر ذکرِ خفی، ذکرِ قلبی پر محنت کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ اس کے علاوہ اور کوئی ذکر ہمیں نہیں کرنا ہے، وہ بھی نہایت دھوکے، نفس کے فریب اور سخت غلطی میں ہیں، لہذا وہ اذکاراور دعائیں جو زبان سے متعلق ہیں ان کو پابندی سے کرتے رہنا چاہیے۔

ذکر سے غفلت موجبِ حسرت

جب ذکر کے فوائد معلوم ہوگئے، کہ اس سے قلبی طمانینت، روحانی سکون حاصل ہوتا

ہے، حجابات اٹھتے ہیں، ملأ اعلیٰ سے ربط و تعلق بڑھتا ہے، مقام وصل حاصل ہوتا ہے، معرفت الٰہی کا بہترین ذریعہ ہے، حضوری اور مقام احسان کے حاصل ہونے میں ذکر کا بڑا کردار ہے، محبت الٰہی کے حصول میں بہت ہی موثر ہے، پھر بھی سالک غفلت میں رہے اس کے لیے حسرت نہیں تو اور کیا ہے؟

ذکر و شغل کو اپنایئے

ہم اہل علم اور راہِ محبت کے سالکین کو حسرت اور خسارے میں پڑنے کی ضرورت نہیں اللہ رب العزت نے ہمیں ذکر کے دو طریقے دیے ہیں، جب موقعہ ملے، زبان سے ذکر کرلیں یا دل و دھیان سے اللہ کو یاد رکھیں، جو چیزیں زبان سے متعلق ہیں ان کو ذکر کہتے ہیں اور جو چیزیں دھیان سے متعلق ہیں ان کو شغل کہتے ہیں، لہذا خوش نصیب ہیں اللہ کے وہ بندے جو ان دونوں حالتوں کو اختیار کرلیں، مگر آج شوق کی کمی کی بنا پر، ہمارے دیگر اعمال کی حالت بھی کیا ہے اس کی منظر کشی درد بھرے اشعار میں اسی طرح کی گئی ہے:

محبت کا جنوں باقی نہیں ہے　　　وہ دل وہ آرزو باقی نہیں ہے
صفِ کج دل پریشاں سجدہ بے ذوق　　　کہ جذبۂ اندروں باقی نہیں ہے
لِكُلِّ شَيْءٍ إِذَا فَارَقْتَ لَهُ عِوَضاً　　　وَلَيْسَ لِلهِ إِنْ فَارَقْتَ مِنْ عِوَضاً

امام غزالیؒ کا فرمان

وہی ذکر مؤثر اور نافع ہے جو دل کی حضوری کے ساتھ ہو اور ہمیشہ ہو، اس صورت میں ذکر کم مؤثر ہوتا ہے کہ زبان میں حرکت ہو اور دل غافل ہو، چنانچہ روایت ہے اِعْلَمُوْا أَنَّ اللهَ لَا يَقْبَلُ الدُّعَاءَ مِنْ قَلْبٍ لَاهٍ جب غفلت بھرے دل سے دعا بھی قابل قبول نہیں تو غفلت کے ساتھ ذکر زیادہ مفید کیوں کر ہوگا، اسی طرح حدیث میں ہے رُبَّ قَارِئٍ لِلْقُرْآنِ وَالْقُرْآنُ يَلْعَنُهُ کہ جب تلاوت مطلوب ہے ہر حرف پر دس نیکیاں ہیں، مگر غفلت سے تلاوت کرنے والے پر وہی قرآن لعنت بھیجتا ہے، اس سے پتہ چلا کہ اہم عبادت میں بھی بے توجہی، لاپرواہی اور غفلت بہت

زیادہ نقصان دہ ہے، اس لیے اس ذکر کو پوری توجہ سے کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، امام غزالیؒ (۵۰۵ھ) کہتے ہیں: ساری عبادتوں کا شرف اسی ایک عبادت یعنی ذکر سے مربوط ہے، یہی عبادت تمام عملی عبادتوں کا ثمرہ ہے، جب ذکر کی یہ اہمیت تو پھر بے توجہی سے کرنا کونسی عقلمندی ہے۔

ذکر ایک عجیب دولت ہے

ابتدا میں ذکر، اللہ کی محبت ومعرفت کے لیے کرتا ہے، اور جب محبت ومعرفت سے دل بھر جاتا ہے، تو اب ذکر، محبت ومعرفت کی وجہ سے کرتا ہے، نفس ذکر سے اس طرح مانوس ہوجاتا ہے کہ ماسوی اللہ سے بے نیاز ہوجاتا ہے، تو کیا ہم وارثین انبیاء ذکر کے اعلی درجہ کو حاصل نہیں کر سکتے۔؟

حضرت شیخؒ کی نظر میں خلاصہ بخاری

حضرت شیخ زکریاؒ ذکر ودعا اور صلوۃ وسلام پڑھنے کے بہت ہی پابند تھے، خاص کر درود پاک اور ذکر کا بہت غلبہ تھا، ایک موقعہ پر ارشاد فرمایا کہ پوری بخاری کا خلاصہ دو باتیں ہیں، ایک اخلاص، اور ایک ذکر الٰہی، پہلی حدیث اخلاص پر مشتمل ہے، اور دوسری حدیث ذکر ''سُبْحَانَ اللهِ الْعَظِيْمِ وَ بِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللهِ الْعَظِيْمِ'' پر مشتمل ہے، گویا ہر طالب علم اور علما سے بطور خاص کہنا چاہتے ہیں کہ اخلاص وللّٰہیت کبھی چھوٹنے نہ پائے، اور ذکر الٰہی کا کبھی ناغہ ہونے نہ پائے، جس نے ان دو باتوں کا خیال کرلیا وہ محبوب خدا ہوگا، اس کا ہر عمل وزنی ہوگا، اور عبادتیں سہل ہوجائیں گی، اللہ رب العزت ہمیں ان باتوں پر عمل کی توفیق بخشے، اور اس کتاب کی تالیف وترتیب کے خلاصہ اور لب لباب (کثرت ذکر) کو حرزِ جان بنانے کی سعادت نصیب فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔۔

اللہ اللہ اللہ

ضمیمہ

ذکر سے متعلق قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ کا حسین گلدستہ

پیش کش

مفتی محمد افضال الحق بن محمد انعام الحق نقشبندی
فیضان منزل، کرولیا محلہ، عالی پور، نوساری، گجرات، انڈیا

مجلس ذکر کی ایک جھلک

بحمد اللہ، والد ماجد حضرت مفتی محمد انعام الحق نقشبندی دامت برکاتہم وعم فیوضہم کے اصلاحی بیانات اور مجالس ذکر کا ایک سلسلہ طویل عرصے سے جاری ہے، چند سالوں سے مختلف مقامات اور اپنے رہائشی مکان ''فیضان منزل'' پر مجلس ذکر منعقد ہوا کرتی ہے، ابتداً بیس پچیس منٹ اصلاح باطن، قلب وروح، تزکیہ وتحلیہ، پاکیزگی نفس، اور معصیت سے حفاظت پر مشتمل چندوہ باتیں ارشاد فرماتے ہیں، جن میں بطور خاص محبت الٰہی اور ذکر کا پہلو غالب رہتا ہے، اگر عمومی مجمع ہوتا تو پہلے ذکر جہری، پھر ذکر خفی (مراقبہ) اور دعا فرماتے ہیں، رمضان اور غیر رمضان میں ذکر کے عنوان سے ہونے والی بہت سی مجالس محفوظ بھی ہوئیں اور قلمبند بھی، والد ماجد نے اپنی یادداشت ڈائری کو سامنے رکھ کر ان مجالس میں علمی اضافے کئے، اور تیس مجالس کو ایسی حسین ترتیب کے ساتھ آراستہ کیا کہ ہر مجلس صرف آٹھ صفحہ پر مشتمل ہوگئی تاکہ مجلس مختصر بھی رہے اور تھوڑے وقت میں دلچسپی کے ساتھ مطالعہ کرنا آسان بھی۔

ذکر پر مشتمل کتابیں

علاجِ نفس، تزکیۂ باطن اور اصلاح قلب کے لئے چاروں سلاسل میں مشائخ، ذکر کا جو طریقہ بتلاتے ہیں خواہ ذکر اجتماعی طور پر ہو یا مخصوص انداز میں، اس پر کچھ علمی سوالات ہوتے ہیں، اکابر ومشائخ نے ان سوالات کو پیش نظر رکھ کر بہت سی کتابیں لکھی ہیں، نیز ذکر کی اہمیت، ضرورت اور فضائل وبرکات پر بھی رسائل لکھے ہیں، باذوق حضرات کی علمی دلچسپی کے لئے چند کتابوں کے نام لکھے جاتے ہیں۔

۱] سباحۃ الفکر فی الجہر بالذکر: علامہ عبدالحیؒ لکھنویؒ

۲] مساجد میں مجالس ذکرِ جہری کا استحباب: شیخ عبدل الحفیظ مکیؒ، خلیفہ حضرت شیخ زکریاؒ

۳] ذکر بالجہر کا شرعی حکم: حضرت مولانا نثار احمد الحسینیؒ

۴] ذکر اجتماعی وجہری شریعت کے آئینہ میں: حضرت مولانا مفتی رضاء الحق صاحب

۵] ذکر بالجہر کا شرعی حکم: مفتی حمید اللہ صاحب، جامعہ اشرفیہ لاہور،

۶] کیا ذکر جہری حرام ہے یا مکروہ: مولانا خالد سیف اللہ، اشرف العلوم گنگوہ،

۷] الوابل الصیب: علامہ ابن حافظ قیمؒ

۸] فضائل ذکر: حضرت شیخ المشائخ زکریاؒ

۹] صقالۃ القلوب: حضرت صوفی اقبالؒ

۱۰] ذکر اللہ کے فضائل و مسائل: مفتی مختار الدین شاہ صاحب

۱۱] مجالس ذکر: حضرت محمد فاروق صاحب سکھروی

۱۲] ذکر اللہ کے حلقے جنت کے باغات: مفتی عزیز الرحمٰن ہزاروی

۱۳] ذکر اللہ کی عظمت و اہمیت: حضرت خالد سیف اللہ نقشبندی، گنگوہ،

۱۴] ذکر اللہ کی کثرت کیجئے: حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی بلند شہری

۱۵] ذکر اللہ کے سو فضائل و برکات: حافظ سعید الرحمٰن صاحب

ذکر پر مشتمل آیات و احادیث

کسی بھی وعظ و نصیحت کی مجلس میں، آیات قرآنی اور احادیث مبارکہ شامل ہوں اس سے برکت و نورانیت اور کشش و جاذبیت پیدا ہوتی ہے، اسی مقصد کے پیش نظر اس عاجز نے یہ خیال کیا کہ والد ماجد کی ان مجالس کے اخیر میں بطور ضمیمہ قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ ترجمہ اور عنوان کے ساتھ شامل کر دوں، تا کہ اہل علم کو مزید فائدہ حاصل ہو، اللہ رب العزت اس ضمیمہ کو اس عاجز کے لئے قبول فرمائے۔۔۔آمین

اللّٰہُ اللّٰہُ اللّٰہُ

آیاتِ ذکر

• ذکرِ الٰہی کا حکم اور تاکید

فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ۔ [بقرہ:۱۵۲]	پس تم میری یاد کرو (میرا ذکر کرو) میں تمھیں یاد رکھوں گا اور میرا شکر ادا کرتے رہو اور نا شکری نہ کرو۔

• ذکر سب سے بڑی نعمت

وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ۔ [سورۂ عنکبوت:۴۵]	اور اللہ کا ذکر بہت بڑی چیز ہے۔

• ذکر سکونِ دل کا ذریعہ

وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ، اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ۭ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ [رعد:۲۸]	اور جو شخص اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے، اس کو ہدایت فرماتے ہیں وہ ایسے لوگ ہوتے ہیں جو اللہ پر ایمان لائے، اور اللہ کے ذکر سے ان کے دلوں کو اطمینان ہوتا ہے، خوب سمجھ لو کہ اللہ کے ذکر میں دلوں کو اطمینان ہوجاتا ہے۔

• ذکر اور تزکیہ میں ربط

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى۔ [اعلیٰ:۱]	بیشک با مراد ہوگیا وہ شخص جو (برے اخلاق سے) پاک ہوگیا اور اپنے رب کا نام لیتا رہا، اور نماز پڑھتا رہا۔

● ذکر وسنت میں ربط

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْراً۔ [احزاب:۲۱]	بیشک تم لوگوں کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ موجود تھا، یعنی ہر اس شخص کے لئے جو اللہ سے اور آخرت سے ڈرتا ہو، اور کثرت سے اللہ تعالی کا ذکر کرتا ہو۔

● نماز وتلاوت اور ذکر میں ربط

اُتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَ الْمُنْكَرِ وَ لَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ [عنکبوت:۴۵]	جو کتاب آپ کی طرف وحی کی گئی ہے اسے پڑھا کرو، اور نماز کے پابند رہو، بیشک نماز بے حیائی اور بری بات سے روکتی ہے، اور اللہ کی یاد بہت بڑی چیز ہے، اور اللہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔

● ذکر الٰہی کی جگہیں بھی بابرکت

فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَ يُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ (نور:۳۶)	وہ ایسے گھروں میں جا کر اللہ کی عبادت کرتے ہیں جن کی نسبت اللہ تعالی نے حکم دیا ہے کہ ان کا ادب کیا جائے، اور ان میں اللہ کا نام لیا جائے، ان میں ایسے لوگ صبح وشام اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں،

کثرتِ ذکر کا حکم اور بشارت

● ذکر کثیر کا حکم

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْراً كَثِيْراً وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلاً۔ [احزاب:۴۲]	اے ایمان والو تم اللہ تعالی کا خوب کثرت سے ذکر کیا کرو، اور صبح وشام اس کی تسبیح کرتے رہو،

• بعد نماز ذکر کثیر کا حکم

وَاذْكُرُوا اللهَ كَثِيراً لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ. [جمعہ:۱۰]	اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرتے رہو تا کہ تم فلاح کو پہنچ جاؤ،

• ذکر کثیر بھی اور صبح وشام بھی

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيراً وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ [آل عمران:۴۱]	اور کثرت سے اپنے رب کو یاد کیا کیجئے اور صبح وشام تسبیح کیا کیجئے،

• صبح وشام ذکر کا حکم

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّ اَصِيلاً. وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيلاً. اِنَّ هٰٓؤُلَاءِ يُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَ يَذَرُوْنَ وَرَآءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيلاً۔ [دہر:۲۷]	اور اپنے رب کا صبح وشام نام لیتے رہا کیجئے اور کسی قدر رات کے حصے میں بھی اس کو سجدہ کیا کیجئے، اور رات کے بڑے حصے میں اس کی تسبیح کیا کیجئے (مراد اس سے تہجد کی نماز ہے) یہ لوگ (جو آپ کے مخالف ہیں) دنیا سے محبت رکھتے ہیں اور اپنے آگے (آنے والے) ایک بھاری دن کو چھوڑ بیٹھے ہیں،

• میدان کارزار میں بھی ذکر کثیر

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَ اذْكُرُوا اللهَ كَثِيراً لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ [انفال:۴۵]	اے اہل ایمان! جب تم کو کسی جماعت سے مقابلہ کا اتفاق ہوا کرے تو ثابت قدم رہو، اور اللہ کا کثرت سے ذکر کرو، امید ہے کہ تم کامیاب ہو جاؤ گے۔

• ذکر کثیر مومن کی شان

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللهَ كَثِيراً۔ [احزاب:۲۱]	بیشک تم لوگوں کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ موجود تھا، یعنی ہر اس شخص کے لئے جو اللہ سے اور آخرت سے ڈرتا ہو، اور کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہو،

• کثرت ذکر پر اجر عظیم

وَالذّٰکِرِیْنَ اللّٰہَ کَثِیْرًا وَّالذّٰکِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰہُ لَھُمْ مَّغْفِرَۃً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا۔ [احزاب:۳۵]	اور بکثرت اللہ کا ذکر کرنے والے مرد اور اللہ کا ذکر کرنے والی عورتیں، ان سب کے لئے اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے،

• ہر حال میں ذکر کرنے والے کی تعریف

اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِھِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ ھٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ [آل عمران:۱۹۱]	(پہلے سے عقلمندوں کا ذکر ہے) وہ ایسے لوگ ہیں جو اللہ کو یاد کرتے ہیں کھڑے بھی اور بیٹھے بھی اور لیٹے ہوئے بھی اور آسمانوں زمینوں کے پیدا ہونے میں غور کرتے ہیں، (اور غور کے بعد یہ کہتے ہیں) اے ہمارے رب آپ نے یہ سب بیکار تو پیدا کیا نہیں ہم آپ کی تسبیح کرتے ہیں آپ ہم کو عذاب جہنم سے بچا لیجئے۔

• جنہیں کاروبار بھی ذکر سے روک نہ پایا

رِجَالٌ لَّا تُلْھِیْھِمْ تِجَارَۃٌ وَّلَا بَیْعٌ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ۔ [نور:۳۷]	وہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کو اللہ کے ذکر سے خرید و فروخت غفلت میں نہیں ڈالتی،

بوقتِ ذکر حالِ دل

• ذکر الٰہی سے دل لرز گئے

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْھِمْ اٰیٰتُہٗ زَادَتْھُمْ اِیْمَانًا وَّعَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ [انفال:۲]	ایمان والے تو وہی لوگ ہیں کہ جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو اس کی بڑائی کے تصور سے ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب ان پر اللہ کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو وہ ان کے ایمان کو بڑھا دیتی ہیں، اور وہ اپنے اللہ پر توکل کرتے ہیں،

• بشارت ہے دل لرزنے والوں کے لئے

وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ الَّذِيْنَ إِذَا ذُكِرَ اللهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ۔ [حج:۳۵]	اور آپ (جنت وغیرہ) کی خوشخبری سنا دیجئے، ایسے خشوع کرنے والوں کو جن کا حال یہ ہے کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں،

• ذکر مگر آہ وزاری کے ساتھ

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ۔ [اعراف:۲۰۵]	اور آپ اپنے رب کا ذکر ذرا دھیمی آواز سے بھی اس حالت میں کہ عاجزی بھی ہو اور اللہ کا خوف بھی ہو (ہمیشہ) صبح کو بھی اور شام کو بھی اور غافلین میں سے نہ ہو

• ذکر ہو خشیت کے ساتھ

اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا وَّكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ [انبیاء:۹۰]	بیشک یہ سب انبیاء (جن کا پہلے سے ذکر ہو چکا) نیک کام میں دوڑتے تھے، اور پکارتے تھے ہم کو (ثواب کی) رغبت اور (عذاب کا) خوف کرتے ہوئے اور تھے سب کے سب ہم سے عاجزی کرنے والے،

• ذکر رحمت الٰہی کی امید کے ساتھ

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا اِنَّ رَحْمَتَ اللهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ۔ [اعراف:۵۶]	تم لوگ پکارتے رہو اپنے رب کو عاجزی کرتے ہوئے اور چپکے چپکے (بھی) بیشک حق تعالیٰ حد سے بڑھنے والوں کو ناپسند کرتے ہیں، اور دنیا میں بعد اس کے کہ صلاح کردی گئی، فساد نہ پھیلاؤ، اور اللہ جل شانہ کو پکارا کرو خوف کے ساتھ (عذاب سے) اور طمع کے ساتھ (رحمت میں) بیشک اللہ کی رحمت اچھے کام کرنے والوں کے بہت قریب ہے،

• ذکر الٰہی اور رقت وخشیت

اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحۡسَنَ الۡحَدِیۡثِ کِتٰبًا مُّتَشَابِہًا مَّثَانِیَ تَقۡشَعِرُّ مِنۡہُ جُلُوۡدُ الَّذِیۡنَ یَخۡشَوۡنَ رَبَّہُمۡ ثُمَّ تَلِیۡنُ جُلُوۡدُہُمۡ وَ قُلُوۡبُہُمۡ اِلٰی ذِکۡرِ اللّٰہِ ذٰلِکَ ہُدَی اللّٰہِ یَہۡدِیۡ بِہٖ مَنۡ یَّشَآءُ۔ [زمر: ۲۳]

اللہ جل جلالہ نے بڑا عمدہ کلام (قرآن) نازل فرمایا جو ایسی کتاب ہے کہ باہم ملتی جلتی ہے، بار بار دہرائی گئی جس سے انکے بدن کانپ اٹھتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں، پھر ان کے بدن اور دل نرم ہوکر اللہ کے ذکر کی طرف متوجہ ہوجاتے ہیں یہ اللہ کی ہدایت ہے جس کو چاہتا ہے اس کے ذریعہ سے ہدایت فرمادیتا ہے،

• ذکر الٰہی رقت قلبی کے ساتھ

اَلَمۡ یَاۡنِ لِلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَنۡ تَخۡشَعَ قُلُوۡبُہُمۡ لِذِکۡرِ اللّٰہِ۔ [حدید: ۱۶]

کیا ایمان والوں کے لئے اس کا وقت نہیں آیا کہ انکے دل خدا کی یاد کے واسطے جھک جائیں،

• ذکر وتہجد پر مدح سرائی

تَتَجَافٰی جُنُوۡبُہُمۡ عَنِ الۡمَضَاجِعِ یَدۡعُوۡنَ رَبَّہُمۡ خَوۡفًا وَّ طَمَعًا ۫ وَّ مِمَّا رَزَقۡنٰہُمۡ یُنۡفِقُوۡنَ فَلَا تَعۡلَمُ نَفۡسٌ مَّاۤ اُخۡفِیَ لَہُمۡ مِّنۡ قُرَّۃِ اَعۡیُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ۔ [سجدہ: ۱۷]

ان کے پہلو خواب گاہوں سے علحدہ رہتے ہیں اس طرح پر کہ عذاب کے ڈر سے اور رحمت کی امید سے وہ اپنے رب کو پکارتے ہیں اور ہماری دی ہوئی چیزوں سے خرچ کرتے ہیں، پس کسی کو بھی خبر نہیں کہ ایسے لوگوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا کیا کیا سامان خزانہ غیب میں موجود ہے جو بدلہ ہے ان کے اعمال کا،

• اجتماعی ذکر

وَاصۡبِرۡ نَفۡسَکَ مَعَ الَّذِیۡنَ یَدۡعُوۡنَ رَبَّہُمۡ بِالۡغَدٰوۃِ وَ الۡعَشِیِّ یُرِیۡدُوۡنَ وَجۡہَہٗ وَ لَا تَعۡدُ عَیۡنٰکَ عَنۡہُمۡ ۚ

آپ اپنے کو ان لوگوں کے ساتھ (بیٹھنے کا) پابند رکھا کیجئے جو صبح وشام اپنے رب کو پکارتے رہتے ہیں محض اس کی رضاجوئی کے لئے

تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ۔[کہف:۲۸]	اور محض دنیا کی رونق کے خیال سے آپ کی نظر (آپ کی توجہ) ان سے ہٹنے نہ پاوے، اور ایسے شخص ک کہنا نہ مانیں جسکا دل ہم نے اپنی یاد سے غافل کر رکھا ہے، اور وہ اپنی خوہشات کے تابع ہے اور اس کا حال حد سے بڑھ گیا ہے،

ہر مقام مقامِ ذکر ہے

• ادائے نماز کے بعد ذکر

فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ ۔[نساء:۱۰۳]	جب تم نمازِ خوف پوری کر چکو تو اللہ کی یاد میں مشغول ہو جاؤ، کھڑے بھی اور بیٹھے بھی اور لیٹے بھی، (کسی حال میں بھی اس کی یاد اور اس کے ذکر سے غافل نہ ہو،)

• نماز جمعہ کے بعد ذکر

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِى الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۔[سورۂ جمعہ:۱۰]	جب نماز ادا ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کا ذکر بکثرت کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ

• حج کے مخصوص ایام میں بھی ذکر

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ ۔[بقرہ:۲۰۳]	اور (حج کے زمانے میں منٰی میں بیٹھ کر) کئی روز تک اللہ کو یاد کرتے رہو، (اس کا ذکر کیا کرو)

• عرفات ومزدلفہ میں بھی ذکر

فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ،	پھر جب تم (حج کے موقعہ میں) عرفات سے واپس آ جاؤ تو مزدلفہ میں (ٹھہر کر) اللہ کو یاد کرو،

وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ وَاِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ۔ [بقرہ:۱۹۸]	اور اس طرح یاد کرو جس طرح تم کو بتلا رکھا ہے، درحقیقت تم اس سے پہلے محض ناواقف تھے،

● مناسک حج کی ادائیگی کے بعد بھی ذکر

فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا ۭ فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۝ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا ۭ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ۔ [بقرہ:۲۰۲]	پھر جب تم حج کے اعمال پورے کر چکو تو اللہ کا ذکر کیا کرو، جس طرح تم اپنے آباء (واجداد) کا ذکر کیا کرتے ہو (کہ ان کی تعریفوں میں رطب اللسان ہوتے ہو) بلکہ اللہ کا ذکر اس سے بھی بڑھ کر ہونا چاہئے، پھر (جو لوگ اللہ کو یاد بھی کر لیتے ہیں) ان میں سے بعض تو ایسے ہیں جو اپنی دعاؤں میں، یوں کہتے ہیں، اے پروردگار! ہمیں تو دنیا ہی میں دے دے (سو ان کو تو جو ملنا ہوگا دنیا ہی میں مل جائے گا) اور ان کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے، اور بعض آدمی یوں کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہم کو دنیا میں بھی بہتری عطا فرما اور آخرت میں بھی بہتری عطا کر، اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا سو یہی ہیں جنکو ان کے عمل کی وجہ سے (دونوں جہاں میں) حصہ ملیگا، اور اللہ جلد ہی حساب لینے والے ہیں۔

ترکِ ذکر اور غفلت

● اے میرے دونوں نبی میرا ذکر نہ بھولیں

وَلَا تَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ۔ [طٰہٰ:۴۲]	(حضرت موسیٰ اور حضرت ہارونؑ کو ارشاد ہے) اور میری یاد میں سستی نہ کرنا،

• ذکر سے غافل کی اطاعت نہ کیجئے

وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا۔ [کہف:۲۸]	اور اس شخص کا کہنا نہ مان جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے، اور اپنے خواہش کے تابع ہو گیا ہے، اور اس کا معاملہ حد سے گذر رہا ہے۔

• غفلت ونسیان کے بعد ذکر کر لیجئے

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ۔ [کہف: ۲۴]	اور جب آپ بھول جائیں تو اپنے رب کا ذکر کر لیا کیجئے،

ترکِ ذکر کے نقصانات

• ترکِ ذکر خسارہ کا باعث

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ۔ [منافقون:۹]	اے ایمان والو! تم کو تمہارے مال اور اولاد اللہ کے ذکر سے اس کی یاد سے غافل نہ کرنے پائیں اور جو لوگ ایسا کرینگے وہی خسارہ والے ہیں،

• ذکر سے اعراض پر مشکلات

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّ نَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى (طٰهٰ : ۱۲۴)	اور جو شخص میری اس نصیحت سے اعراض کریگا تو اس کے لئے (قیامت سے پہلے دنیا اور قبر میں) تنگی کا جینا ہوگا، اور قیامت کے روز ہم اس کو اندھا کر کے (قبر سے) اٹھائیں گے۔

• ذکر سے اعراض پر شیطانی تسلط

وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ۔ [زخرف:۳۶]	جو شخص رحمان کے ذکر سے (جان بوجھ کر) اندھا ہو جائے ہم اس پر ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں، پس وہ (ہر وقت) اس کے ساتھ رہتا ہے،

• ذکر سے اعراض پر عذاب خداوندی

وَمَنْ يُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا [سورۂ جن:۱۷]	اور جو شخص اپنے پروردگار کی یاد سے روگردانی اور اعراض کریگا، اللہ تعالی اس کو سخت عذاب میں داخل کریگا۔

• ذکر الٰہی سے اعراض پر قلب کی سختی

فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۔ [زمر:۲۳]	پس ہلاکت ہے ان لوگوں کے لئے جن کے دل اللہ کے ذکر سے متاثر نہیں ہوتے، یہ لوگ کھلی گمراہی میں ہے،

• ذکر سے اعراض پر دخول جہنم

وَعَرَضْنَا جَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لِّلْكٰفِرِيْنَ عَرْضَا ۙ الَّذِيْنَ كَانَتْ اَعْيُنُهُمْ فِيْ غِطَآءٍ عَنْ ذِكْرِيْ۔ [کہف:۱۰۱]	اور ہم دوزخ کو اس روز (قیامت کے دن) کافروں کے سامنے پیش کردینگے، جن کی آنکھوں پر ہماری یاد سے پردہ پڑا ہوا تھا،

• نافق کی طرح قلیل الذکر نہ رہئے

وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَ لَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا۔ [نساء:۱۴۲]	(منافقوں کی حالت کا بیان ہے) اور جب نماز کو کھڑے ہوتے ہیں تو بہت ہی کاہلی سے کھڑے ہوتے ہیں، صرف لوگوں کو اپنا نمازی ہونا دکھلاتے ہیں، اور اللہ تعالی کا ذکر بھی نہیں کرتے، مگر یوں ہی تھوڑا سا۔

شیطان ذکر کا دشمن

• شیطان ذکر الٰہی سے روکتا ہے

اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ [مائدہ:۹۱]	شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ سے تم میں آپس میں عداوت اور بغض پیدا کردے اور تم کو اللہ کے ذکر اور نماز سے روک دے، بتاؤ اب بھی (ان بری چیزوں سے) بعض آجاؤں گے،

• شیطان کے تسلط سے ذکر کی محرومی

اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ [مجادلہ:۱۹]

(پہلے سے منافقوں کا ذکر ہے) ان پر شیطان کا تسلط ہوگیا پس اس نے ان کو ذکر اللہ سے غافل کر دیا یہ لوگ شیطان کے گروہ ہیں، خوب سمجھ لو یہ بات محقق ہے کہ شیطان کا گروہ خسارہ والا ہے۔

احادیث ذکر

• سونے چاندی کی خیرات سے بہتر

عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اَلَا اُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرِ اَعْمَالِكُمْ وَ اَزْكَاهَا عِنْدَ مَلِيْكِكُمْ وَ اَرْفَعِهَا فِیْ دَرَجَاتِكُمْ وَ خَيْرٍ لَّكُمْ مِنْ اِنْفَاقِ الذَّهَبِ وَ الْوَرِقِ وَ خَيْرٍ لَّكُمْ مِنْ اَنْ تَلْقَوْا عَدُوَّكُمْ فَتَضْرِبُوْا اَعْنَاقَهُمْ وَ يَضْرِبُوْا اَعْنَاقَكُمْ قَالُوْا بَلٰى قَالَ ذِكْرُ اللّٰهِ۔ [اخرجہ احمد و الترمذی و ابن ماجہ]

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ صحابہؓ سے ارشاد فرمایا، کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتاؤں جو تمام اعمال میں بہترین چیز ہے، اور تمہارے مالک کے نزدیک سب سے زیادہ پاکیزہ، اور تمھارے درجوں کو بہت زیادہ بلند کرنے والی، اور سونے چاندی کو (اللہ کے راستے میں) خرچ کرنے سے بھی زیادہ بہتر اور (جہاد میں) تم دشمنوں کو قتل کرو وہ تم کو قتل کریں اس سے بھی بڑھی ہوئی ہو؟ تو صحابہؓ نے عرض کیا ضرور بتا دیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ کا ذکر ہے۔

• صدقہ سے بہتر ذکر الٰہی

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم لَوْ اَنَّ رَجُلًا فِیْ حِجْرِهٖ دَرَاهِمُ يَقْسِمُهَا وَ اٰخَرُ يَذْكُرُ اللّٰهَ لَكَانَ الذَّاكِرُ لِلّٰهِ اَفْضَلَ۔ [اخرجہ الطبرانی]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر ایک شخص کے پاس بہت سے روپے ہوں اور وہ ان کو تقسیم کر رہا ہو، اور دوسرا شخص اللہ کے ذکر میں مشغول ہو تو ذکر کرنے والا افضل ہے۔

• جو تہجد نہ پڑھ سکے اور صدقہ نہ دے سکے

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ عَجِزَ مِنْکُمْ عَنِ اللَّیْلِ اَنْ یُّکَابِدَہٗ وَ بَخِلَ بِالْمَالِ اَنْ یُّنْفِقَہٗ وَجَبُنَ عَنِ الْعَدُوِّ اَنْ یُّجَاھِدَہٗ فَلْیُکْثِرْ ذِکْرَ اللّٰہِ۔ [رواہ الطبرانی والبیھقی]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو تم میں سے عاجز ہو راتوں کو محنت کرنے سے اور بخل کی وجہ سے مال بھی خرچ نہ کیا جاتا ہو (نفلی صدقات) اور بزدلی کی وجہ سے جہاد میں بھی شرکت نہ کرسکتا ہو، اس کو چاہئے کہ اللہ کا ذکر کثرت سے کیا کرے۔

• عرش کے سایہ میں جس کی آنکھ ڈبڈبا جائے

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم یَقُوْلُ: سَبْعَۃٌ یُظِلُّھُمُ اللّٰہُ فِیْ ظِلِّہٖ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّہٗ اَلْاِمَامُ الْعَادِلُ وَالشَّابُ نَشَاءَ فِیْ عِبَادَۃِ اللّٰہِ وَرَجُلٌ قَلْبُہٗ مُعَلَّقٌ بِالْمَسَاجِدِ وَرَجُلَانِ تَحَابَا فِی اللّٰہِ اِجْتَمَعَا عَلٰی ذٰلِکَ وَتَفَرَّقَا عَلَیْہِ وَرَجُلٌ دَعَتْہُ اِمْرَأَۃٌ ذَاتُ مَنْصَبٍ وَجَمَالٍ فَقَالَ اِنِّیْ اَخَافُ اللّٰہَ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَۃٍ فَاَخْفَاھَا حَتّٰی لَا تَعْلَمَ شِمَالُہٗ مَا تُنْفِقُ یَمِیْنُہٗ وَ رَجُلٌ ذَکَرَ اللّٰہَ خَالِیاً فَفَاضَتْ عَیْنَاہُ۔ [رواہ البخاری ومسلم]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ سات آدمی ہیں جنکو اللہ جل شانہ اپنے (رحمت کے) سایہ میں ایسے دن جگہ عطا فرمائے گا جس دن اس کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا، ایک عادل بادشاہ، دوسرے وہ جوان جو جوانی میں اللہ کی عبادت کرتا ہو، تیسرے وہ شخص جس کا دل مسجد میں اٹک رہا ہو، چوتھے وہ دو شخص جن میں اللہ ہی کے واسطے محبت ہو، اسی پر ان کا اجتماع ہو، اسی پر جدائی ہو، پانچواں وہ شخص جس کو کوئی حسین، شریف عورت اپنی طرف متوجہ کرے اور وہ کہدے کہ مجھے اللہ کا ڈر مانع ہے، چھٹا وہ شخص جو ایسے مخفی طریق سے صدقہ کرے کہ دوسرے ہاتھ کو بھی خبر نہ ہو، ساتواں وہ شخص جو اللہ کا ذکر تنہائی میں کرے اور آنسو بہنے لگے۔

● ذکرو علم کے علاوہ سب کچھ بے کار

عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُوْلُ اَلدُّنْيَا مَلْعُوْنَةٌ وَمَلْعُوْنٌ مَا فِيْهَا اِلَّا ذِكْرُ اللهِ وَمَا وَالَاهُ وَعَالِماً وَمُتَعَلِّماً ۔[رواه الترمذی وابن ماجه والبيهقی]	حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ دنیا ملعون ہے اور جو کچھ دنیا میں ہے سب ملعون ہے، (اللہ کی رحمت سے دور ہے) مگر اللہ کا ذکر اور وہ چیز جو اس کے قریب ہو، اور عالم اور طالب علم۔

● ذکر الٰہی سے زبان تروتازہ رکھئے

عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ بُسْرٍ اَنَّ رَجُلاً قَالَ: يَارَسُوْلَ اللهِ اِنَّ شَرَائِعَ الْاِسْلَامِ قَدْ كَثُرَتْ عَلَيَّ، فَاَخْبِرْنِیْ بِشَیْءٍ اَسْتَنُّ بِهٖ قَالَ لَا يَزَالُ لِسَانُكَ رَطْباً مِنْ ذِكْرِ اللهِ ۔[اخبره احمد والترمذی]	ایک صحابی نے عرض کیا: یارسول اللہ! احکام تو شریعت کے بہت سے ہیں ہی، مجھکو ایک چیز کوئی ایسی بتا دیجئے جسکو میں اپنا دستور اور اپنا مشغلہ بنالوں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے ذکر سے تو ہر وقت رطب اللسان رہے۔

● ذکر عذاب قبر سے نجات کا راستہ

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَا عَمِلَ اٰدَمِیٌّ عَمَلاً اَنْجٰی لَهٗ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ مِنْ ذِكْرِ اللهِ۔[اخرجه احمد]	نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اللہ کے ذکر سے بڑھ کر کسی آدمی کا کوئی عمل عذاب قبر سے زیادہ نجات دینے والا نہیں ہے،

مجلسِ ذکر

● عرشِ بریں پر تذکرہ ہے ذکر کرنے والوں کا

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُوْلُ اللهُ تَعَالٰی اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ	حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں بندے کے ساتھ

وَاَنَامَعَهٗ اِذَا ذَكَرَنِیْ فَاِنْ ذَكَرَنِیْ فِیْ نَفْسِهٖ ذَكَرْتُهٗ فِیْ نَفْسِیْ ،وَاِنْ ذَكَرَنِیْ فِیْ مَلَاٍ ذَكَرْتُهٗ فِیْ مَلَاٍ خَیْرٍمِنْهُمْ ،وَاِنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ شِبْراً تَقَرَّبْتُ اِلَیْهِ ذِرَاعاً،وَاِنْ تَقَرَّبَ اِلَیْهِ ذِرَاعاً تَقَرَّبْتُ اِلَیْهِ بَاعاً،وَاِنْ اَتَانِیْ یَمْشِیْ اَتَیْتُهٗ هَرْوَلَةً۔[رواہ احمد]

ویسا ہی معاملہ کرتا ہوں جیسا وہ میرے ساتھ گمان رکھتا ہے،اور جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں، پس اگر وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اس کو اپنے دل میں یاد کرتا ہوں،اور اگر وہ میرا مجمع میں ذکر کرتا ہے تو میں اس مجمع سے بہتر یعنی فرشتوں کے مجمع میں (جو معصوم اور بے گناہ ہے) تذکرہ کرتا ہوں،اور اگر بندہ میری طرف ایک بالشت متوجہ ہوتا ہے تو میں ایک ہاتھ اس کی طرف متوجہ ہوتا ہوں،اور اگر وہ ایک ہاتھ بڑھتا ہے تو میں دو ہاتھ ادھر متوجہ ہوتا ہوں،اور اگر وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔

● ذاکرین آغوش رحمت میں

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ وَاَبِیْ سَعِیْدٍ رضی اللہ عنہما اَنَّهُمَا شَهِدَا عَلٰی رَسُوْلِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم اَنَّهٗ قَالَ: لَایَقْعُدُ قَوْمٌ یَذْكُرُوْنَ اللهَ اِلَّاحَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ وَغَشِیَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَنَزَلَتْ عَلَیْهِمُ السَّكِیْنَةُ وَذَكَرَهُمُ اللهُ فِیْمَنْ عِنْدَهٗ ۔[اخرجہ بن ابی شیبہ]

حضرت ابو ہریرہ و ابو سعید رضی اللہ عنہما دونوں حضرات اس کی گواہی دیتے ہیں کہ ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا :ارشاد فرماتے تھے، کہ جو جماعت اللہ کے ذکر میں مشغول ہو فرشتے اس جماعت کو سب طرف سے گھیر لیتے ہیں،اور رحمت ان کو ڈھانک لیتی ہے،اور سکینہ ان پر نازل ہوتی ہے،اور اللہ جل شانہ ان کا تذکرہ اپنی مجلس میں تفاخر کے طور پر فرماتے ہیں،

● ذاکرین پر بارگاہ الٰہی میں فخر

عَنْ مُعٰوِيَةَ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم خَرَجَ عَلٰی حَلْقَةٍ مِنْ اَصْحَابِهٖ فَقَالَ مَا اَجْلَسَكُمْ قَالُوْا اَجْلَسَنَا نَذْكُرُ اللهَ وَنَحْمَدُهٗ عَلٰی مَا هَدَانَا لِلْاِسْلَامِ وَمَنَّ بِهٖ عَلَيْنَا قَالَ اٰللهُ مَا اَجْلَسَنَا اِلَّا ذٰلِكَ قَالَ اَمَا اِنِّيْ لَمْ اَسْتَحْلِفْكُمْ تُهْمَةً لَكُمْ وَلٰكِنْ اَتَانِيْ جِبْرَئِيْلُ فَاَخْبَرَنِيْ اَنَّ اللهَ يُبَاهِيْ بِكُمُ الْمَلٰٓئِكَةَ۔ [اخرجه ابن ابی شیبه]

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ صحابہؓ کی ایک جماعت کے پاس تشریف لے گئے، اور دریافت فرمایا کہ کس بات نے تم لوگوں کو یہاں بٹھایا ہے، عرض کیا کہ اللہ جل شانہ کا ذکر کر رہے ہیں، اور اس بات پر اس کی حمد وثنا کر رہے ہیں کہ اس نے ہم لوگوں کو اسلام کی دولت سے نوازا یہ اللہ کا بڑا ہی احسان ہم پر ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا خدا کی قسم صرف اسی وجہ سے بیٹھے ہو، صحابہ نے عرض کیا خدا کی قسم صرف اسی وجہ سے بیٹھے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی بدگمانی کی وجہ سے میں نے تم لوگوں کو قسم نہیں دی بلکہ جبرئیلؑ ابھی میرے پاس آئے تھے اور یہ خبر سنا گئے کہ اللہ جل شانہ تم لوگوں کی وجہ سے ملائکہ پر فخر فرما رہے ہیں،

● اجتماعی ذکر پر اعلان مغفرت

عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ مَا مِنْ قَوْمٍ اِجْتَمَعُوْا يَذْكُرُوْنَ اللهَ لَا يُرِيْدُوْنَ بِذٰلِكَ اِلَّا وَجْهَهٗ اِلَّا نَادَاهُمْ مُنَادٍ مِنَ السَّمَآءِ اَنْ قُوْمُوْا مَغْفُوْرًا لَكُمْ قَدْ بُدِّلَتْ سَيِّاٰتُكُمْ حَسَنَاتٍ۔ [اخرجه احمد]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو بھی لوگ اللہ کے ذکر کے لئے مجتمع ہوں اور ان کا مقصود صرف اللہ ہی کی رضا ہو تو آسمان سے ایک فرشتہ ندا کرتا ہے کہ تم لوگ بخش دیئے گئے، اور تمہاری برائیاں نیکیوں سے بدل دی گئی۔

● ذاکرین قابل رشک ہیں

عَنْ اَبِیْ الدَّرْدَاءِ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لَیَبْعَثَنَّ اللّٰہُ اَقْوَاماً یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ فِیْ وُجُوْھِھِمُ النُّوْرُ عَلٰی مَنَابِرِ اللُّؤْلُؤِ یَغْبِطُھُمُ النَّاسُ لَیْسُوْا بِاَنْبِیَاءَ وَلَا شُھَدَاءَ فَقَالَ اَعْرَابِیٌّ حَلِّھِمْ لَنَا نَعْرِفُھُمْ قَالَ ھُمُ الْمُتَحَابُّوْنَ فِی اللّٰہِ مِنْ قَبَائِلِ شَتّٰی یَجْتَمِعُوْنَ عَلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ یَذْکُرُوْنَہٗ۔ [اخرجہ الطبرانی]

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن اللہ جل شانہٗ بعض قوموں کا حشر ایسی طرح فرمائینگے کہ انکے چہروں میں نور چمکتا ہوا ہوگا، وہ موتیوں کے منبر پر ہونگے، لوگ ان پر رشک کرتے ہونگے، وہ انبیاء شہداء نہیں ہونگے، کسی نے عرض کیا یارسول اللہ! ان کا حال بیان کردیجئے کہ ہم ان کو پہچان لیں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ لوگ ہونگے جو اللہ کی محبت میں مختلف جگہوں سے مختلف خاندانوں سے آکر ایک جگہ جمع ہوگئے ہوں، اور اللہ کے ذکر میں مشغول ہوں۔

● مجلس ذکر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شرکت

عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ سَھْلِ ابْنِ حَنِیْفٍ قَالَ نَزَلَتْ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَھُوَ فِیْ بَعْضِ اَبْیَاتِہٖ وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَدٰوۃِ وَالْعَشِیِّ. فَخَرَجَ یَلْتَمِسُھُمْ فَوَجَدَ قَوْماً یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ فِیْھِمْ ثَائِرُ الرَّأْسِ وَجَافُ الْجِلْدِ وَذُوْ الثَّوْبِ الْوَاحِدِ فَلَمَّا رَآھُمْ جَلَسَ مَعَھُمْ وَقَالَ: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ جَعَلَ فِیْ اُمَّتِیْ مَنْ اَمَرَنِیْ اَنْ اَصْبِرَ نَفْسِیْ مَعَھُمْ۔ [اخرجہ ابن جریر]

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دولت کدہ میں تھے کہ آیت ''واصبر نفسك'' نازل ہوئی جسکا ترجمہ یہ ہے اپنے آپ کو ان لوگوں کے پاس (بیٹھنے کا) پابند کیجئے جو صبح وشام اپنے رب کو پکارتے ہیں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس آیت کے نازل ہونے پر ان لوگوں کی تلاش میں نکلے، ایک جماعت کو دیکھا کہ اللہ کے ذکر میں مشغول ہے، بعض لوگ ان میں بکھرے ہوئے بالوں والے اور خشک کھالوں والے اور صرف ایک کپڑے والے ہیں (کہ ننگے بدن ایک لنگی صرف ان کے پاس ہے)

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھا تو ان کے پاس بیٹھ گئے، اور ارشاد فرمایا کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جس نے میری امت میں ایسے لوگ پیدا فرمائے کہ خود مجھے ان کے پاس بیٹھنے کا حکم ہے۔

● ذکر کے حلقے اور جنت کے باغات

عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَالَ: اِذَا مَرَرْتُمْ بِرِيَاضِ الْجَنَّةِ فَارْتَعُوْا قَالَ وَمَا رِيَاضُ الْجَنَّةِ؟ قَالَ حِلَقُ الذِّكْرِ [اخرجه احمد و الترمذی]

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب جنت کے باغوں پر گذرو تو خوب چرو، کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ! جنت کے باغ کیا ہیں؟ ارشاد فرمایا کہ ذکر کے حلقے۔

کثرتِ ذکر

● بروز قیامت عقلمند کون؟

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: يُنَادِیْ مُنَادٍ يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ اَيْنَ اُولُو الْاَلْبَابِ قَالُوْا اَیَّ اُولِی الْاَلْبَابِ تُرِيْدُ قَالَ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَاماً وَّقُعُوْداً وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَ يَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلاً سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ عُقِدَ لَهُمْ لِوَاءٌ فَاتَّبَعَ الْقَوْمُ لِوَائَهُمْ وَقَالَ لَهُمْ اُدْخُلُوْهَا خَالِدِيْنَ [اخرجه الاصبهانی فی الترغیب]

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن ایک آواز دینے والا آواز دیگا کہ عقلمند لوگ کہا ہیں؟ لوگ پوچھیں گے کہ عقلمندوں سے کون مراد ہے جواب ملے گا وہ لوگ جو اللہ کا ذکر کرتے تھے کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے ہوئے (ہر حال میں اللہ کا ذکر کرتے رہتے تھے) اور آسمانوں اور زمینوں کے پیدا ہونے میں غور کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یا اللہ آپ نے یہ سب بے فائدہ تو پیدا کیا ہی نہیں، ہم آپ کی تسبیح کرتے ہیں آپ ہم کو جہنم کے عذاب سے بچا لیجئے

اس کے بعد ان لوگوں کے لئے ایک جھنڈا بنایا جائے گا جس کے پیچھے یہ سب جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ ہمیشہ کے لئے جنت میں داخل ہو جاؤ۔

● نعمتوں میں پلنے والے کا ذکر

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَالَ: لَیَذْکُرَنَّ اللّٰهَ اَقْوَامٌ فِی الدُّنْیَا عَلَی الْفُرُشِ الْمُمَهَّدَةِ یُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ فِی الدَّرَجَاتِ الْعُلٰی [اخرجه ابن حبان]

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ دنیا میں نرم نرم بستروں پر اللہ تعالیٰ شانہ کا ذکر کرتے ہیں جس کی وجہ سے حق تعالیٰ شانہ جنت کے اعلیٰ درجوں میں ان کو پہونچا دیتا ہے۔

● ذاکر زندہ کی طرح ہے

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مَثَلُ الَّذِیْ یَذْکُرُ رَبَّهٗ وَالَّذِیْ لَا یَذْکُرُ رَبَّهٗ مَثَلُ الْحَیِّ وَالْمَیِّتِ [اخرجه البخاری ومسلم]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص اللہ کا ذکر کرتا ہے اور جو نہیں کرتا، ان دونوں کی مثال زندہ اور مردہ کی سی ہے کہ ذکر کرنے والا زندہ ہے اور ذکر نہ کرنے والا مردہ ہے۔

● حسرت ہے ذکر سے خالی ساعت پر

عَنْ مُعَاذِبْنِ جَبَلٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لَیْسَ یَتَحَسَّرُ اَهْلُ الْجَنَّةِ اِلَّا عَلٰی سَاعَةٍ مَرَّتْ بِهِمْ لَمْ یَذْکُرُوا اللّٰهَ تَعَالٰی فِیْهَا۔ [اخرجه الطبرانی]

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جنت میں جانے کے بعد اہل جنت کو دنیا کی کسی چیز کا بھی قلق اور افسوس نہیں ہوگا، بجز اس گھڑی کے جو اللہ کے ذکر کے بغیر گذر گئی ہو،

• فجر وعصر کے بعد ذکر

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم :فِیْمَا یَذْکُرُ عَنْ رَبِّہٖ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی اُذْکُرْنِیْ بَعْدَ الْعَصْرِ وَ بَعْدَ الْفَجْرِ سَاعَۃً اَکْفِکَ فِیْمَا بَیْنَھُمَا [اخرجہ احمد]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ جل جلالہ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ تو صبح کی نماز کے بعد اور عصر کی نماز کے بعد تھوڑی دیر مجھے یاد کر لیا کر، میں درمیانی حصے میں تیری کفایت کرونگا۔

• ذکر اتنا کہ مجنوں کہا جائے

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: اَکْثِرُوْا ذِکْرَ اللّٰہِ حَتّٰی یَقُوْلُوْا مَجْنُوْنٌ [رواہ احمد]

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ جل جلالہ کا ذکر ایسی کثرت سے کیا کرو کہ لوگ مجنون کہنے لگے۔

• ذکر اللہ کی مجلس میں فرشتوں کی شرکت

عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: خَرَجَ عَلَیْنَا النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ: یَا اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّ لِلّٰہِ سَرَایَا مِنَ الْمَلَائِکَۃِ تَحُلُّ وَ تَقِفُ عَلٰی مَجَالِسِ الذِّکْرِ فِی الْاَرْضِ فَارْتَعُوْا فِیْ رِیَاضِ الْجَنَّۃِ قَالُوْا: وَأَیْنَ رِیَاضُ الْجَنَّۃِ؟ قَالَ: مَجَالِسُ الذِّکْرِ فَاغْدُوْا وَرُوْحُوْا فِیْ ذِکْرِ اللّٰہِ۔

حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ ہمارے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ارشاد فرمایا کہ اللہ کے یہاں فرشتوں کی ایک جماعت ہے جو آسمان سے اترتے ہیں اور دنیا میں آکر ذکر کی مجالس میں ٹھہرتے ہیں، پس تم جنت کے باغات میں چرا کرو، صحابہؓ نے عرض کیا جنت کے باغات کہاں ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ذکر کی مجلسیں ہیں، پس تم صبح و شام اللہ کا ذکر کرو،

• ذکر اجتماعی عمل ہے

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ وَ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ رضی اللہ عنہما قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم "مَا مِنْ قَوْمٍ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ اِلَّا حَفَّتْھُمُ الْمَلٰئِکَۃُ وَ غَشِیَتْھُمُ الرَّحْمَۃُ وَ نَزَلَتْ عَلَیْھِمُ السَّکِیْنَۃُ وَ ذَکَرَھُمُ اللّٰہُ فِیْمَنْ عِنْدَہٗ۔

حضرت ابوہریرہؓ اور ابوسعیدؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ جو جماعت اللہ کے ذکر میں مشغول ہو، فرشتے اس جماعت کو سب طرف سے گھیر لیتے ہیں،

اور رحمت ان کو ڈھانک لیتی ہے اور سکینہ ان پر نازل ہوتا ہے، اور اللہ جل شانہ ان کا تذکرہ اپنی مجلس میں تفاخر کے طور پر فرماتے ہیں

• مجلس ذکر والے ہیں، اہل کرم

عَنْ اَبِی سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَالَ: یَقُوْلُ الرَّبُّ تَعَالٰی یَوْمَ الْقِیَامَۃِ سَیَعْلَمُ اَھْلُ الْجَمْعِ الْیَوْمَ مِنْ اَھْلِ الْکَرَمِ؟ فَقِیْلَ وَمَنْ اَھْلُ الْکَرَمِ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ؟ قَالَ اَھْلُ مَجَالِسِ الذِّکْرِ فِی الْمَسَاجِدِ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمایا قیامت کے دن اللہ تعالی فرمائنگے، آج اہل جمع، اہل کرم سے ممتاز ہوجائیں گے، عرض کیا گیا یا رسول اللہ اہل کرم کون لوگ ہیں؟ فرمایا مساجد میں ذکر کی مجلسیں (قائم کرنے والے) ہیں۔

• ذاکرین کے پاس بیٹھنے والا محروم نہیں رہتا

عَنْ اَبِی ھُرَیْرَۃَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اِنَّ لِلّٰہِ مَلٰئِکَۃً سَیَّارَۃً فُضَلاءَ عَنْ کُتَّابِ الْاَیْدِیْ یَلْتَمِسُوْنَ مَجَالِسَ الذِّکْرِ فِی الْاَرْضِ فَاِذَا اَتَوْا عَلٰی مَجْلِسِ ذِکْرٍ حَفَّ بَعْضُھُمْ بَعْضًا بِاَجْنِحَتِھِمْ اِلَی السَّمَاءِ فَیَقُوْلُ اللّٰہُ مِنْ اَیْنَ جِئْتُمْ؟ فَیَقُوْلُوْنَ جِئْنَا مِنْ عِنْدِ عِبَادِکَ یُسَبِّحُوْنَکَ وَ یُکَبِّرُوْنَکَ وَ یَحْمَدُوْنَکَ وَیُھَلِّلُوْنَکَ وَیَسْئَلُوْنَکَ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ فرشتوں کی ایک جماعت ہے کہ جو راستوں وغیرہ میں گشت کرتی رہتی ہے اور دنیا میں ذکر کی مجلسوں کی تلاش میں رہتی ہے، جہاں کہیں ان کو ذکر کی مجلس ملتی ہے تو وہ ذکر کرنے والوں کے گرد آسمان تک جمع ہوتے رہتے ہیں، (جب وہ مجلس ختم ہوجاتی ہے تو وہ آسمان پر جاتے ہیں اللہ جل جلالہ باوجودیکہ ہر چیز کو جانتے ہیں پھر بھی دریافت فرماتے ہیں) کہ تم کہاں سے آئے ہو؟

وَ يَسْتَجِيْرُوْنَكَ فَيَقُوْلُ مَا يَسْئَلُوْنَ وَهُوَ اَعْلَمُ فَيَقُوْلُوْنَ يَسْئَلُوْنَكَ الْجَنَّةَ فَيَقُوْلُ: وَهَلْ رَأَوْهَا فَيَقُوْلُوْنَ: لَا يَا رَبِّ فَيَقُوْلُوْنَ مِنَ النَّارِ فَيَقُوْلُ وَهَلْ رَأَوْهَا فَيَقُوْلُوْنَ لَا فَيَقُوْلُ فَكَيْفَ لَوْ رَأَوْهَا، ثُمَّ يَقُوْلُ أَشْهَدُوْا اَنِّي قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ وَ أَعْطَيْتُهُمْ مَا سَأَلُوْنِيْ وَ أَجَرْتُهُمْ مِمَّا اسْتَجَارُوْنِيْ فَيَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اِنَّ فِيْهِمْ عَبْداً خَطَّاءً جَلَسَ اِلَيْهِمْ وَ لَيْسَ مِنْهُمْ فَيَقُوْلُ: وَهُوَ أَيْضاً قَدْ غَفَرْتُ لَهُ هُمُ الْقَوْمُ لَا يَشْقَىٰ بِهِمْ جَلِيْسُهُمْ (بخاری شریف)

وہ عرض کرتے ہیں: کہ تیرے بندوں کی فلاں جماعت کے پاس سے آئے ہیں، جو تسبیح اور تکبیر، اور تحمید اور تعریف کرنے میں مشغول تھے، آپ سے سوال کرتے تھے، اور آپ کی پناہ چاہتے تھے، ارشاد ہوتا ہے کہ وہ کیا چاہتے ہیں؟ عرض کرتے ہیں کہ وہ جنت چاہتے ہیں، ارشاد ہوتا ہے کہ کیا انہوں نے جنت کو دیکھا ہے؟ عرض کیا کہ یکھا تونہیں اے رب! ا رشاد ہوتا ہے کہ اگر دیکھے لیتے تو کیا ہوتا؟ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ کس چیز سے پناہ مانگ رہے تھے؟ عرض کرتے ہیں کہ جہنم سے پنایہ مانگ رہے تھے، ارشاد ہوتا ہے کہ کیا جہنم کو دیکھا ہے؟ عرض کرتے ہیں یا رب! دیکھا تونہیں ہے، ارشاد ہوتا ہے کہ اگر دیکھتے تو کیا ہوتا؟ ارشاد ہوتا ہے اچھا تم گواہ رہو کہ میں نے اس مجلس والوں کو سب کو بخش دیا، اور جو وہ مانگتے تھے وہ ان کو عطا کیا، اور جس چیز سے پناہ چاہتے تھے اس سے پناہ دی، فرشتے کہتے ہیں یا اللہ ان میں ایک گنہگار بھی تھا، جو ان کے پاس آکر بیٹھ گیا تھا، وہ اس مجلس کا شریک نہیں تھا، ارشاد ہوتا ہے کہ یہ جماعت ایسی مبارک ہے کہ ان کے پاس بیٹھنے والا بھی محروم نہیں ہوتا (لہٰذا اس کو بھی بخش دیا)

● ہاتھ اٹھوانا اور ذکر کروانا

عَنْ شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ ؓ قَالَ: اَنَا لِعِنْدَ النَّبِیِّ ﷺ اِذْ قَالَ اِرْفَعُوْا اَیْدِیَکُمْ فَقُوْلُوْا: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَفَعَلَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ بَعَثْتَنِیْ بِھٰذِہِ الْکَلِمَةِ وَاَمَرْتَنِیْ بِھَا وَوَعَدْتَنِیْ عَلَیْھَا الْجَنَّةَ اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ، ثُمَّ قَالَ اَبْشِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ قَدْ غَفَرَ لَکُمْ۔

شداد بن اوسؓ کہتے ہیں کہ ہم حضور اقدس ﷺ کے خدمت بابرکت میں تھے، آپ نے فرمایا اپنے ہاتھوں کو اوپر اٹھاؤ اور یوں کہو: لا الہ الا اللہ، ہم نے ایسا ہی کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”اے اللہ تو نے مجھے کلمہ دیکر مبعوث فرمایا، اور مجھے اس کا حکم دیا اور اس پر جنت کا وعدہ فرمایا، یقینا آپ وعدہ کے خلاف نہیں کرتے (پھر حاضرین سے مخاطب ہوئے) اور ارشاد فرمایا تمھیں بشارت ہو کہ اللہ جل شانہ نے تم سب کی بخشش فرمادی۔

● فرشتے مجلسِ ذکر کی تلاش میں

عَنْ اَنَسٍ ؓ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ: ”اِنَّ لِلّٰهِ سَیَّارَةً مِنَ الْمَلٰٓئِکَةِ یَطْلُبُوْنَ حِلَقَ ذِکْرِیْ فَاِذَا اَتَوْا عَلَیْهِمْ حَفُّوْا بِهِمْ فَیَقُوْلُو اللّٰهُ تَعَالٰی غَشُّوْهُمْ بِرَحْمَتِیْ فَهُمُ الْجُلَسَاءُ لَا یَشْقٰی بِهِمْ جَلِیْسُهُمْ“

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ فرشتوں کی ایک جماعت ہے جو گھومتی رہتی ہے اور ذکر کے حلقوں کی تلاش میں رہتی ہے، جب وہ ذاکرین کے پاس آتے ہیں تو ان کو گھیر لیتے ہیں، پس اللہ جل شانہ کا ارشاد ہوتا ہے میری رحمت سے ان کو (ذکر کرنے والوں کو) ڈھانک لو، یہ جماعت اتنی مبارک ہے کہ ان کے پاس بیٹھنے والا بھی محروم نہیں رہتا،

● ذاکرین پر بارانِ رحمت اور آپ کی شرکت

عَنْ ثَابِتٍ قَالَ: كَانَ سَلْمَانُ فِيْ عَصَابَةٍ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ فَمَرَّ النَّبِيُّ فَكَفُّوْا فَقَالَ مَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ؟ قُلْنَا نَذْكُرُ "اللّٰهَ اللّٰهَ" قَالَ اِنِّيْ رَأَيْتُ رَحْمَةً تَنَزَّلَ عَلَيْكُمْ فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُشَارِكَكُمْ فِيْهَا ثُمَّ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ جَعَلَ فِيْ اُمَّتِيْ مَنْ اُمِرْتُ اَنْ اَصْبِرَ نَفْسِيْ مَعَهُمْ۔

حضرت ثابت فرماتے ہیں کہ سلمان فارسیؓ ایک جماعت میں تھے جو اللہ کا ذکر کر رہے تھے، نبی کریم ﷺ کا وہاں سے گذر ہوا تو وہ لوگ رک گئے، حضور نے دریافت فرمایا کہ تم لوگ کیا گفتگو کر رہے تھے؟ ہم نے عرض کیا ہم لوگ ''اللہ، اللہ'' کا ذکر کر رہے تھے، فرمایا ''میں نے دیکھا کہ رحمت تم پر برس رہی ہے، میں نے چاہا کہ میں بھی تمہارے ساتھ اس میں شریک ہو جاؤں، پھر فرمایا تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے میری امت میں ایسے لوگ پیدا کئے کہ مجھے حکم دیا گیا کہ میں خود کو ان کے پاس بیٹھنے کا پابند بناؤں۔

● مجلس ذکر پر دونوں جہاں کی بھلائی

عَنْ اَبِيْ رَزِيْنِ الْعُقَيْلِيِّ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَهٗ: اَلَا اَدُلُّكَ عَلٰى مِلَاكِ الْاَمْرِ الَّذِيْ تُصِيْبُ بِهٖ خَيْرَيِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ؟ قَالَ: بَلٰى قَالَ: عَلَيْكَ بِمَجَالِسِ الذِّكْرِ وَاِذَا خَلَوْتَ فَحَرِّكْ لِسَانَكَ بِذِكْرِكَ۔

حضرت ابو رزین عقیلیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ تجھے دین کی تقویت کی چیز بتاؤں جس سے تو دونوں جہاں کی بھلائی کو پہنچے؟ عرض کیا کیوں نہیں یا رسول اللہ، فرمایا وہ اللہ کا ذکر کرنے والوں کی مجلسیں ہیں، ان کو مضبوطی سے پکڑو اور جب تو تنہا ہوا کرے تو جتنی بھی قدرت ہو اللہ کا ذکر کرتے رہو۔

ذکر معیت ربانی کا ذریعہ

حدیث قدسی ہے :انا مع عبدی ما ذکرنی و تحرکت بی شفتاہ (شعب الایمان للبیہقی : ۱/ ۲۹۱)

میں اپنے بندے کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ مجھے یاد کرتا ہے، اور جب تک میرے نام سے اس کے ہونٹ حرکت کرتے رہتے ہیں،

پہاڑوں کو ذکر کرنے کا شوق

عَنِ بْنِ مَسْعُوْدٍ ﷺ قَالَ :اِنَّ الْجَبَلَ لَيُنَادِیْ الْجَبَلَ بِاسْمِهٖ يَا فُلَانُ! هَلْ مَرَّبِکَ الْيَوْمَ لِلّٰهِ ذَاکِرٌ فَاِنْ قَالَ نَعَمْ اِسْتَبْشَرَ ثُمَّ قَرَأَ عَبْدُ اللّٰهِ "لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْأً اِدًّا تَکَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ "الْاٰيَةَ وَقَالَ اَيَسْمَعُوْنَ الزُّوْرَ وَلَا يَسْمَعُوْنَ الْخَيْرَ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان:۱/۴۰۶)

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ایک پہاڑ دوسرے پہاڑ کو اس کا نام لیکر آواز دیتا ہے، کہ اے فلاں! کیا آج تیرے پاس سے کسی ذاکر کا گزر ہوا؟ تو اگر وہ ہاں میں جواب دیتا ہے تو خوش ہوجاتا ہے، پھر حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے یہ آیت تلاوت کی (بیشک تم آ پھنسے ہو بھاری چیز میں ابھی آسمان پھٹ پڑے اس بات سے (ترجمۂ شیخ الہند) اور فرمایا کیا یہ لوگ گناہ کی باتوں کو تو سنتے ہیں، خیر کی باتوں کو نہیں سنتے۔

کون سی مسجد افضل؟

عَنْ ثَوْرِبْنِ يَزِيْدَ،عَنْ اَبِیْ بَکْرٍ وَالضَّحَّاکِ کِلَاهُمَا مِنْ اَهْلِ الشَّامِ قَالَ:سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَیُّ الْمَسَاجِدِ خَيْرٌ؟قَالَ:اَکْثَرُهُمْ ذِکْرَ اللّٰهِ قَالَ:فَاَیُّ الْجَنَازَةِ خَيْرٌ قَالَ:اَکْثَرُهُمْ ذِکْرَ اللّٰهِ قَالَ:فَاَیُّ الْجِهَادِ خَيْرٌ؟قَالَ:اَکْثَرُهُمْ ذِکْرَ اللّٰهِ قَالَ:فَاَیُّ الْحُجَّاجِ خَيْرٌ؟قَالَ:اَکْثَرُهُمْ ذِکْرَ اللّٰهِ۔

رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کونسی مسجد بہتر ہے؟ ارشاد فرمایا جس میں سب سے زیادہ ذکر اللہ ہوتا ہے، پوچھا گیا کہ کس شخص کا جنازہ بہتر ہے؟ فرمایا جو شخص اللہ کو زیادہ یاد کرنے والا ہوتا ہے،

● ذاکر کی موت سے زمین رو پڑی

عَنِ بْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ فِي قَوْلِهِ (فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْأَرْضُ) قَالَ: اِنَّ الْمُومِنَ اِذَا مَاتَ بَكَىٰ عَلَيْهِ مِنَ الْأَرْضِ الْمَوْضِعِ الَّذِىْ كَانَ يُصَلِّي فِيهِ وَيَذْكُرُ اللهَ فِيهِ، وَأَخْرَجَ بْنُ أَبِي الدُّنْيَا عَنْ أَبِيْ عُبَيْدٍ قَالَ: اِنَّ الْمُومِنَ اِذَا مَاتَ نَادَتْ بِقَاعُ الْأَرْضِ عَبْدُ اللهِ الْمُومِنُ مَاتَ فَتَبْكِي عَلَيْهِ الْأَرْضُ وَالسَّمَاءُ فَيَقُولُ الرَّحْمٰنُ: مَا يُبْكِيكُمَا عَلٰى عَبْدِيْ فَيَقُوْلُوْنَ: رَبَّنَا لَمْ يَمْشِ فِي نَاحِيَةٍ مِنَّا قَطُّ اِلَّا وَهُوَ يَذْكُرُكَ۔

ابن جریرؒ اپنی تفسیر میں آیت شریفہ (فما بکت علیھم السمآء والارض) کے ذیل میں ابن عباسؓ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ مومن کے انتقال پر زمین کا وہ حصہ بھی روتا ہے جہاں وہ نماز پڑھتا اور ذکر اللہ کرتا تھا، اور ابن ابی الدنیا مفسر ابو عبیدؒ سے نقل کرتے ہیں کہ بندۂ مومن کی جب وفات ہوتی ہے تو زمین کے مختلف حصوں سے آواز آتی ہے کہ اللہ کا مطیع وفرمانبردار بندہ رحلت کرگیا، اور زمین و آسمان اس کے غم میں روتے ہیں، اللہ جل شانہ فرماتا ہے تمہیں میرے بندہ پر کس چیز نے رلایا ہے؟ تو وہ عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب! یہ بندہ ہمارے کسی حصے پر نہیں چلا مگر آپ کا ذکر کرتے ہوئے۔

● ذکر اواہ ہونے کی علامت

عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ قَالَ: قَالَ بْنُ الْاَدْرَعِ اِنْطَلَقْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ لَيْلَةً فَمَرَّ بِرَجُلٍ فِي الْمَسْجِدِ يَرْفَعُ صَوْتَهُ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ ﷺ عَسٰى اَنْ يَكُوْنَ هٰذَا مُرَائِيًا؟ قَالَ: لَا وَلٰكِنَّهُ اَوَّاهٌ "وَاَخْرَجَهُ الْبَيْهَقِيُّ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ "اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ لِرَجُلٍ يُقَالُ لَهُ ذُو الْبِجَادَيْنِ اِنَّهُ اَوَّاهٌ وَذٰلِكَ اَنَّهُ كَانَ يَذْكُرُ اللهَ" وَاَخْرَجَهُ الْبَيْهَقِيُّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ اَنَّ رَجُلًا كَانَ يَرْفَعُ صَوْتَهُ بِالذِّكْرِ فَقَالَ رَجُلٌ لَوْ اَنَّ هٰذَا خَفَضَ مِنْ صَوْتِهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ دَعْهُ فَاِنَّهُ اَوَّاهٌ۔

ابن الاَدرع فرماتے ہیں کہ ایک رات میں نبیٔ اکرم ﷺ کے ساتھ چلا تو آپ ﷺ کا گذر ایک ایسے شخص پر ہوا (ان کا نام عبد اللہ بن عبدنہم ہے) جو ایک ہی آواز میں اللہ کو یاد کر رہا تھا، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہوسکتا ہے کہ یہ شخص ریا کار ہو؟ حضور ﷺ نے فرمایا نہیں، بلکہ یہ تو یاد خدا میں آہیں بھرنے والا ہے،

بحمد اللہ ذکر پر مشتمل قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ کو جمع کرنے کا موقع ملا اللہ رب العزت میرے حق میں قبولیت ونجات کا ذریعہ بنائے اور اس میں کمی کوتاہی کو درگزر فرما کر مزید حوصلہ افزائی کا زینہ بنائے۔ رَبَّنَا أَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا إِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ

(مفتی) محمد افضال الحق

فیضان منزل، عالیپور

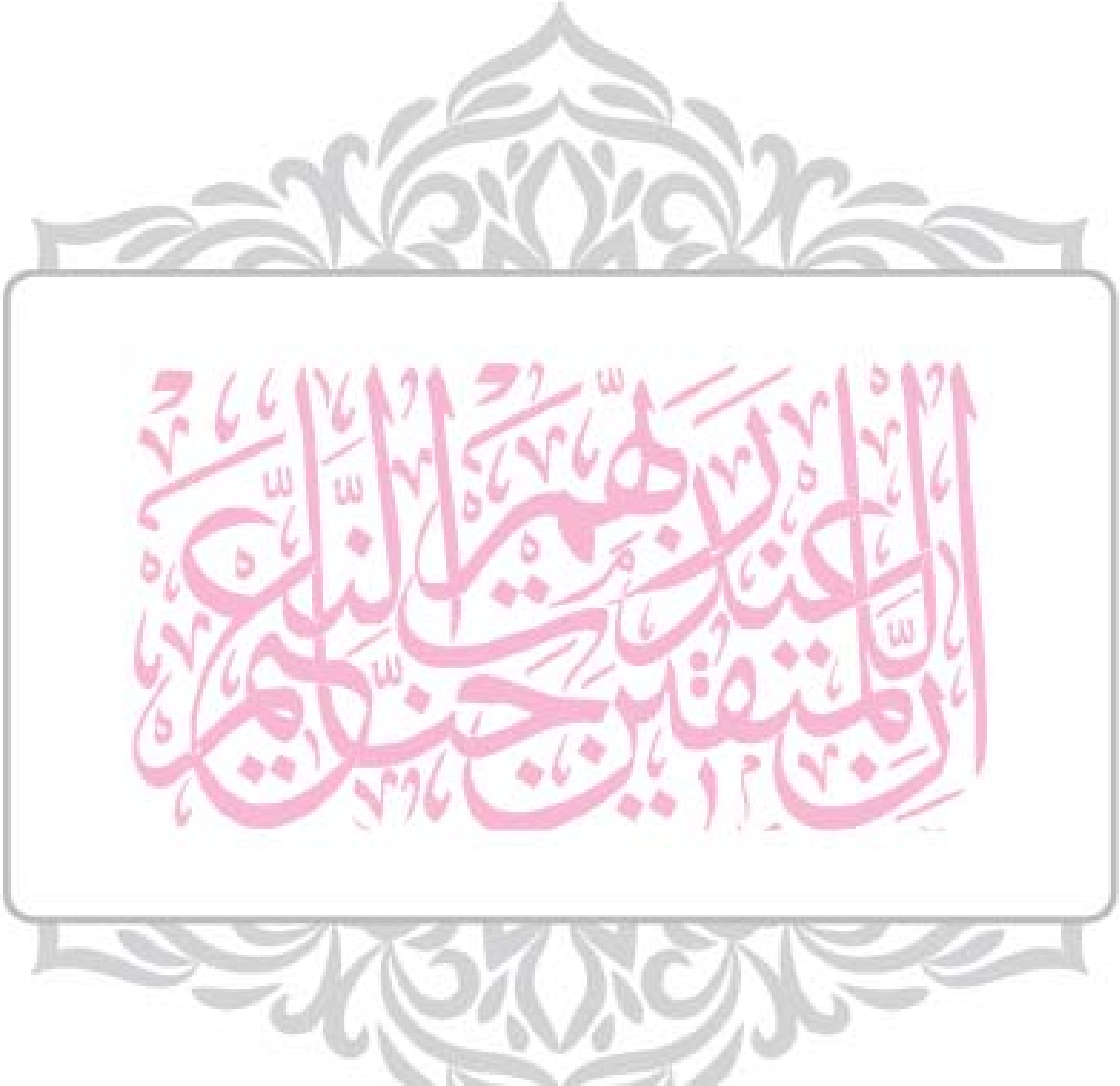

سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کے وظائف

☆ **استغفار:** صبح وشام ۱۰۰/۱۰۰ مرتبہ:

اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ۔

☆ **درود شریف:** صبح وشام ۱۰۰/۱۰۰ مرتبہ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

☆ **تلاوت قرآن مجید:** روزانہ ایک پارہ، نہ ہو سکے تو چند رکوع ہی سہی تلاوت ضرور کریں۔

☆ **مراقبہ:** تھوڑی دیر کے لئے سب کاموں سے ہٹ کر اللہ کی یاد میں گردن جھکا کر بیٹھنا، یہ نیت کرنا کہ اللہ کی رحمت آرہی ہے میرے دل میں سما رہی ہے، میرے دل سے گناہوں کی ظلمت وسیاہی دور ہو رہی ہے اور میرا دل شکریہ کے طور پر کہہ رہا ہے

اَللّٰہ اَللّٰہ اَللّٰہ

☆ **وقوف قلبی:** چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے ہر دم توجہ اللہ کی طرف لگائے رکھنا۔

☆ **رابطۂ شیخ:** اپنے دینی احوال شیخ کو بتلا کر مشورہ لینا اور اس پر پابندی سے عمل کرنا۔

☆ **نوٹ:** رضائے الٰہی، محبتِ الٰہی اور اصلاحِ باطن کی نیت سے مذکورہ معمولات کی پابندی کریں۔ نماز کی پابندی، سنتوں پر عمل اور گناہوں سے بچنے کی فکر کریں۔

ختم خواجگان

دینی دنیاوی پریشانی و بیماری رزق کی تنگی اور تنگدستی سے حفاظت کے لیے ختم خواجگان پڑھ کر اولیائے نقشبندیہ کو ثواب پہنچا کر دعا کریں۔

ہر ختم سے پہلے اور بعد میں یہ درود شریف پڑھیں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

ختم شیخ عبدالقادر جیلانیؒ: حَسْبُنَا اللهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ

ختم حضرت بہاؤالدین نقشبندیؒ: يَا خَفِيَّ اللُّطْفِ أَدْرِكْنِيْ بِلُطْفِكَ الْخَفِيِّ

ختم حضرت مجدد الف ثانیؒ: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ

ختم حضرت خواجہ محمد معصومؒ: لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ

ختم حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہیدؒ: يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِيْثُ

ختم حضرت خواجہ محمد فضل علی قریشیؒ: وَاللهُ ذُوْفَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ

ختم حضرت خواجہ محمد عبدالمالک صدیقیؒ: اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ

ختم حضرت خواجہ پیر غلام حبیب نقشبندیؒ: اَللهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

ختم محبوب العلماء والصلحاء حضرت حافظ ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی دامت برکاتہم: وَاللهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ

ختم حضرت مفتی محمد انعام الحق صاحب: رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا

طریقہ: ہر بزرگ کے ختم سے پہلے ایک مرتبہ درود شریف پھر سات مرتبہ ان کا ختم پڑھ کر دعا کریں

شجرۂ طیبہ (سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ)

(۱)	رحمتِ عالم سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم	مدینہ منورہ
(۲)	سیدنا ابوبکر صدیقؓ ،	مدینہ منورہ
(۳)	حضرت سلمان فارسیؓ ،	مدائین
(۴)	حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر	مدینہ منورہ
(۵)	حضرت امام جعفر صادق	مدینہ منورہ
(۶)	حضرت خواجہ بایزید بسطامیؒ	بسطام
(۷)	حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانیؒ	خرقان
(۸)	حضرت خواجہ ابوالقاسم گورگانیؒ	جرجان
(۹)	حضرت خواجہ بوعلی فارمدیؒ	مشہد
(۱۰)	حضرت خواجہ یوسف ہمدانی	ترکستان
(۱۱)	حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ	بخارا
(۱۲)	حضرت خواجہ محمد عارف ریوگریؒ	تاجکستان
(۱۳)	حضرت خواجہ محمود انجیر فغویؒ	بخارا
(۱۴)	حضرت خواجہ عزیزان علی رامیتنیؒ	بخارا
(۱۵)	حضرت خواجہ بابا سماسیؒ ،	بخارا
(۱۶)	حضرت خواجہ سید امیر کلالؒ ،	بخارا
(۱۷)	حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبندیؒ ،	بخارا
(۱۸)	حضرت خواجہ علاؤالدین عطارؒ ،	حصار
(۱۹)	حضرت خواجہ یعقوب چرخیؒ ،	دوشنبے
(۲۰)	حضرت خواجہ عبیداللہ احرارؒ ،	سمرقند
(۲۱)	حضرت خواجہ محمد زاہدؒ ،	حصار
(۲۲)	حضرت خواجہ درویش محمدؒ	شہر سبز
(۲۳)	حضرت خواجہ محمد امکنگیؒ	بخارا
(۲۴)	حضرت خواجہ محمد باقی باللہؒ	دہلی
(۲۵)	حضرت خواجہ امام ربانی مجدد الف ثانیؒ ،	سرہند شریف
(۲۶)	حضرت خواجہ محمد معصومؒ	سرہند شریف
(۲۷)	حضرت خواجہ سیف الدین	سرہند شریف
(۲۸)	حضرت خواجہ حافظ محمد محسنؒ	دہلی
(۲۹)	حضرت خواجہ سید نور محمد بدایونیؒ ،	دہلی
(۳۰)	حضرت خواجہ مظہر جان جاناںؒ ،	دہلی
(۳۱)	حضرت خواجہ غلام علی مجددیؒ ،	دہلی
(۳۲)	حضرت خواجہ شاہ ابوسعیدؒ ،	دہلی
(۳۳)	حضرت خواجہ شاہ احمد سعید دہلوی مدنیؒ ،	مدینہ منورہ
(۳۴)	حضرت خواجہ حاجی دوست محمد قندھاریؒ ،	موسیٰ زئی شریف
(۳۵)	حضرت خواجہ محمد عثمان دامانیؒ ،	موسیٰ زئی شریف
(۳۶)	حضرت خواجہ سراج الدینؒ ،	موسیٰ زئی شریف
(۳۷)	حضرت خواجہ محمد فضل علی قریشیؒ ،	مسکین پور
(۳۸)	حضرت خواجہ محمد عبدالمالک صدیقیؒ	خانیوال
(۳۹)	مرشد عالم حضرت خواجہ غلام حبیبؒ ،	چکوال
(۴۰)	محبوب العلماء والصلحاء قطب عالم حضرت مولانا ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ	جھنگ
(۴۱)	حضرت مفتی محمد انعام الحق نقشبندی دامت برکاتہم	بربردہ

ناشر: ادارہ فیضانِ الٰہی، عالی پور، نوساری، گجرات، انڈیا
مفتی محمد انعام الحق نقشبندی زید مجدہ، خادم الحدیث والافتاء، دارالعلوم عالی پور

Mob.: +91-9913907800 E-mail : mihaq1967@gmail.com Website : www.faizaneilahi.com